

باسمہ سبحانہ و تعالیٰ

الَّتِي أَمْرُكَ أَنْ أَحْبَبَ اللَّهُ
مُخْلِصًا لِلَّهِ الدِّينَ ۝



الْوَضَاحَةُ الْكَامِلَةُ

أردو شرح

الْعَقِيدَةُ الطَّاهِرَةُ

علم عقائد کی کتاب

جس میں اعراب عبارت و مرادہ اور عام فہم ترجمہ، تصور و مصنف، تجزیہ و عبارت اور تشریح عبارت کے تحت عقائد اہل سنت و الجماعت کا اثبات ہے

تالیف

حضرت مولانا محمد اصغر علی صاحب دامت برکاتہم

استاذ الحدیث

جامعہ اسلامیہ عربیہ

رحمانیہ چوک و مدنی ٹاؤن غلام محمد آباد فیصل آباد پاکستان

سورة التوبة





باسمہ سبحانہ و تعالیٰ
إِنِّي أُمِرْتُ أَنْ أَعْبُدَ اللَّهَ
مُخْلِصًا لَهُ الدِّينَ ۝

الْوَضَاحَةُ الْكَامِلَةُ أُرْدُو شَرْح الْعَقِيدَةُ الطَّاهِيَّةُ علم عقائد کی کتاب

جسمیں اعراب عبارت، سادہ اور عام فہم ترجمہ، مقصود مصنف، تجزیہ عبارت
اور تشریح عبارت کے تحت عقائد اہلسنت والجماعت کا اثبات ہے

تالیف

حضرت مولانا محمد اصغر علی صاحب دامت برکاتہم
أستاذ الحديث

جامعہ اسلامیہ عربیہ

رہنمائی چوک مدنی ٹاؤن غلام محمد آباد فیصل آباد پاکستان



مکتبہ اسلامیہ

مولانا محمد اصغر علی صاحب فیصل آبادی

تالیف

(۱۶/۳۶ x ۲۳)

سائز

۲۳۰

صفحات

طبع اول

۱۱۰۰

تعداد

محمد ابو بکر مٹل پور

کیوزنگ

—

مکتبہ اسلامیہ عربیہ مدنی ٹاؤن غلام محمد آباد فیصل آباد فون ۲۶۹۵۵۴۶-۰۳۱-۰۳۱ فون رہائش

۰۳۲۱-۷۲۷۶۹۶-۸۷۲۹۲۰۶ موبائل فون

مکتبہ ملک سنز کارخانہ بازار فیصل آباد

مکتبہ اسلامیہ بیرون امین پور بازار فیصل آباد

مکتبہ العارفی نزد جامعہ اسلامیہ امدادیہ فیصل آباد

مکتبہ سید احمد شہید انکریم مارکیٹ اردو بازار لاہور

ادارہ اسلامیات ۱۱۹۰ نارنگلی لاہور

مکتبہ قاسمیہ اردو بازار لاہور

مکتبہ اعدادیہ بی بی ہسپتال روڈ ملتان

مکتبہ شرکت علمیہ بیرون بوٹریٹ ملتان

کتب خانہ مجیدیہ بیرون بوٹریٹ ملتان

ادارہ اسلامیات ملتان

اقتساب

میں اپنی اس حقیر سی کوشش کی نسبت اپنے قابل صدا احترام و افتخار والدین اور محترم اساتذہ کرام کے مبارک ناموں کی طرف کرتا ہوں جن کی شب و روز کی کاوشوں نے کتنے ہی اجڑے ہوئے اور ویران دلوں کو آباد کیا اور شمع کی طرح خود پگھل کر کتنے تاریک دلوں کو روشن کیا یہ ”الوضحة الكاملة“ بھی انہیں مبارک ہستیوں کے فیض کا ثمرہ ہے۔

اے رحیم و کریم اور غفار ذات! انہیں دنیا اور آخرت کی کامیابیوں سے سرفراز فرما، اور اپنے کریمانہ شایان شان اجر عظیم عطا فرما (آمین)

﴿وہ لوگ جنہوں نے خون دیکر پھولوں کو رنگت بخشی ہے﴾

دو چار سے دنیا واقف ہے کتا نہ جانے کتنے ہیں ﴿﴾

محمد اصغر علی رحمہ اللہ

میرے اساتذہ کرام

- حضرت اقدس مولانا سرفراز خان صاحب مقرر مدظلہ العالی شیخ الحدیث جامعہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ
 شیخ الحدیث حضرت اقدس مولانا محمد ظریف صاحب رحمہ اللہ دارالعلوم فیصل آباد
 حضرت اقدس مولانا مفتی سید جاوید حسین شاہ صاحب مدظلہ العالی شیخ الحدیث جامعہ عبیدیہ فیصل آباد
 حضرت اقدس مولانا مفتی جمال احمد صاحب رحمہ اللہ صدر دارالافتاء دارالعلوم فیصل آباد
 حضرت اقدس مولانا عبدالکریم احمد شاہ صاحب مدظلہ العالی شیخ الحدیث دارالعلوم فیصل آباد
 شیخ الحدیث حضرت اقدس مولانا محمد عبدالرحمان صاحب رحمہ اللہ دارالعلوم فیصل آباد
 حضرت اقدس مولانا محمد زید صاحب مدظلہ العالی شیخ الحدیث جامعہ اسلامیہ محمدیہ فیصل آباد
 حضرت اقدس مولانا سراج الدین صاحب مدظلہ العالی شیخ الحدیث جامعہ تعلیم القرآن باڑہ پشاور
 حضرت اقدس مولانا محمد موسیٰ صاحب مدظلہ العالی استاذ الحدیث و مدیر جامعہ انوار العلوم ٹوبہ
 حضرت اقدس مولانا مفتی احمد جان صاحب رحمہ اللہ شعبہ افتاء دارالعلوم فیصل آباد
 حضرت اقدس مولانا غلام مصطفیٰ صاحب مدظلہ العالی استاذ الحدیث دارالعلوم فیصل آباد
 حضرت اقدس مولانا محمد یونس صاحب مدظلہ العالی بخاری مسجد جناح کالونی فیصل آباد
 حضرت اقدس مولانا عبید اللہ صاحب مدظلہ العالی استاذ الحدیث دارالعلوم فیصل آباد
 حضرت اقدس مولانا محمد قاسم صاحب مدظلہ العالی شیخ الحدیث جامعہ مدنیہ لاہور
 حضرت اقدس مولانا محمد یوسف اول صاحب مدظلہ العالی مہتمم دارالعلوم فیصل آباد
 حضرت اقدس مولانا محمد ادریس صاحب مدظلہ العالی ناظم دارالعلوم فیصل آباد
 حضرت قاری عبدالرشید صاحب مدظلہ العالی دارالعلوم فیصل آباد

صفحہ نمبر	عنوانات	نمبر شمار	صفحہ نمبر	عنوانات	نمبر شمار
۳۰	اللہ تعالیٰ کی صفات قدیم ہیں	۱۹	۲	انتساب	
	معجزہ اور جمیہ کی تردید		۱۰	تقریحات	۲
۳۱	اللہ تعالیٰ تخلیق خلق سے پہلے بھی خالق	۲۰	۱۶	حرف آغاز	۳
	تھے معجزہ اور جمیہ کی تردید		۱۸	صاحب عقیدہ محمدیہ کے حالات	۴
۳۲	اللہ تعالیٰ احیاء خلق سے پہلے	۲۱	۲۲	مبادیات علم عقائد	۵
	بھی مچی تھے		۲۳	علم عقائد کی اہمیت و عظمت شان	۶
۳۵	مخلوق کی تقدیر اللہ تعالیٰ نے بنائی	۲۲	۲۴	ائمہ عقائد	۷
۳۶	اللہ تعالیٰ نے مخلوق کی عمریں	۲۳	۲۷	ماخذ کتاب	۸
	مقرر کر دی ہیں		۲۷	توحید باری تعالیٰ	
۳۶	معجزہ کا عقیدہ اور ان کی تردید	۲۳	۲۸	اقسام توحید	۹
۳۷	اللہ تعالیٰ عالم ناکان و مایکون ہیں	۲۵	۳۰	اللہ تعالیٰ کو کوئی چیز عاجز نہیں کر سکتی	۱۰
	قدر یہ اور روافض کارو		۳۱	اللہ تعالیٰ کی ذات قدیم اور دائم ہے	۱۱
۳۸	اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو اطاعت کا حکم دیا	۲۶	۳۲	اللہ تعالیٰ پر قنا نہیں	۱۲
	معصیت سے روکا ہے اور مرجیہ کارو		۳۲	ہر کام اللہ کے ارادے سے ہوتا ہے	۱۳
۳۹	ہر چیز اللہ کی مشیت و قدرت کے	۲۷	۳۳	مخلوق اللہ کے مشابہ نہیں	۱۴
	تحت داخل ہے، زندیق جاہلوں کارو		۳۳	اللہ تعالیٰ موت و نیند سے پاک ہیں	۱۵
۵۰	اشکال اور اس کا جواب	۲۸	۳۵	اللہ تعالیٰ خالق ہیں لیکن مخلوق کی	۱۶
۵۱	ہدایت اللہ کے ہاتھ میں ہے اور	۲۹		اسے ضرورت نہیں	
	معجزہ کی تردید		۳۶	اللہ تعالیٰ رازق ہیں	۱۷
۵۳	اللہ تعالیٰ شرکاء سے پاک ہیں	۳۰	۳۸	اللہ تعالیٰ مارنے والے اور دوبارہ	۱۸
	معجزہ کی تردید			زندہ کرینوالے ہیں	

صفحہ نمبر	عنوانات	صفحہ نمبر	صفحہ نمبر	عنوانات	صفحہ نمبر
۷۹	قرآن پاک سے رویت باری تعالیٰ کے دلائل	۳۶	۵۵	حضرت محمد ﷺ	
			۵۵	حضرت محمد اللہ کے بندے اور رسول ہیں	۳۱
۸۰	حادثہ مبارک سے رویت باری تعالیٰ کے بارے میں دلائل	۲۷	۵۶	عبادت کی شان ہر شان سے بلند ہے	۳۲
			۶۰	رسول اور نبی میں فرق	۳۳
۸۱	معتزلہ کا رویت باری تعالیٰ سے انکار	۳۸	۶۱	مسئلہ ختم نبوت	۳۴
۸۱	معتزلہ کا استدلال اور جمہور کی طرف سے جوابات	۴۶	۶۲	مسئلہ نبوت پر قرآن حدیث سے حلال	۳۵
			۶۲	حضور تمام انبیاء کے سردار ہیں	۳۶
۸۲	رویت باری تعالیٰ میں تاویل گناہ ہے	۵۰	۶۷	ظلیل اور حبیب میں فرق	۳۷
۸۳	معتزلہ کا رد		۶۸	کلیم اللہ اور حبیب اللہ میں فرق	۳۸
۸۳	تسلیم کے بغیر اسلام نامکمل ہے	۵۱	۶۹	حضور کے بعد دعویٰ نبوت باطل ہے	۳۹
۸۶	رویت باری تعالیٰ میں معتزلہ کے عقیدے کی تردید	۵۲	۷۰	حضور جن وانس کی طرف مبعوث ہوئے	۴۰
			۷۱	قرآن مجید	
۸۷	اللہ تعالیٰ کی صفات کی نفی اور تشبیہ میں معتزلہ اور مشبہ کا رد	۵۳	۷۲	قرآن اللہ تعالیٰ کا کلام ہے	۴۱
			۷۳	معتزلہ کی تردید	۴۲
۸۷	اللہ کی صفات مخلوق کے صفات کے مشابہ نہیں	۵۳	۷۳	قرآن اللہ کی صفت قدیم ہے مخلوق نہیں	۴۳
۸۹	معراج النبی ﷺ		۷۵	اللہ کی صفات مخلوق کی صفات کے مشابہ نہیں	۴۴
۸۹	معراج کا حکم	۵۵			
۹۰	معراج کس سنہ اور کس تاریخ میں ہوا	۵۶	۷۶	رویت باری تعالیٰ	
۹۰	معراج بیت المقدس کے راستے کیوں ہوا	۵۷	۷۸	رویت باری تعالیٰ میں اہل سنت والجماعت کا مذہب	۴۵
۹۱	معراج آسمانوں پر کیوں ہوا	۵۸			

صفحہ نمبر	عنوانات	صفحہ نمبر	صفحہ نمبر	عنوانات	نمبر شمار
۱۰۹	معتزل کا مذہب	۷۳	۹۲	حقانیت معراج سے فلاسفہ کا انکار	۵۹
۱۱۰	مسئلہ تقدیر میں سلامتی کی راہ	۷۴		اور اسکے دلائل	
۱۱۰	مسئلہ تقدیر میں الجھنا گناہ ہے	۷۵	۹۲	جمہور کی طرف سے فلاسفہ کو جواب	۶۰
۱۱۱	فوائد تقدیر	۷۶	۹۳	معراج بیداری کی حالت میں ہوا	۶۱
۱۱۳	روح و قلم		۹۴	معراج فی المنام کے قائلین کا استدلال	۶۲
۱۱۵	روح و قلم پر ایمان ضروری ہے	۷۷		جمہور کی طرف سے جوابات	
۱۱۵	روح و قلم سے کیا مراد ہے	۷۸	۹۵	اللہ کی مشیت سے حضورؐ کا بلندیوں	۶۳
۱۱۶	مسئلہ تقدیر کی مزید وضاحت	۷۹		تک پہنچنا	
۱۱۷	مسئلہ تقدیر اصول ایمان میں سے ہے	۸۰	۹۶	معراج کی رات رویت باری	۶۴
۱۱۸	عرش و کرسی			میں اختلاف	
۱۱۸	عرش اور کرسی برحق ہیں	۸۱	۹۶	شب معراج میں رویت کو ترجیح	۶۵
۱۲۰	اللہ تعالیٰ عرش سے مستغنی ہیں	۸۲	۹۷	حوض کوثر	
۱۲۰	صفات ابراہیم موسیٰ علیہما السلام	۸۳	۹۸	حوض کوثر کے اوصاف	۶۶
۱۲۰	جمہیہ فرقہ کا عقیدہ اور جمہیہ فرقہ کا رد	۸۴	۹۹	شفاعت النبی برحق ہے معتزل کا رد	۶۷
۱۲۲	ما اکلہ و کتب منزلہ کا بیان		۹۹	حضور اقدس کیلئے شفاعت،	۶۸
۱۲۲	فلاسفہ اور اہل بدعت کا نظریہ	۸۵	۱۰۱	حضورؐ کی شفاعت کے درجات	۶۹
۱۲۳	اہلسنت والجماعت کا عقیدہ	۸۶	۱۰۳	عالم ارواح کے عہد کا تذکرہ اور	۷۰
۱۲۳	فلاسفہ اور اہل بدعت کا رد	۸۷		معتزل کا رد، اشکال و جواب	
۱۲۵	اہل قبلہ مسلمان ہیں معتزلہ	۸۸	۱۰۵	مسئلہ تقدیر	
	اور خوارج کا رد		۱۰۶	سعادت اور شقاوت کا مدار خاتمہ پر ہے	۷۱
۱۲۵	اللہ کی ذات کے بارے	۸۹	۱۰۹	مسئلہ تقدیر میں اہلسنت کا مذہب	۷۲

صفحہ نمبر	عنوانات	صفحہ نمبر	صفحہ نمبر	عنوانات	صفحہ نمبر
۱۴۰	ایمانیات کا ایمانی تذکرہ	۱۰۵		میں بحث کرنا ناجائز ہے	
۱۴۰	سب رسولوں اور نبیوں پر ایمان لانا ضروری ہے	۱۰۶	۱۲۶	قرآن پاک اللہ تعالیٰ کا کلام ہے	۹۰
			۱۲۷	کلام اللہ کے مساوی مخلوق کا کلام نہیں	۹۱
۱۴۲	مرکب کبیرہ میں معتزلہ اور خوارج کا مذہب اور انکار	۱۰۷	۱۲۸	خلق قرآن کا مسئلہ	۹۲
			۱۲۸	حضرت امام احمد بن حنبل کا معتزلہ سے مقابلہ	۹۳
۱۴۳	شُرک شرعاً اور عقلاً معاف نہیں ہوگا	۱۰۸			
۱۴۳	فائدہ	۱۰۹	۱۳۲	ایمان کے ساتھ گناہ مضر ہیں اور مریحہ کار	۹۴
۱۴۳	مرکب کبیرہ ہمیشہ جہنم میں نہیں رہیں گے	۱۱۰			
۱۴۳	امام طحاویؒ کی دعا	۱۱۱	۱۳۲	اعمال ایمان کا جز نہیں	۹۵
۱۴۷	اہل قبلہ کے پیچھے نماز کا حکم	۱۱۲	۱۳۲	معتزلہ اور خارجیہ کا مذہب اور انکار	۹۶
۱۴۸	کسی پر قطعی جنتی یا جہنمی کا حکم	۱۱۳	۱۳۳	معتزلہ اور خوارج کا استدلال اور اہل سنت والجماعت کی طرف سے جوابات	۹۷
۱۴۹	مسلمان کا قتل اور حکام کے خلاف بغاوت کا حکم	۱۱۴	۱۳۴	اہلسنت والجماعت کا مذہب	۹۸
۱۵۰	اہل سنت والجماعت کی وجہ تسمیہ اور تعارف	۱۱۵	۱۳۴	اہلسنت والجماعت کے دلائل اور ضروغ معتزلہ اور خوارج کی تردید	۹۹
۱۵۱	حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا ارشاد	۱۱۶	۱۳۶	جنت اور دوزخ کا فیصلہ مشیت باری تعالیٰ پر موقوف ہے	۱۰۰
۱۵۲	اہل عدل اور اہل امامت سے محبت ایمان کامل کی علامت	۱۱۷	۱۳۷	تعریف ایمان میں اختلاف	۱۰۱
۱۵۳	مسح علی النخسین کا جواز	۱۱۸	۱۳۸	ایمان بسیط ہے مرکب نہیں	۱۰۲
			۱۳۸	نور ایمان اعمال سے بڑھتا ہے	۱۰۳
۱۵۳	حج اور جہاد کا بیان		۱۳۹	مؤمنین اولیاء الرحمن ہیں	۱۰۴

صفحہ نمبر	عنوانات	نمبر شمار	صفحہ نمبر	عنوانات	نمبر شمار
۱۷۴	بل صراط حق ہے	۱۳۹	۱۵۳	حج کا لغوی اور شرعی معنی	۱۱۹
۱۷۶	معتزلہ کا رد	۱۴۰	۱۵۵	حج علی الفور واجب ہے یا علی التراخی	۱۲۰
۱۷۶	میزان عدل قائم ہوگا	۱۴۱	۱۵۵	حج کے فضائل	۱۲۱
۱۷۸	معتزلہ کا رد	۱۴۲	۱۵۷	جہاد کی حقیقت	۱۲۲
۱۷۹	جنت اور جہنم کا بیان		۱۵۷	جہاد کا نصب العین	۱۲۳
۱۸۰	جنت و جہنم پیدا ہو چکی ہے اور معتزلہ کا رد	۱۴۳	۱۵۸	جہاد کی دو قسمیں	۱۲۴
۱۸۱	جنت اور جہنم دائمی ہیں اور جہمیہ کا رد	۱۴۴	۱۵۹	جہاد کی دو مثالیں	۱۲۵
۱۸۲	استطاعت کی دو قسمیں	۱۴۵	۱۶۲	کرنا کا تین پر ایمان لانا ضروری ہے	۱۲۶
۱۸۵	ہندوں کے افعال کے خالق اللہ تعالیٰ ہیں اور معتزلہ اور جبریہ کا رد	۱۴۶	۱۶۳	ملک الموت جان نکالنے پر مقرر ہیں	۱۲۷
			۱۶۴	عذاب قبر کا اثبات	۱۲۸
۱۸۸	انسان بقدر استطاعت مکلف ہے	۱۴۷	۱۶۴	عذاب قبر پر دلائل قرآن وحدیث سے	۱۲۹
۱۸۹	مردوں کو دعا اور صدقات کا ثواب پہنچتا ہے	۱۴۸	۱۶۷	منکرین عذاب قبر اور انکا اعتراض اور جوابات	۱۳۰
۱۸۹	اہل سنت والجماعت کا مذہب اور	۱۴۹	۱۶۸	اہلسنت والجماعت کا موقف	۱۳۱
	دلائل اور معتزلہ کی تردید		۱۶۸	قبر سے کیا مراد ہے	۱۳۲
۱۹۲	اللہ تعالیٰ ہندوں کی دعاؤں کو سنتا ہے اور حاجتیں پوری کرتا ہے اور فلاسفہ کا رد	۱۵۰	۱۶۹	قبر میں منکر تکبیر کے سوال	۱۳۳
			۱۷۰	منکر تکبیر کی وجہ تسمیہ	۱۳۴
۱۹۳	اللہ کا کوئی مالک نہیں	۱۵۱	۱۷۱	بعث بعد الموت کا مطلب	۱۳۵
۱۹۴	صحابہ کرام کا بیان		۱۷۲	فلاسفہ کا رد	۱۳۶
۱۹۵	حب صحابہ علامت ایمان ہے	۱۵۲	۱۷۲	قیامت کے دن اعمال کی جزا ملے گی	۱۳۷
۱۹۵	اور بغض صحابہ علامت کفر و نفاق ہے	۱۵۳	۱۷۳	معتزلہ کا رد	۱۳۸

صفحہ نمبر	عنوانات	صفحہ نمبر	عنوانات	صفحہ نمبر	
۲۱۹	سورج کا مغرب سے طلوع ہونا	۱۷۳	۱۹۹	۱۵۴	خلفاء راشدین کا بیان، شیعہ پرورد
۲۲۰	دلالت الارض کا ظاہر ہونا	۱۷۴	۲۰۰	۱۵۵	حضرت ابو بکر صدیقؓ کے خلیفہ اول ہونے پر ارشادات نبویؐ
۲۲۱	کاتبین کا بیان				
۲۲۱	کاہن اور عرفا کون ہیں	۱۷۵	۲۰۲	۱۵۶	عشرہ مبشرہ کا بیان
۲۲۲	اہل سنت والجماعت سے الگ ہونا کج روی ہے	۱۷۶	۲۰۳	۱۵۷	عشرہ مبشرہ کی وجہ تسمیہ
			۲۰۵	۱۵۸	فضائل و مناقب عشرہ مبشرہ
۲۲۳	آسمان وزمین میں دین صرف اسلام ہے	۱۷۷	۲۰۵	۱۵۹	حضرت ابو بکر صدیقؓ کے مناقب
			۲۰۶	۱۶۰	حضرت عمر فاروقؓ کے مناقب
۲۲۳	اسلام افراط و تفریط کے درمیان	۱۷۸	۲۰۶	۱۶۱	حضرت عثمان غنیؓ کے مناقب
۲۲۴	اسلام تشبیہ اور تعطیل کے درمیان	۱۷۹	۲۰۸	۱۶۲	حضرت علی المرتضیٰؓ کے مناقب
۲۲۴	دین اسلام جبر اور قدر کے درمیان	۱۸۰	۲۰۹	۱۶۳	حضرت طلحہؓ کے مناقب
۲۲۴	دین اسلام امید اور یا گل کے درمیان	۱۸۱	۲۱۰	۱۶۴	حضرت زبیرؓ کے مناقب
۲۲۶	اہل سنت والجماعت کی اتباع اور فرقی باطلہ سے بیزاری	۱۸۲	۲۱۰	۱۶۵	حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ کے مناقب
			۲۱۱	۱۶۶	حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کے مناقب
۲۲۶	گمراہ فرقوں کی نشاندہی اور ان سے حفاظت کی دعا	۱۸۳	۲۱۲	۱۶۷	حضرت سعید بن زیدؓ کے مناقب
		۱۸۳	۲۱۳	۱۶۸	حضرت ابو عبیدہ بن جراحؓ کے مناقب
۲۲۶	حضرت امام محمدؐ کی دعا	۱۸۵	۲۱۵	۱۶۹	تابعین و علماء سلف کا بیان
			۲۱۵	۱۷۰	کوئی دلی نبی سے افضل نہیں ہو سکتا
			۲۱۶		علامات قیامت کا بیان
			۲۱۸	۱۷۱	دجال کا خروج
			۲۱۹	۱۷۲	سیدنا یحییٰ کا آسمان سے نزول

تقریظ

از زیادگار اسلاف استاذ العلماء و رئیس الاقنیا جامع المنقول و المنقول
حضرت اقدس مولانا عبدالکریم احمد شاہ صاحب مدظلہ العالی
شیخ الحدیث دارالعلوم فیصل آباد

سبحان اللہ و بحمدہ و الصلوٰۃ والسلام علی رسولہ و آلہ و صحبہ و من اہتدی بہدیتہ
اما بعد۔ اللہ جل شانہ عم نوالہ جب اپنے کسی بندے کو قبولیت بخشے ہیں تو اسکو کسی اعتبار سے اپنی
مخلوق کیلئے نافع بنا دیتے ہیں، اور یہ بات مسلم ہے کہ بہترین افادہ علم دین کا ہے۔

فلینفر حواہذاک ہو خیر مما یجمعون۔ عزیز محترم مولانا محمد اصغر علی صاحب کو اللہ تعالیٰ نے
اپنے ہم عصروں میں یہ امتیازی شان عطا کی ہے کہ انہوں نے متعدد درسی کتابوں کی بہت مفید شروحات
لکھی ہیں، جن کی عبارات مختصر آسان فہم اور مطلب خیز ہوا کرتی ہیں جو کہ پڑھنے پڑھانے والے
استاذ اور طالب علم دونوں کے لئے یکساں مفید رہتی ہیں، موصوف کی ان شروحات میں سے الوضاحۃ
الکاملۃ اردو شرح العقیدۃ الطحاویۃ ہے جو کہ امام القتبہ والحدیث امام طحاوی رحمہ اللہ کی عقائد اہلسنت
والجماعت کے متعلق مختصر تصنیف ”العقیدۃ الطحاویۃ“ کی شرح ہے، یہ انتہائی مفید شرح ہے۔

امید ہے کہ مؤلف موصوف کو اپنے اس علمی ذوق و شوق کی برکت سے اللہ تعالیٰ اس دور میں مولانا
عبدالرحمن کھنوی کا مقام عطا فرمادیں گے۔ وما ذالک علی اللہ بعزیز

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ عزیز محترم کی تمام تالیفات کو افادیت عامہ اور قبولیت عامہ بخشے اور ان کیلئے دنیا و عقبی
کی فلاح و کامرانی کا ذریعہ بنا دے

اس دعا ازمن و از جملہ جنباں آمین باد

عبدالکریم احمد عنی اللہ عنہ دارالعلوم فیصل آباد

۱۰ ربیع الثانی ۱۴۲۷ھ مطابق ۶ مئی ۲۰۰۶ء

تقریظ

پیر طریقت، رہبر شریعت، فخر الامثال، زبدۃ الاتقیاء شیخ المشائخ
حضرت اقدس مولانا مفتی سید جاوید حسین شاہ صاحب دامت برکاتہم
شیخ الحدیث جامعہ عربیہ عیسیٰ فیصل آباد
وخلیفہ مجاز امام المحدثی حضرت مولانا عبید اللہ انور قدس سرہ

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم اما بعد!

عزیز القدر مولانا محمد اصغر علی صاحب ماشاء اللہ جید مدرس اور ذاکر و شافل شخصیت ہیں، علاوہ ازیں اللہ پاک نے ذوق تحریر و تصنیف سے بھی خوب نوازا ہے مولانا کی ازیں قبل ”تہذیب الکافیہ اردو شرح کافیه“ ضیاء النور اردو شرح ہدایۃ النور، ”محسن انسانیت ﷺ کے چالیس معجزات مع کثر الحسنات، کے نام سے کتابیں منصفہ شہود پر آچکی ہیں جن سے درسیات کے اساتذہ و طلباء بھر پور فائدہ اٹھا رہے ہیں۔

وفاق المدارس العربیہ نے گزشتہ چند سالوں سے موجودہ نصاب میں کچھ نئی کتابیں داخل کی ہیں جن میں ”دروس البلاغہ“ اور ”عقیدہ طحاویہ“ نامی کتب کی تشفی بخش شروحات نظر سے نہیں گزریں، مولانا نے دونوں کتب کی اردو شرح نہایت عرق ریزی اور محنت سے تحریر کی ہیں۔

دل سے دعا گو ہوں اللہ پاک حسب سابق ان دونوں کتابوں کو بھی اپنے دربار عالیہ میں قبول فرمائیں، اہل علم کے لئے نافع بنائیں اور مؤلف موصوف کو مزید ترقیات و برکات سے نوازیں اور اپنے مقررین خاص میں شامل فرمائیں (آمین)

یا الہ العلمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم

﴿جاوید حسین عبداللہ رحمہ﴾ ۱۸ ربیع الثانی ۱۴۲۷ھ بمطابق ۱۱ مئی ۲۰۰۶ء

تقریظ

فخر الاماثل جامع المعقول والمنقول استاذ العلماء حضرت اقدس مولانا
محمد زید صاحب دامت فیوضہم، شیخ الحدیث جامعہ اسلامیہ محمدیہ فیصل آباد
وخلیفہ مجاز حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب قاسمی صاحب
ذوالقدر تہ دارالعلوم دیوبند

باسم رب العلماء الربانیین والشهداء والصالحین والانبياء المرسلین
نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم :

علم العقائد کو علوم دینیہ میں شرف اول حاصل ہے کیونکہ ایمان کے بغیر نہ نجات ہے نہ اعمال
صالحہ کی قبولیت، مگر صحیح عقائد کا براہ راست قرآن و حدیث سے اخذ کرنا ہر شخص کا کام نہیں ہے کیونکہ کئی
اشخاص قرآن و حدیث کے مطالعہ کے باوجود اس سلسلہ میں گمراہی پھیلاتے رہتے ہیں تو اس کیلئے علماء
راہنیں اور انکی تصانیف کی طرف رجوع کرنا پڑتا ہے پھر قرآن و حدیث کا بھی صحیح مفہوم سمجھ آنے لگتا ہے،
اسی گمراہی نے اہلسنت والجماعت کے گروہ کو جنم دیا تھا جب علماء حق نے اہل حق کا نام اس نام سے تجویز
کیا اور اسی سلسلہ میں کئی تصانیف عقائد کے سلسلہ میں تصنیف ہوئیں، جن میں مرکزی حیثیت العقائد
النفسی اور اسکی شرح اور مواقف اور شرح مواقف کو حاصل ہے، امام طحاویؒ ایک ایسی ہستی ہیں جن کو علوم
دینیہ پر مکمل عبور تھا فقہ اور حدیث کو مربوط کرنا اسی ہستی کا حصہ تھا۔

فقہ حنفی کے ڈیزیکٹا اور جوہر بے مثال ہیں، کچھ لوگ فقہ کے اعتبار سے انکو نہ پہچان سکے اپنی لاعلمی بلکہ
بدفہمی کے سبب انکو اونچا مرتبہ دینے سے عاجز رہے لیکن اللہ تعالیٰ نے اس شخصیت کا سکہ امت کے
دلوں پر اس طرح بٹھا دیا کہ ان سے ایک تصنیف علم العقائد کے اندر عقیدہ طحاویہ کے نام سے کروادی
جو کتب عقائد میں متن المتون کی کھتی ہے اس وقت سعودیہ کے اندر باوجود فقہ حنفی رائج

ہونے کے عقائد میں عقیدہ طحاویہ ہی پڑھائی جاتی ہے اس اعتبار سے امام طحاویؒ کی شخصیت مذہب اربعہ کے نزدیک مسلم ہوئی۔

بہر کیف اس جامع کتاب میں اختصار نے اغلاق پیدا کر دیا تھا اردو دان تو اس سے بالکل محروم تھے ہمارے عزیز محترم مولانا محمد اصغر علی صاحب نے اپنے نوہ تصنیف کے تقاضے کے مطابق اس کی ایسی مفصل مدلل مکمل شرح اردو میں لکھی جو اپنی مثال آپ ہے، اغلاق بھی جاتا رہا اردو دان طبقہ کے لئے بھی انتفاع کا راستہ کھل گیا طلبہ و مدرسین تو اپنی جگہ، عین ممکن ہے کہ عوام بھی بہشتی زیور اور تعلیم الاسلام کی مانند اس سے نفع حاصل کرنے لگ جائیں اور اسکول اور کالج اس سے محروم نہ رہیں۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اس کتاب کو عوام و خواص کیلئے باب عقائد میں نافع بنائے اور مؤلف کو اجر جزیل عطا فرمائے اور جو تمنا میں مؤلف کے دل میں ہیں خصوصاً اپنے والدین کے بارے میں اللہ تعالیٰ سب پوری فرمائے ﴿آمین﴾

ثم العيوب وسائر العصيان

اما الذنوب قواب ارض ملتها

ثم الخلو عن الكمال الداني

ثم الخطايا والنقائص كلها

ملاء الندام تراجمي الغفران

فيها فواحد عصره هو طبي

پھر عیوب اور عام کوتاہیوں

ہاں زمین بھر گناہوں

پھر کمالات قرین صواب سے عاری ہونے میں

پھر کوتاہ کاریوں اور عموماً تمام نقائص

ان تمام باتوں میں جو یکتائے زمانہ ہے وہ طبی (محمد زید) ہے

مگر ساتھ ہی ندامت سے بڑے اور اللہ کی مغفرت کا امیدوار ہے

محمد زید ۲۹ ربیع الثانی ۱۴۲۷ھ بمطابق ۲۸ مئی ۲۰۰۶ء

تقریظ

رئیس الصلحاء محبوب الطلاب استاذ العلماء حضرت اقدس مولانا غلام رسول
صاحب دامت برکاتہم استاذ الحدیث والتفسیر دارالعلوم فیصل آباد

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الحمد لله وسلام على عباده الذين اصطفى ابا بعد

وفاق المدارس العربیہ نے چند سالوں سے عقیدہ طحاویہ کو داخل نصاب کیا ہے اہل سنت
والجماعت کے ہاں یہ عقائد کا مستند ترین مجموعہ ہے۔

جس پر تقریباً تمام اہل السنۃ، اشاعرہ، ماتریدیہ، مذاہب اربعہ متفق ہیں یہ رسالہ امام الحدیث
والفقہ ابو جعفر احمد بن محمد طحاوی متوفی ۳۲۱ ھ کی تصنیف ہے، اسکی عربی شرح علامہ ابن ابی جعفر
الکھفی کی مفصل شرح ہے لیکن اس سے صرف اساتذہ کرام ہی استفادہ کر سکتے ہیں اور وہ بھی
محنت و کوشش اور صرف اوقات کثیرہ کے بعد، طلباء کرام اس سے صحیح معنی میں مستفید نہیں
ہو سکتے، اس لئے آسان و سہل شرح کی ضرورت تھی جس سے دونوں طبقے فائدہ اٹھا سکیں اللہ
تعالیٰ جزائے خیر دے مولانا محمد اصغر علی صاحب زید مجدہ کو کہ انہوں نے اسکی اردو شرح بنام
”الوضاحة الكاملة“ لکھ دی جو کہ مفصل اور انتہائی مفید شرح ہے، بندہ نے اکثر مقامات سے
دیکھا ارادہ تھا کہ مکمل شرح از اول تا آخر بالاستیعاب دیکھ لوں مگر بعض عوائق کی وجہ سے اس
آرزو کی تکمیل نہ ہو سکی۔

ع ☆ اے بسا آرزو کہ خاک شدہ

مؤلف موصوف کی اس عرق ریزی اور محنت کی داد تحسین پیش کرنے کے ساتھ ساتھ بارگاہ
خداوندی میں بعد عجز و نیاز دست بدعاء ہوں کہ اللہ تعالیٰ انکی اس محنت شاقہ کو قبول فرمائیں

اور طلباء کے لئے اس کو زیادہ سے زیادہ نافع اور مفید بنائیں اور ہم سب کی تقصیرات اور کوتاہیوں سے درگزر فرما کر اپنی مرضیات پر چلنے کی توفیق ارزالی فرمائے اور ہم سب کا خاتمہ بالخیر فرمائے اور مؤلف موصوف کو جزائے خیر عطا فرمائے

﴿ آمین ﴾

احقر غلام رسول محفی معنہ

دارالعلوم فیصل آباد

۷ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۷ھ بمطابق ۴ جون ۲۰۰۶ء

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

حرف آغاز

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم اما بعد!

سب سے پہلے میں اپنے اللہ تعالیٰ کا بے حد شکر گزار ہوں جس نے ہمیں دعوت و تبلیغ اور تدریس و تعلیم کے لئے قبول فرمایا، اللہ رب العزت محض اپنے فضل عظیم سے آخری سانس تک اس سے وابستہ رکھیں (آمین)

اللہ جل شانہ سے محض اپنے لطف و کرم سے بندہ کو یہ سعادت بخشی ہے کہ علوم دینیہ کی عظیم مثالی درسگاہ جامعہ اسلامیہ عربیہ رحمانیہ چوک ومدنی ٹاؤن غلام محمد آباد میں عرصہ انیس سال سے شعبہ تدریس کی خدمت سرانجام دے رہا ہے، چنانچہ کافیہ کی اردو شرح ”تہذیب الکافیہ“ اور ہدایۃ النحو کی اردو شرح ”ضیاء النحو“ اور دروس البلاغہ کی اردو شرح ”تہذیب البلاغہ“ کو الحمد للہ علمی حلقوں میں توقع سے زیادہ پذیرائی حاصل ہوئی، بعد ازاں طلبہ کرام اور احباب کی طرف سے اصرار رہا کہ عقیدہ طحاویہ کی اردو شرح لکھی جائے اور عقائد کی اصلاح کہاں تک ضروری ہے اس کا اندازہ اس بات سے ہوگا کہ انسان کی کامیابی تین چیزوں پر منحصر ہے

(۱) عقائد کی اصلاح (۲) اعمال کی اصلاح (۳) اخلاق کی اصلاح

پھر ان میں سے اہم اور بنیادی چیز عقائد کی اصلاح ہے کیونکہ اعمال اور اخلاق بھی عقائد کی صحت پر موقوف ہیں اگر عقائد صحیح ہوں گے تو پھر اعمال دربار الہی میں مقبول ہوں گے اور اخلاق کا ثمرہ بھی ملے گا اگر عقائد خراب ہوں گے تو نہ اعمال معتبر ہوں گے اور نہ اخلاق کا ثمرہ ملے گا۔

مگر من آنم کہ من دانم اور

بَانَ مُسْتَحْسَنَ الطَّبَانِعِ بِأَسْرِ هَا وَمَقْبُولِ الْأَسْمَاعِ عَنْ آخِرِهَا أَمْرًا لَا يَسْعُهُ

مَقْدِرَةُ الْبَشَرِ وَأَنَّمَا شَأْنُ خَالِقِ الْقَوَى وَالْقَدَرِ

کی حقیقت کے پیش نظر بندہ نے تامل کیا، بالآخر ان کی حوصلہ افزائی کی خاطر اور اس امید پر کہ یہ چند حروف کسی کے غلط عقائد کی اصلاح کا ذریعہ بن جائیں تو دارین کی سعادت کا پیش خیمہ ہوگا اسی امید پر قلم اٹھایا۔

دوران تالیف چند خصوصیات کا لحاظ رکھا گیا ہے۔

(۱) اعراب عبارت (۲) ترجمہ سادہ اور عام فہم انداز میں (۳) مقصود مصنف تجزیہ عبارت کے عنوان سے پیش کیا گیا ہے (۴) تشریح عبارت کے تحت عقائد اہلسنت والجماعت کا اثبات اور مذاہب باطلہ کے دلائل اور ان کی تردید اور فوائد نافعہ بیان کیے گئے ہیں۔

دوران مطالعہ یہ بات ملحوظ خاطر رہے کہ انسان کی کوشش و سعی میں خطا کا وقوع عین ممکن ہے تو میں بھی اپنی اس کاوش کو خطا سے مبرا قرار نہیں دیتا بلکہ ممکن ہے کچھ غلطیاں ہوئی ہوں گی خصوصاً ترجمہ اور زبان و بیان کی خامیاں اصحاب ذوق پر بار ہو سکتی ہیں۔ اس لیے قارئین کرام سے بھدا آداب التماس ہے کہ بغرض صحیح اپنی آراء سے مطلع فرمائیں تاکہ آئندہ اگلی اصلاح کی جاسکے۔

میں اپنے محسن علماء کرام اور اساتذہ کرام دامت برکاتہم العالیہ کا تہ دل شکر گزار ہوں جنہوں نے اپنی تلمیذی آراء اور دعاؤں سے نوازا کر بندہ کی حوصلہ افزائی فرمائی اور میں اپنے معاونین کے لیے بھی دعا گو ہوں

فتح الرحمن رحمہ اللہ الرحمن الرحیم

آخر میں رب العزت کی بارگاہ میں دست بدعا ہوں کہ اے رحیم و کریم ذات اس حقیر سے سعی کو شرف قبولیت عطا فرما کر اس کے فیض کو تاقیامت جاری و ساری فرما اور دنیا و عقبیٰ کی فلاح و نجات کا ذریعہ بنا اور میرے قلم کی تیزھی اور ترجمہ کی لکیروں سے میرے والدین اور اساتذہ کرام کی آنکھوں کو ٹھنڈا فرما

آمین یا رب العالمین

محمد اصغر علی حدادہ

۲۵ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۷ھ مطابق ۲۲ جون ۲۰۰۶ء

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

صاحب عقیدہ طحاویہ

نام و نسب :- آپ کا نام احمد اور کنیت ابو جعفر اور نسبت ازدی حجری مصری اور طحاوی ہے اور آپ کے والد کا نام محمد ہے سلسلہ نسب یوں ہے ابو جعفر احمد بن محمد بن سلامہ بن سلمہ بن عبد الملک ، چونکہ امام طحاوی کا تعلق یمن کے مشہور قبیلہ ازد کی شاخ حجر سے تھا اس لئے اس کی طرف منسوب ہو کر آپ ازدی اور حجری کہلاتے ہیں اور چونکہ آپ کے آباؤ اجداد مصر میں فروکش ہو گئے تھے اس لئے آپ مصری بھی کہلاتے ہیں اور طحطا مصر کے ایک گاؤں کا نام ہے جس کی طرف منسوب ہو کر آپ طحاوی بھی کہلاتے ہیں۔

پیدائش اور تحصیل علم :- امام طحاویؒ کی ولادت ۲۳۹ھ میں ہوئی جب آپ سن شعور کو پہنچے تو طلب علم کے لیے آپ وطن سے مصر روانہ ہوئے اپنے ماموں ابو ابراہیم اسماعیل بن یحییٰ مزنی جو امام شافعیؒ کے اجل تلامذہ اور سربر آوردہ اصحاب میں سے تھے ان سے علم حاصل کیا اسی لئے ابتدا میں آپ شافعی المسلک تھے لیکن بعد میں آپ نے امام ابو حنیفہؒ کے شاگردوں کی کتابوں کا مطالعہ کیا اور اصول و فروع میں انکے نقطہ نظر کا جائزہ لیا، جب آپ کو امام ابو حنیفہؒ کے مذہب کی صحیح طور پر معرفت حاصل ہو گئی تو آپ نے اپنے مذہب حنفی اختیار کیا اور امام ابو حنیفہؒ کے پیروکاروں کے زمرہ میں داخل ہو گئے۔

سماع حدیث کے لئے سفر :- امام طحاویؒ نے امام مزنیؒ کے علاوہ مصر کے دیگر محدثین کی خدمت میں بھی حاضر ہو کر فقہ و حدیث کا علم حاصل کرتے رہے، اپنے شہر کے شیوخ سے استفادہ کے بعد ملک شام روانہ ہوئے اور بیت المقدس، غزہ اور عسقلان کے شیوخ سے

حدیث کو حاصل کیا اور دمشق میں قاضی ابوعازم عبدالحمید کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان سے علم فقہ کی تحصیل کی، علامہ کوثریؒ فرماتے ہیں کہ جو شخص امام طحاوی کے شیوخ پر نظر ڈالے گا اسے بخوبی معلوم ہو جائے گا کہ انکے شیوخ میں مصری، مغربی، یمنی، بصری، کوفی، حجازی، شامی اور خراسانی مختلف ممالک کے حضرات ہیں جن سے آپ نے حدیث کو حاصل کیا اور دیگر شہروں کے شیوخ سے بھی آپ نے علم حاصل کیا، یہاں تک کہ وہ علوم جو مختلف مشائخ کے پاس تھے ان سب کو امام طحاویؒ نے سمیٹ لیا اور بالآخر ایک وقت وہ آیا کہ تحقیق مسائل اور دقت نظر میں امام طحاویؒ کا کوئی مثل نہ تھا۔

اصحاب و تلامذہ:۔ امام طحاویؒ کے علمی کمالات نے آپکی ذات گرامی کو طالبان حدیث و فقہ کا مرجع بنا دیا تھا، اختلاف مسلک کے باوجود دور دراز ملکوں سے طالبان علوم سفر کی صعوبتیں اٹھا اٹھا کر استفادہ کیلئے آپکے پاس آتے تھے چنانچہ آپکی تعلیم و تربیت سے محدثین اور فقہاء کی ایک بڑی جماعت تیار ہوئی۔

علو شان و علمی مقام:۔ امام طحاویؒ حفظ حدیث کے ساتھ ساتھ فقہ اور اجتہاد میں بہت بلند مقام رکھتے تھے، قافلہ علم میں بہت کم ایسے حضرات ملیں گے جو بیک وقت حدیث، فقہ اور اصول فقہ میں امام طحاویؒ کے ہم پلہ ہوں، آپکا شمار کبار مجتہدین میں ہوتا ہے، چنانچہ ملاطی قاریؒ نے آپکو طبقہ ثالثہ کے محدثین میں شمار کیا ہے، اس سے مراد وہ مجتہدین ہیں جو ان مسائل میں اجتہاد کرتے ہیں جن میں صاحب مذہب سے کوئی روایت منقول نہ ہو اور مولانا عبدالحی نے آپ کو امام یوسفؒ اور امام محمدؒ کے طبقہ میں شمار کیا ہے اور فرمایا ہے کہ امام طحاویؒ کا رتبہ صاحبین سے کم نہیں تھا۔

امام طحاویؒ کے کمالات کا اعتراف:۔ امام طحاویؒ کے فضل و کمال، ثقاہت

ودیانت کا اعتراف ہر دور کے محدثین و مورخین نے کیا ہے۔

علامہ عینیؒ نخب الافکار میں فرماتے ہیں کہ امام طحاویؒ کی ثقاہت، امانت و دیانت و شخصیت کاملہ اور علم حدیث میں یدِ طولیٰ اور حدیث کے تاریخ و منسوخ کی مہارت پر اجماع ہو چکا ہے اور امام طحاویؒ کے بعد کوئی اگلے مقام پر نہ آسکا۔

ابوسعید بن یونسؒ تاریخ علماء مصر میں امام طحاویؒ کے حالات کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ امام طحاویؒ ثقہ، قابل اعتماد تھے، اور عالم تھے اگلے بعد کوئی ان جیسا عالم نہیں ہوا۔

امام ذہبیؒ تاریخ کبیر میں فرماتے ہیں کہ امام طحاویؒ ثقہ، محدث، حافظ، اونچے درجے کے امام اور علم و ادب میں ثقہ، قابل اعتماد تھے اور عاقل انسان تھے۔

ابن کثیرؒ البدایہ والنہایہ میں فرماتے ہیں کہ امام طحاویؒ کا شمار قابل اعتماد، حافظ اور سمجھدار لوگوں میں ہوتا ہے، بہر حال یہ یقینی بات ہے کہ امام طحاویؒ قرآن و حدیث سے استنباط کرنے میں اور فقہ میں اپنے معاصرین اور مابعد کے علماء میں نظیر نہیں رکھتے تھے، انہیں اعلم الناس بمذہب ابی حنیفہؒ کا لقب دیا گیا ہے۔

تصانیف و تالیفات :- امام طحاویؒ کی تالیفات کثرت فوائد کے لحاظ سے دیکھی جائیں یا جامعیت اور تحقیق کے پہلو سے، ہر طرح سے آپکی تالیفات نہایت مقبول و ممتاز رہی ہیں۔ جنکو علماء و فقہاء نے ہمیشہ بڑی قدر کی نگاہ سے دیکھا ہے، امام طحاویؒ کی تصنیفات کی تعداد تیس کے قریب ہے جن میں چند یہ ہیں (۱) شرح معانی الآثار جو طحاوی شریف کے نام سے مشہور ہے یہ علم حدیث کی مشہور کتاب ہے دارالعلوم دیوبند اور مدارس عربیہ میں صحاح ستہ کے ساتھ دورہ حدیث کے سال پڑھائی جاتی ہے۔

(۲) العقیدۃ الطحاویہ، علم عقائد پر بہت مشہور کتاب ہے اسکا پورا نام یہ ہے ”بیان اعتقاد اہل السنۃ والجماعت علی مذہب الفقہاء المسلمۃ ابی حنیفہؒ و ابی یوسفؒ و محمد بن الحسن الشیبانیؒ“، اس میں اہل سنت

والجماعت کے عقائد حضرت امام ابوحنیفہؒ اور حضرت امام ابو یوسفؒ اور حضرت امام محمدؒ کے مذہب کے مطابق بیان کیے گئے ہیں، عقیدہ کے لحاظ سے ایک مسلمان کو جن مسائل کی ضرورت ہوتی ہے وہ تمام مسائل اس میں جمع کر دیئے گئے ہیں

(۳) مشکل الامار (۴) احکام القرآن (۵) مختصر الطحاوی فی الفقہ (۶) کتاب الشروط الکبیر (۷) کتاب الشروط الاوسط (۸) شرح الجامع الکبیر (۹) شرح الجامع الصغیر (۱۰) کتاب التاريخ الکبیر (۱۱) اخبار ابی حنیفہؒ واصحابہ (۱۲) سنن الشافعی اس میں امام شافعیؒ کی روایات جمع کی گئیں ہیں

وفات :- آخریہ آفتاب روشن اپنے علم و عرفان سے جہان کو روشن کرتا ہوا "مَنْ عَلِيهَا فَنان" کے اصول کے تحت ۴ ذیقعدہ جمعرات کی شب ۳۲ھ کو ہمیشہ کے لئے غروب ہو گیا اور اپنے متعلقین کے دلوں میں ہمیشہ کے لئے جدائی کا غم چھوڑ گیا۔

مبادیات علم عقائد

علم عقائد کی لغوی تعریف :- عقائد، عقیدہ کی جمع ہے بمعنی رل میں جمایا ہوا یقین اور اعتقاد، عقیدہ کا مادہ عقد ہے اور یہ عقد الحبل سے مشتق ہے کہ اس نے رسی کو گرہ دی، یعنی چند بنیادی حقائق کے بارے میں یقین اور تصدیق قلبی کو پختہ کرنا اور اعتقاد کو ایسا مضبوط بنانا جیسے گرہ باندھی جاتی ہے۔

علم عقائد کی اصطلاحی تعریف :- **مَوْعِيلٌ يُقْتَدِرُ بِهِ عَلَى اثْبَاتِ الْعَقَائِدِ الدِّينِيَّةِ بِإِثْرَادِ الْحُجَجِ عَلَيْهَا وَدَفْعِ الشُّبُهَاتِ عَنْهَا.**

علم عقائد وہ علم ہے جس سے ادلہ تفصیلہ کے ساتھ عقائد دینیہ اسلامیہ کے اثبات اور ان سے دفع شکوک و شبہات پر قدرت حاصل ہوتی ہے۔

علم عقائد کا موضوع :- ذات و صفات باری تعالیٰ اور مسائل معاد ہیں، ان ہی کے احوال سے اس فن میں بحث کرنا مقصود اصلی ہے، انکے علاوہ دوسرے مباحث یا تو بطور تمہید یا مخالفین کے رد یا اتمام فائدہ کے لئے لائے گئے ہیں، علامہ ابن خلدون فرماتے ہیں کہ علم عقائد کا موضوع وہ تسلیم شدہ عقائد ایمانیہ ہیں جنکا ثبوت پختہ دلائل عقلیہ سے ہو، تا کہ بدعت کی بیخ کنی ہو اور شکوک و شبہات رفع ہوں۔

علم عقائد کی غرض قریب :- اصول شرعیہ کے موافق عقائد اسلامیہ کی صحیح معرفت و بصیرت حاصل کرنا اور ان پر قائم و مستقیم رہنا۔

علم عقائد کی غرض بعید :- اپنے عقائد درست کر کے جنت الفردوس میں ہمیشہ آرام پانا

اور صحیح عقائد کے سبب سے دوزخ کے تحت عذابوں سے نجات پاتا۔

علم عقائد کی اہمیت اور عظمت شان :- انسان کی کامیابی تین چیزوں پر منحصر ہے (1) عقائد کی اصلاح (2) اعمال کی اصلاح (3) اخلاق کی اصلاح، پھر ان میں اہم اور بنیادی چیز عقائد کی اصلاح ہے کیونکہ اعمال اور اخلاق بھی عقائد کی صحت پر موقوف ہیں، اگر عقائد صحیح ہو گئے تو پھر اعمال دربار الہی میں مقبول ہو گئے اور اخلاق کا ثمرہ بھی ملے گا، لیکن اگر عقائد خراب ہوئے پھر نہ تو اعمال معتبر ہو گئے اور نہ ہی اخلاق کا ثمرہ ملے گا، قرآن و سنت میں عقائد کو بڑی وضاحت کے ساتھ بیان کیا گیا ہے چنانچہ ابراہیمؑ کی دعا ہے ”وَاجْنُبْنِي وَبَنِيَّ أَنْ نَعْبُدَ الْأَصْنَامَ“ (سورۃ ابراہیم)

اے اللہ! مجھ کو اور میری اولاد کو بت پرستی سے دور رکھ۔

اور دوسری جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے :-

وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِي كُلِّ أُمَّةٍ رَسُولًا أَنْ اعْبُدُوا اللَّهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوتَ (سورۃ النحل)

اور ہم نے ہر جماعت میں ایک رسول بھیجا کہ اللہ ہی کی عبادت کرو اور بتوں کی پرستش سے اجتناب کرو،

اور ایک جگہ ارشاد خداوندی ہے وَمَنْ يُكْفُرْ بِاللَّهِ وَمَلَائِكَتِهِ وَكُتُبِهِ وَرُسُلِهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا بَاطِنًا (سورۃ النساء)

اور جس شخص نے اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتوں کا اور اس کی کتابوں کا اور اس کے رسولوں کا اور آخرت کے دن کا انکار کیا تو بلاشبہ وہ راہ راست سے بہت دور جا پڑا۔

لہذا انسان کی کامیابی کا مدار حقیقت میں ایمان اور عقائد کی درستگی پر ہے اگر ایمان کی دولت اور عقائد کی درستگی نہ ہوئی تو قیامت کے دن بڑے بڑے اعمال بھی راکھ کی طرح اڑ جائیں گے اور انسان خالی ہاتھ رہ جائے گا۔

لہذا جسکا عقیدہ اور ایمان جتنا پختہ اور مضبوط ہوگا تو اسکا ارادہ اور عزم بھی اتنا ہی مضبوط ہوگا اور وہ اتنا ہی عظیم الشان کام سرانجام دے سکے گا، اس عقیدہ کو کمزور اور خراب کرنے کے لئے مختلف قسم کے گمراہ لوگ اور طاغوتی طاقتیں اور شیاطین وغیرہ غلط پروپیگنڈہ اور شکوک و شبہات ڈال کر عقائد کو کمزور کرنے کی کوشش کرتی رہی ہیں، اس لیے سلف صالحین اور ائمہ کرام نے عقائد کو صحیح کرنے کے لیے بڑی بڑی کوششیں کی ہیں اور اعتقاد کی حفاظت کے لیے عقائد پر کتابیں تصنیف کی ہیں چنانچہ حضرت امام ابوحنیفہؒ نے رسالہ فقہ اکبر لکھ کر عقائد کو سمجھایا ہے اور امام طحاویؒ نے العقیدہ الطحاویہ لکھ کر عقائد کو واضح کیا ہے۔

ائمہ عقائد

علم عقائد میں اہل سنت والجماعت کے دو مشہور امام گزرے ہیں۔

(۱) امام ابو الحسن الاشعریؒ:- انکا اسم گرامی علی بن اسماعیل بن ابی بشر ہے آپکا سلسلہ نسب جلیل القدر صحابی حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے جاملتا ہے اس لیے آپ اشعری کہلاتے ہیں آپ ۲۶۰ھ بمقام بصرہ میں پیدا ہوئے اور ۳۳۰ھ بمقام بغداد میں آپ نے وفات پائی، آپ نے ابتدا میں ابوعلی عبدالوہاب جبائی معتزلی سے تعلیم حاصل کی اور اپنی عمر کے چالیس سال معتزلہ عقائد کی ترویج دینے میں گزارے اور انکے امام رہے، لیکن رب العزت کو منظور تھا کہ ان سے دین حق کی تائید و نصرت کروانی تھی چنانچہ رمضان المبارک میں تین دفعہ حضور اقدس ﷺ کی زیارت نصیب ہوئی اور ہر بار آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا اے ابو الحسن ان عقائد کی تائید کرو جو مجھ سے مروی ہیں، چنانچہ رب العزت نے دیکھیری فرمائی اور آپ نے معتزلہ کے مذہب سے توبہ کی اور بصرہ کی جامع مسجد میں جا کر اعلان کیا کہ میں نے معتزلہ عقائد سے توبہ کر لی ہے، اسکے بعد بغداد جا کر حدیث و فقہ کی تکمیل کی اور اہلسنت والجماعت کے عقیدوں کی پُر زور تائید کی، حتیٰ کہ معتزلہ کے بے بنیاد عقائد کی عمارت متزلزل ہوگئی اور انکے رد میں

کثرت سے کتابیں لکھیں اور آپ خود مذہباً شافعی تھے اور شافعیوں میں آپ کی بڑی قدر و منزلت ہوئی سینکڑوں ہزاروں علماء آپ کے شاگرد ہوئے ان میں مشہور آپ کے شاگرد ابو بکر باقلانی، ابو اسحاق اسفرانی اور ابو بکر بن نورک ہیں۔

(۲) امام ابو منصور محمد بن محمود سمرقندی ماتریدیؒ:۔ علم عقائد میں اہل سنت والجماعت کے دوسرے مشہور امام ابو منصور محمد بن محمود سمرقندی ماتریدیؒ ہیں، سمرقند کے علاقہ میں ماترید ایک قصبہ تھا جہاں آپ پیدا ہوئے اس لئے آپ ماتریدی کی نسبت سے بھی مشہور ہیں، علم الہدیٰ آپ کا لقب تھا آپ ماوراء النہر کے علاقے میں اہلسنت والجماعت کے امام تھے آپ فقہ میں حنفی مسلک رکھتے تھے اور آپ نے امام ابو نصر عیاضؒ سے شرف تلمذ حاصل کیا اور وہ امام ابو بکر جوزجانیؒ کے شاگرد ہیں اور انہوں نے امام محمدؒ کی شاگردی اختیار کی تھی اسلئے آپ دو واسطوں سے امام محمدؒ اور امام ابو یوسفؒ کے شاگرد ہوئے آپ کی تصنیفات میں سے کتاب التوحید، کتاب المقالات، تاویلات القرآن، بیان وہم المحترکہ، کتاب ماخذ الشرائع، اصول الفقہ اور کتاب الجدل مشہور ہیں اور آپ نے ۳۳۳ھ میں وفات پائی ہے۔

یہ دونوں حضرات اہل سنت والجماعت کے علم عقائد میں امام ہیں اور انکے بیان کردہ عقائد قرآن و سنت سے اخذ ہیں اور حضرات صحابہ کرامؓ اور تابعین عظامؓ اور سلف صالحینؓ سے منقول ہیں اور علمائے امت انہی عقائد پر قائم رہے اور ان ہی عقیدوں پر خاتمہ کی تمنا کرتے رہے اور اہل سنت والجماعت میں سے خواہ حنفی ہوں یا مالکی، حنبلی ہوں یا شافعی ان کے بیان کردہ عقائد پر متفق ہیں اور علم عقائد میں انکو اپنا امام مانتے ہیں، اشاعرہ اور ماتریدیہ کا علم کلام کے بعض مسائل میں اختلاف ہے جنکی تعداد علامہ سبکیؒ کے قول کے مطابق بارہ ہے باقی ہر مسئلہ میں یہ دونوں امام متفق ہیں اور مسائل اختلافیہ میں شوافع امام اشعریؒ کے تابع ہیں اس لئے انکو اشاعرہ کہتے ہیں اور احناف اختلافی مسائل میں امام ماتریدیؒ کے تابع ہیں اس لئے انکو ماتریدیہ کہتے ہیں۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

هَذَا مَارَوَاهُ الْإِمَامُ أَبُو جَعْفَرٍ الطَّحَاوِيُّ فِي ذِكْرِ بَيَانِ اعْتِقَادِ أَهْلِ السُّنَّةِ
وَالْجَمَاعَةِ، عَلَى مَذْهَبِ فُقَهَاءِ الْمِلَّةِ: أَبِي حَنِيفَةَ النُّعْمَانَ بْنِ ثَابِتِ الْكُوفِيِّ
وَأَبِي يُوسُفَ يَعْقُوبَ بْنِ إِبْرَاهِيمَ الْأَنْصَارِيِّ، وَأَبِي عَبْدِ اللَّهِ مُحَمَّدَ بْنِ الْحَسَنِ
الشَّيْبَانِيِّ، رِضْوَانُ اللَّهِ تَعَالَى عَلَيْهِمْ أَجْمَعِينَ وَمَا يُعْتَقِدُونَ مِنْ أُصُولِ الدِّينِ
وَيُؤَيِّدُونَ بِهِ لِرَبِّ الْعَالَمِينَ قَالَ الْإِمَامُ وَبِهِ قَالَ الْإِمَامَانِ الْمَذْكُورَانِ رَحِمَهُمَا اللَّهُ
تَعَالَى: نَقُولُ فِي تَوْحِيدِ اللَّهِ مُعْتَقِدِينَ بِتَوْفِيقِ اللَّهِ تَعَالَى إِنَّ اللَّهَ تَعَالَى
وَاحِدٌ لَا شَرِيكَ لَهُ وَلَا شَيْءٌ مِثْلُهُ، وَلَا شَيْءٌ يُعْجِزُهُ وَلَا إِلَهَ غَيْرُهُ.

ترجمہ:- یہ وہ ہے جسکو روایت کیا ہے حضرت امام ابو جعفر طحاوی نے اہل سنت

وجماعت کے اس اعتقاد کے بیان کے ذکر میں، جو فقہاء ملت حضرت امام ابو حنیفہ نعمان بن
ثابت کوئی اور حضرت امام ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم انصاری اور حضرت ابو عبد اللہ محمد بن
حسن شیبانی کے مذہب کے مطابق ہے اور اس میں وہ اصول دین بھی ذکر کیے گئے ہیں جن پر ائمہ
اعتقاد رکھتے تھے، اور ان کے مطابق اللہ رب العالمین کے مطیع ہوتے تھے۔

حضرت امام ابو حنیفہ نے فرمایا اور یہی فرماتے ہیں دونوں مذکورہ امام یعنی امام ابو یوسف اور امام محمد
اللہ رب العزت کی توفیق کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی توحید کے متعلق ہم اس اعتقاد کا اظہار کرتے ہیں
کہ اللہ تعالیٰ واحد ہیں انکا کوئی شریک نہیں، کوئی چیز انکی مثل نہیں اور نہ کوئی چیز انکو عاجز کر سکتی ہے
اور اسکے سوا کوئی معبود نہیں۔

تجزیہ عبارت :- مذکورہ عبارت میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ یہ عقائد امام ابو حنیفہ

اور امام ابو یوسف اور امام محمد کے مذہب سے اخذ کیے گئے ہیں اور اسکے بعد توحید کا اثبات کیا گیا

-۴-

ماخذ کتاب

تشریح

قَوْلُهُمْ مَا رَوَاهُ الْإِمَامُ أَبُو جَعْفَرٍ الطَّحَاوِيُّ الرَّحْمَنُ

امام ابو جعفر طحاویؒ نے اس کتاب میں اہل سنت والجماعت کے ان عقائد و اصول دین کو بیان کیا ہے جو فقہیہ ملت حضرت امام ابو حنیفہؒ سے اور ائمہ احناف حضرت امام ابو یوسفؒ اور حضرت امام محمدؒ سے منقول ہیں اور امام ابو حنیفہؒ نے یہ عقائد تابعینؒ اور صحابہ کرامؓ سے لیے ہیں اور صحابہ کرامؓ نے یہ عقائد براہ راست سرور دو عالم ﷺ سے سیکھے تھے اور ان عقائد کے مطابق اپنی زندگی گزار رہی تھی۔

توحید باری تعالیٰ

قَوْلُهُ نَقُولُ فِي تَوْحِيدِ اللَّهِ مُتَعَدِّينَ بِتَوْفِيقِ اللَّهِ تَعَالَى إِنَّ اللَّهَ تَعَالَى
وَاحِدٌ لَا شَرِيكَ لَهُ

اللہ تعالیٰ کی توفیق کے ساتھ اللہ رب العزت کی توحید کے متعلق ہم اس اعتقاد کا اظہار کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ تھا ہیں انکا کوئی شریک نہیں۔

مصنفؒ نے توحید کے عقیدہ کو باقی عقائد سے اس لیے مقدم کیا ہے کیونکہ حضرت آدمؑ سے لیکر

حضرت محمد رسول ﷺ تک تمام پیغمبروں کی اجماعی دعوت اور اولین دعوت توحید تھی اور توحید ہی تمام اعمال کی مقبولیت کی بنیاد ہے، اسلئے جب بچہ بولنا سکھے تو پہلے اسے لا الہ الا اللہ یاد کروایا جائے اور کلمہ کا معنی اور مفہوم یاد کروایا جائے تاکہ توحید اسکے دل و دماغ میں رچ بس جائے اور جب بچہ سن بلوغت کو پہنچتا ہے تو پہلی جو چیز اس پر واجب ہے وہ یہ ہے کہ اللہ کے ایک معبود ہونے کی گواہی دے اور ساتھ ساتھ حضور اقدس ﷺ کے رسول ہونے کی بھی گواہی دے اور جب کوئی بندہ اس دنیا فانی کو چھوڑ کر آخرت کا سفر کرتا ہے اسوقت بھی توحید کا اقرار ضروری ہے جیسا کہ حضور اقدس ﷺ کا ارشاد ہے:-

”مَنْ كَانَ آخِرُ كَلَامِهِ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ دَخَلَ الْجَنَّةَ (متدرک حاکم)

تو معلوم ہوا جس طرح بالغ ہوتے ہی توحید کا اقرار ضروری ہے اسی طرح آخرت کی جانب روانہ ہوتے ہوئے بھی توحید کا اقرار ضروری ہے۔

اقسام توحید

توحید کی تین قسمیں ہیں (۱) توحید فی الالوہیت (۲) توحید فی الزبویہ (۳) توحید فی الصفات

قسم اول، توحید فی الالوہیت :- یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ الہ اور معبود ہونے میں وحدہ لا شریک ہیں اور وہی عبادت کے لائق ہیں اور انہی سے ہر حال میں استعانت حاصل کی جائے اور انہی کو بطاء و ماویٰ سمجھا جائے اور اسی توحید کی انبیاء علیہم السلام نے اپنی اپنی قوموں کو دعوت دی جیسے ارشاد باری تعالیٰ ہے ”وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رُسُولٍ إِلَّا نُوْحِي إِلَيْهِ أَنَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنَا فَاعْبُدُونِ“ (سورۃ الانبیاء آیت ۲۵)

اور جو ہم نے آپ سے پہلے رسول بھیجے انکی طرف یہی وحی کی کہ میرے سوا کوئی معبود نہیں تم میری عبادت کرو،

قسم ثانی، توحید فی الربوبیت:۔ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز کے رب اور خالق ہونے میں تمہا ہیں اور ساری کائنات اپنی پرورش میں اللہ رب العزت کی محتاج ہے، اللہ تعالیٰ کی ربوبیت اور خلقت کے دلائل اور آثار اس قدر روشن اور واضح ہیں کہ انسان تمہوڑا سا بھی غور کر لے تو وہ توحید فی الربوبیت کا قائل ہو جائے گا جیسے رب العزت کا ارشاد ہے ”أَلَيْسَ اللَّهُ شَكَّ فَاطِرِ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ“ (سورۃ ابراہیم آیت ۱۰)

کیا اللہ میں کچھ شک ہے جو آسمانوں اور زمین کو پیدا کرنے والا ہے۔

قسم ثالث، توحید فی الصفات:۔ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی صفات میں تمہا ہیں صفات میں انکا کوئی مثل اور شریک نہیں اور کوئی بھی اللہ تعالیٰ کی صفات میں اسکے مماثل نہیں ہے اور بعض صفات مثلاً سمیع، علیم، رؤف اور رحیم وغیرہ بندوں میں بھی پائی جاتی ہیں وہ اللہ تعالیٰ کی صفت سمیع، علیم، رؤف اور رحیم ہونے کے مماثل نہیں ہے جیسے ارشاد باری تعالیٰ ہے: ”لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ“ (سورۃ الشوریٰ آیت ۱۱)

کوئی چیز اللہ تعالیٰ کے مثل نہیں اور وہ سننے والا اور جاننے والا ہے
قَوْلُهُ وَلَا شَيْءٌ مِّثْلَهُ، وَلَا شَيْءٌ يُعْجِزُهُ وَلَا إِلَهَ غَيْرُهُ.

اور کوئی چیز اللہ تعالیٰ کے مثل نہیں ہے اور نہ کوئی شئی اللہ تعالیٰ کو عاجز کر سکتی ہے اور اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے، اسیں جہمیر فرقہ کا رد ہے جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی صفات کی نفی کی ہے دلیل یہ دیتے ہیں کہ اگر اللہ تعالیٰ کیلئے صفات ثابت کی جائیں تو توحید ختم ہو جاتی ہے اور متعدد خداؤں کو ماننا لازم آتا ہے۔

لیکن جہمیر کا یہ قول باطل ہے کیونکہ اگر اللہ تعالیٰ کی ذات کو صفات سے خالی کر دیا جائے تو اس سے اللہ تعالیٰ کا معطل اور بیکار ہونا لازم آتا ہے اور دوسری وجہ یہ ہے کہ کسی ذات کا صفات سے خالی ہونا اسکا خارج میں پایا جانا ممکن نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی صفات ماننے سے متعدد

خداؤں کا ماننا لازم نہیں آتا کیونکہ اللہ تعالیٰ کی صفات اللہ تعالیٰ کا غیر نہیں ہیں جس سے تعذر الہیہ لازم آئے۔

اللہ تعالیٰ کو کوئی چیز عاجز نہیں کر سکتی

وہ اپنی قدرت میں کامل ہیں، کیونکہ عجز تو ضعف سے پیدا ہوتا ہے کہ جس کام کے کرنے کا ارادہ کرتا ہو اسے نہیں کر پاتا اللہ تعالیٰ تو کمال قدرت والے ہیں یا عجز اس لئے ہوتا ہے کہ اسکو علم نہیں ہوتا کہ وہ کس طرح کرے اللہ تعالیٰ سے تو کوئی ذرہ بھی پوشیدہ نہیں وہ ہر چیز پر قادر ہے اور ہر چیز کے متعلق کامل علم رکھتا ہے جیسے ارشاد باری تعالیٰ ہے ”وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُعْجِزَهُ مِنْ شَيْءٍ فِي

السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ إِنَّهُ كَانَ عَلِيمًا قَدِيرًا“ (سورۃ فاطر آیت ۴۴)

اور وہ خدا ایسا نہیں کہ آسمانوں اور زمین میں کوئی چیز اسکو عاجز کر سکے وہ علم والا اور قدرت والا ہے، اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات ثابت ہونے کے بعد نتیجہ یہ نکلا کہ اللہ تعالیٰ کی ذات کے علاوہ کوئی عبادت کے لائق نہیں جیسے اللہ رب العزت کا ارشاد ہے ”وَاللَّهُكُمْ إِلَهٌ وَاحِدٌ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الرَّحْمَنُ الرَّحِيمُ“ (سورۃ البقرہ ۱۶۳)

کہ تمہارا معبود ایک ہی معبود ہے، نہیں ہے معبود مگر وہی جو رحمن اور رحیم ہے،

قَدِيمٌ بَلَا اِبْتِدَاءٍ ذَاتِمٌ بَلَا اِنْتِهَاءٍ لَا يَفْنَى وَلَا يَبِيدُ، وَلَا يَكُونُ اِلَّا مَا يَرِيْدُ لَا تَبْلُغُهُ الْاَوْهَامُ وَلَا تَلْبَسُ كُنْهِ الْاَفْهَامِ وَلَا تُشْبِهُهُ الْاَنَامُ حَيٌّ لَا يَمُوْتُ قَيُّوْمٌ لَا يَنْامُ خَالِقٌ بَلَا حَاجِزٍ اَزِى لِهْمٌ بَلَا مَوْنَةٍ مُبْمِيتٌ بَلَا مَخَافَةٍ بَاعِثٌ بَلَا مُشَقَّةٍ.

ترجمہ:- وہ قدیم ازلی ہیں جنکی کوئی ابتداء نہیں، وہ دائمی ہیں جنکی کوئی انتہاء نہیں، نہ وہ

ذات فنا ہوگی اور نہ اسپر ہلاکت طاری ہوگی اور نہیں ہوتا مگر جسکا وہ ارادہ کرتا ہے، اس تک وہ ہم کی رسائی نہیں ہوتی اور نہ ہی فہم اسکا ادراک کر سکتا ہے، اور مخلوق اسکے مشاہدہ نہیں، وہ زندہ ہیں

اسپر موت طاری نہیں ہوگی، وہ قوم ہیں یعنی خود قائم ہیں اور تمام چیزوں کو قائم رکھنے والے ہیں اسپر نیند طاری نہیں ہوتی، وہ خالق ہیں بغیر احتیاج کے یعنی اسکو کسی کے پیدا کرنے کی ضرورت نہیں، وہ رازق ہیں بغیر مشقت اٹھائے ہوئے، وہ مارنے والے ہیں بغیر کسی ڈر کے، وہ دوبارہ اٹھانے والے ہیں بغیر مشقت کے،

تجزیہ عبارت :- مذکورہ بالا عبارت میں مصنفؒ نے اللہ کی صفات بیان کی ہیں کہ وہ قدیم اور ابدی ہیں جس پر فنا اور ہلاکت نہیں آسکتی اور ہر کام اسکے ارادے سے ہوتا ہے اور اس تک وہم کی رسائی نہیں ہو سکتی اور وہ جی، قوم ذات ہے اور وہ خالق، رازق، مہیت اور دوبارہ اٹھانے والے ہیں بغیر مشقت کے،

تشریح

قَوْلُهُ قَدِيمٌ بِلَا اِبْتِدَاءٍ دَائِمٌ بِلَا اَنْتِهَاءٍ

اللہ تعالیٰ کی ذات قدیم اور دائم ہے

اللہ تعالیٰ ایسے قدیم ازلی ہیں جن کی کوئی ابتداء نہیں اور ایسے دائمی ہیں اسکی کوئی انتہاء نہیں، کائنات میں جتنی چیزیں ہیں انکی ابتداء بھی ہے اور انتہاء بھی، اللہ تعالیٰ ایسے قدیم ہیں جسکی کوئی ابتداء نہیں اور ہمیشہ رہیں گے جسکی کوئی انتہاء نہیں، اسی کو رب العزت اپنی مقدس کتاب میں ارشاد فرماتے ہیں ”فَسُوْا الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ“ (سورۃ المدیآت ۳) اسی کو سرور دو عالم ﷺ یوں ارشاد فرماتے ہیں ”اَللّٰهُمَّ اَنْتَ الْاَوَّلُ فَلَيْسَ قَبْلَكَ شَيْءٌ وَاَنْتَ الْاٰخِرُ فَلَيْسَ بَعْدَكَ شَيْءٌ“ (مسلم شریف)

اے اللہ! تو ہی اول ہے اور تجھ سے پہلے کوئی شئی نہیں اور تو ہی آخر ہے تیرے بعد کوئی شئی نہیں۔

قَوْلُهُ لَا يَفْنَى وَلَا يَبِيدُ، وَلَا يَكُونُ إِلَّا مَا يَرِيدُ لَا تَبْلُغُهُ الْأَوْهَامُ وَلَا تَلْبَسُ كُهُ الْأَفْهَامُ
وَلَا تُشْبِهُهُ الْأَنَامُ

اللہ تعالیٰ کی ذات پر فقا نہیں

اللہ کی ذات نہ فنا ہوگی اور نہ اس پر ہلاکت طاری ہوگی اور کوئی چیز اس کے ارادے کے بغیر نہیں ہوتی اور اللہ کی ذات تک نہ وہم کی رسائی ہے اور نہ ہی فہم اسکا ادراک کر سکتا ہیں اور مخلوقات میں سے کوئی بھی ایسا نہیں جس پر ہلاکت اور فنا طاری نہ ہو بلکہ مخلوقات میں سے ہر ایک پر فنا اور ہلاکت طاری ہوگی اسی کو رب العزت اپنی مقدس کتاب میں فرماتے ہیں "كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ وَيَبْقَىٰ وَجْهَ رَبِّكَ ذُو الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ" (سورۃ الرحمن آیت ۲۶، ۲۷)

جو بھی مخلوق زمین پر ہے سب کو فنا ہونا ہے اور تیرے رب کی ذات ہی باقی رہے گی جو جلال اور عظمت والی ہے، یہاں پر لایفنی اور لایبیدو دونوں مترادف المعنی ہیں دونوں کو اکٹھا ذکر کرنے سے مقصود تاکید ہے۔

ہر کام اللہ تعالیٰ کے ارادے سے ہوتا ہے

جسکا اللہ تعالیٰ ارادہ کرتے ہیں وہی ہوتا ہے کوئی کام اسکے ارادہ کے بغیر نہیں ہوتا اور اللہ تعالیٰ ایسی وراء الوراہ ذات ہیں کہ ان تک نہ وہم کی رسائی ہو سکتی ہے اور نہ ہی عقل فہم اسکا ادراک کر سکتے ہیں، اور مخلوق اسکے مشابہ نہیں ہے۔

یہ جو امام طحاویؒ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے ارادہ سے سب کچھ ہوتا ہے اسمیں اصل معتزلہ اور کرامیہ کا رد کرنا مقصود ہے بعض معتزلہ کا مذہب یہ ہے کہ ارادہ اللہ تعالیٰ کی صفت ہے اور اللہ تعالیٰ مرید ہیں لیکن صفت ارادہ حادث قائم بالذات ہے، نہ اللہ تعالیٰ سے قائم ہے اور نہ غیر سے وہ ارادہ کو کسی محل اور موصوف کے ساتھ قائم نہیں مانتے اور کرامیہ کا مذہب یہ ہے کہ ارادہ اللہ تعالیٰ کی

صفت حادثہ قائم بذات اللہ ہے انکے نزدیک اللہ تعالیٰ کیساتھ حوادث کا قائم ہونا جائز ہے، اہل سنت والجماعت کے نزدیک اللہ تعالیٰ کی صفت ازلی ہے جو اللہ تعالیٰ کی ذات کے ساتھ قائم ہے جیسے ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

”إِنَّمَا أَمْرُهُ إِذْ أَرَادَ شَيْئًا أَنْ يَقُولَ لَهُ كُنْ فَيَكُونُ“ (سورۃ یسن آیت ۸۲)

کہ اللہ تعالیٰ کا حکم یہی ہے کہ جب وہ کسی چیز کا ارادہ کریں تو اسکو کہتے ہیں ہو جاوہ اسی وقت ہو جاتی ہے، اور دوسری جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

”وَلَكِنَّ اللَّهَ يَفْعَلُ مَا يُرِيدُ“ (سورۃ البقرۃ آیت ۲۵۳)

اور لیکن اللہ تعالیٰ جو ارادہ کرتے ہیں وہ کرتے ہیں، نیز اللہ تعالیٰ کے ارادے کے ثبوت پر نصوص قرآنیہ کا ذخیرہ موجود ہے، نیز اللہ تعالیٰ کے لئے صفت ارادہ کے ثبوت پر نظام عالم کا انوکھے طور پر ہونا بھی دلیل ہے اسلئے کہ بغیر ارادہ اور اختیار کے کوئی بھی انوکھا اور عجیب فعل صادر نہیں کر سکتا چہ جائیکہ بے شمار افعال عجیبہ اللہ تعالیٰ سے صادر ہوں،

مخلوق اللہ تعالیٰ کے مشابہ نہیں

مخلوق میں سے کوئی بھی اللہ تعالیٰ کے مشابہ نہیں ہے اور نہ اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق میں سے کسی کے ساتھ مشابہت رکھتا ہے اللہ تعالیٰ کی تمام صفات مخلوق کی صفات کے منافی ہیں، اللہ تعالیٰ کی قدرت ہماری قدرت جیسی نہیں ہے اور اللہ کا علم ہمارے علم جیسا نہیں ہے اور اللہ تعالیٰ کی رویت ہماری رویت جیسی نہیں ہے، اسی کو رب العزت ارشاد فرماتے ہیں ”لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ وَهُوَ

السَّمِيعُ الْبَصِيرُ“ (سورۃ الشوریٰ آیت ۱۷۰)

کہ اللہ تعالیٰ کی مثل کوئی چیز نہیں اور وہی سننے والا دیکھنے والا ہے۔

امام طحاویؒ نے صرف ایک پہلو کو اختیار کیا ہے کہ لوگ اللہ کے ساتھ مشابہت نہیں رکھتے کیونکہ جب لوگوں کی مشابہت کی نفی ہوگی تو یہ نفی اس بات کو مستلزم ہے کہ اللہ تعالیٰ بھی کسی مخلوق کے ساتھ

مشابہت نہیں رکھتے۔

قَوْلُهُ: حَيٌّ لَا يَمُوتُ قَيُّومٌ لَا يَنَامُ خَالِقٌ بِلا حَاجَةٍ

اللہ تعالیٰ موت اور نیند سے پاک ہیں

وہ زندہ ہے اس پر موت طاری نہیں ہوتی وہ خود قائم ہے سب کو قائم رکھنے والا ہے اس پر نیند طاری نہیں ہوتی وہ خالق ہے لیکن خلق کی اسے ضرورت نہیں،

امام طاہریؒ اللہ تعالیٰ کی صفت لائے ہیں کہ وہ زندہ ہیں اور ہمیشہ زندہ رہیں گے بخلاف مخلوق کے کہ پہلے انکا وجود نہیں تھا اللہ تعالیٰ نے انہیں وجود بخشا اور حیات دی اور کچھ مدت کے بعد مخلوق میں سے ہر ایک پر فنا طاری ہو جائے گا ہمیشہ زندہ نہیں رہے گی اور مخلوق پر موت طاری ہو جائے گی اللہ تعالیٰ پر موت طاری نہیں ہوگی اور اللہ تعالیٰ خود قائم ہیں اور ساری مخلوق کو قائم رکھنے والے ہیں اور اس پر نیند طاری نہیں ہوتی بلکہ اللہ تعالیٰ کو ادگمہ بھی نہیں آتی کیونکہ نیند اور ادگمہ کا آنا حفاظت میں غفلت کی علامت ہے اسی کو رب ذوالجلال نے اپنی مقدس کتاب میں فرمایا ہے:-

”اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّومُ لَا تَأْخُذُهُ سِنَةٌ وَلَا نَوْمٌ“ (سورۃ البقرہ آیت ۲۵۵ پارہ ۳)

اللہ تعالیٰ معبود ہیں کوئی معبود نہیں سوائے انکے وہ زندہ اور قائم ہیں نہ انکو ادگمہ آتی ہے اور نہ نیند، اور

دوسری جگہ ارشاد ہے ”وَعَنَتِ الْوُجُوهُ لِلْحَيِّ الْقَيُّومِ“ (سورۃ طہ آیت ۱۱۱ پارہ ۱۶)

اور جھک جائیں گے چہرے اس ذات کے لئے جو زندہ قائم ہے،

اور حضور اقدس ﷺ کا ارشاد ہے ”إِنَّ اللَّهَ لَا يَنَامُ وَلَا يَبْطِئُ لَهُ أَنْ يَنَامَ“ (مسلم شریف)

بے شک اللہ تعالیٰ سوتے نہیں اور سونا انکی شان کے لائق بھی نہیں، اللہ تعالیٰ کی صفت حی تمام صفات کمال کو مستلزم ہے کیونکہ حی کا معنی جو زندہ ہے دیکھتا اور سنتا بھی ہے اس صفت میں اللہ تعالیٰ کے واجب الوجود ہونے کا بیان ہے، اللہ تعالیٰ کی صفت حیات اکمل اور اتم ہے کیونکہ حیات

کا اثبات ہر کمال کے اثبات کو مستلزم ہے اور اللہ تعالیٰ کی صفت قیوم اسکے کمال قدرت کو مستلزم ہے کیونکہ اس کا معنی ہے خود قائم ہونے کے ساتھ ساتھ مخلوق کو تھامنے والا اور مخلوق کو وجود بخشنے والا وہ بذاتہ قائم ہے غیر کا کسی لحاظ سے بھی محتاج نہیں بلکہ غیر کا قیام اسکے قیام پر منحصر ہے اسمیں اللہ تعالیٰ کی صفت ایجاد کا بیان ہے۔

اللہ تعالیٰ خالق ہے لیکن مخلوق کی اسے ضرورت نہیں

دنیا میں انسان جب کسی چیز کو بناتا ہے تو اسے اس چیز کی ضرورت ہوتی ہے یا اس چیز کے بنانے کے ساتھ دیگر اغراض متعلق ہوتی ہیں مثلاً کوئی کارخانہ بناتا ہے اور کوئی مل بناتا ہے تو اس کارخانہ اور مل کے بنانے میں اسکی بہت ساری اغراض ہوتی ہیں، لیکن رب العزت کی ایسی صفات ہے کہ وہ ساری کائنات کے خالق ہیں لیکن کائنات کو پیدا کرنے کے ساتھ اس کی کوئی غرض متعلق نہیں اور نہ اسے کوئی ضرورت ہے، اس کو اللہ رب العزت اپنی مقدس کتاب میں فرماتے ہیں ”يَا أَيُّهَا النَّاسُ أَنْتُمُ الْفُقَرَاءُ إِلَى اللَّهِ وَاللَّهُ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيدُ“ (سورۃ فاطر ۱۵ پارہ ۲۲)

اے لوگو! تم محتاج ہو اللہ کی طرف اور وہ اللہ بے پرواہ اور تعریف کے لائق ذات ہے، اور دوسری جگہ ارشاد فرمایا ”وَاللَّهُ الْغَنِيُّ وَأَنْتُمُ الْفُقَرَاءُ“ (سورۃ محمد آیت ۳۸ پارہ ۲۶)

اور اللہ تعالیٰ غنی ہیں اور تم محتاج فقیر ہو، اور اسی کو حدیث قدسی میں بیان کیا گیا ہے کہ حضرت ابو ذر غفاریؓ حضرت اقدس ﷺ سے روایت کرتے ہیں جس کا مفہوم ہے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اے میرے بندو! اگر تمہارے اول اور آخر اور تمہارے انس و جن تم میں سب سے زیادہ ایک متقی انسان کے دل والے ہو جائیں تو میری بادشاہت میں کچھ اضافہ نہیں ہوگا، اے میرے بندو! اگر تمہارے اول و آخر اور تمہارے انس و جن تم میں سب سے زیادہ نافرمان انسان کے دل والے ہو جائیں تو اس سے میری بادشاہت میں کوئی کمی نہیں ہوگی۔

اے میرے بندو! اگر تمہارے اول و آخر اور تمہارے انس و جن کسی ایک چمیل میدان میں اکٹھے

ہو جائیں اور مجھ سے سوال کریں اور میں ہر انسان کے سوال کو پورا کروں تو اس سے میری بادشاہت میں کوئی کمی نہیں ہوگی مگر ایسے ہی جیسے سوئی کو سمندر میں داخل کیا جائے پھر نکال لیا جائے۔ (اسلم شریف)

قَوْلُهُ: رَازِقٌ لَهُمْ بِلَامُونَةٍ، مُمَيِّتٌ بِلَامَخَافَةٍ، بَاعِثٌ بِلَامُشَقَّةٍ.

اللہ تعالیٰ رازق ہیں

اللہ تعالیٰ تمام مخلوقات کو اسکے مستقر پر رزق پہنچانے والے ہیں اسے رزق پہنچانے میں کوئی تکلیف اور مشقت نہیں اٹھانا پڑتی، چاہے اسکی مخلوق سطح زمین پر ہو یا پہاڑوں کی تہہ میں یا سمندروں کی گہرائیوں میں ہو، ہر ایک کو مسلسل رزق پہنچا رہے ہیں اور جیسے انسان جب کسی مخلوق کو رزق پہنچاتا ہے تو اسے رزق تیار کرنے میں اور اس تک پہنچانے میں کئی تکلیفوں اور مشقتوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ کی ذات ایسی صمد ہے کہ اسے مخلوقات میں سے ہر ایک کے مستقر پر رزق پہنچانے میں یا رزق تیار کرنے میں کسی قسم کی مشقت یا تکلیف نہیں اٹھانا پڑتی۔

جب حضرت موسیٰ مدین شہر سے حضرت شعیب کی طرف سے واپس آ رہے تھے سخت سردی تھی اور اندھیرا بھی تھا اور آپکی اہلیہ محترمہ بھی ساتھ تھیں جو کہ حاملہ تھیں حضرت موسیٰ کو راستہ بھی معلوم نہیں راستہ بھول گئے حضرت موسیٰ نے کوہ طور پر آگ دیکھی تو موسیٰ نے اہلیہ سے جو کہ درد زہ میں مبتلا تھی فرمایا تم اسی جگہ ٹھرو، کہ میں نے کوہ طور پر آگ دیکھی ہے وہاں سے آگ کا شعلہ بھی لاؤنگا جو ہم سیکھیں گے اور کسی سے راستہ بھی پوچھاؤنگا، جب موسیٰ کوہ طور پر پہنچے وہ آگ نہیں تھی درحقیقت اللہ تعالیٰ کی تجلیات تھیں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ”اِذْهَبْ اِلَى فِرْعَوْنَ اِنَّهُ طَغٰى“ کہ فرعون کو جا کر تبلیغ کرو وہ بڑا سرکش ہو چکا ہے، موسیٰ کے دل میں خیال پیدا ہوا کہ میری بیوی کا کفیل کون ہوگا اور جنگل بیابان میں انکو گھر کون پہنچائے گا، تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے موسیٰ اپنے عصا کو اس پتھر پر مارو جب عصا مارا گیا تو وہ پتھر پھٹا اندر سے ایک اور پتھر نکلا، حکم ہوا اس پر بھی اپنا عصا مارو جب

عصا مارا گیا تو اندر سے ایک اور پتھر نکلا، حکم ہوا اس پتھر پر بھی اپنا عصا مارو جب موسیٰ نے اس تیسرے پتھر پر اپنے عصا کو مارا تو پتھر پھٹا اور اندر سے ایک کیز نکلا جسکے منہ میں سبز پتا ہے اور وہ پڑھ رہا ہے

”سُبْحَانَ مَنْ يُرَائِي وَيَعْرِفُ مَكَانِي وَيَسْمَعُ كَلَامِي وَيَرْزُقُنِي وَلَا يَنْسَانِي“

پاک ہے وہ اللہ جو مجھے پہاڑ کی تیسری تہہ میں دیکھ رہا ہے اور میری جگہ کو پہچانتا ہے کہ پہاڑ کی تیسری تہہ میں میری مخلوق بستی ہے جب میں اسے پکارتا ہوں وہ میری کلام کو سنتا ہے اور مجھے ہمیشہ سے رزق دے رہا ہے اور وہ مجھے کبھی بھولا نہیں، اسی رازق ہونے کی صفت کو اللہ تعالیٰ اپنی مقدس کتاب میں بیان فرماتے ہیں

”مَا أَرْزُقُهُمْ مِنْ رِزْقٍ وَمَا أَرْزُقُ أَنْ يُطْعَمُونَ إِنَّ اللَّهَ هُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِينُ“

(سورۃ الذاریت آیت ۵۷، ۵۸، ۵۹ پارہ ۲۷)

میں ان سے رزق طلب نہیں کرتا اور نہ میں چاہتا ہوں کہ وہ مجھے کلائیں، بیشک اللہ تعالیٰ ہی رزق دینے والے زبردست قوت والے ہیں اور دوسری جگہ رب العزت کا ارشاد ہے:-

”قُلْ أَغْنِيَ اللَّهُ عَنْكَ لِيَأْخُذُوا بِالْأَرْضِ وَالسَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَهُوَ يُطْعِمُهُمْ وَلَا يُطْعَمُ“

(سورۃ الانعام آیت ۱۳ پارہ ۷)

آپ ﷺ کہہ دیجئے کیا میں اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور کو بردگار بناؤں وہ تو آسمانوں اور زمین کو پیدا کرنے والا ہے اور وہی سب کو کھلاتا ہے اور خود کسی سے کھانا نہیں لیتا، ایک اور جگہ رب العزت ارشاد فرماتے ہیں

”وَمَنْ ذَا الَّذِي يَدْعُنِي إِلَى الْأَرْضِ الْأَعْلَىٰ لِلَّهِ رِزْقُهَا وَيَعْلَمُ مُسْتَقَرَّهَا وَمُسْتَوْدَعَهَا كُلٌّ فِي

كِتَابٍ مُبِينٍ“ (سورۃ حمود آیت ۶ پارہ ۱۲)

اور نہیں ہے کوئی چلنے والا زمین پر مگر اللہ تعالیٰ کے ذمے ہے اس کا رزق ہے اور وہ جانتا ہے جہاں وہ ٹھہرتا ہے اور جہاں سونپا جاتا ہے سب کچھ موجود ہے کھلی کتاب میں۔

اللہ تعالیٰ مارنے والے ہیں اسے کسی کا ڈرنہیں وہ دوبارہ زندہ

کرنے والا ہیں بغیر مشقت کے

اللہ تعالیٰ سب پر موت طاری کرنے والے ہیں اور اسے کسی کا ڈرنہیں، اگر کوئی آدمی کسی کو آگے قتل سے قتل کرتا ہے لیکن اس پر کبھی پولیس والوں کا ڈر سوار ہوتا ہے اور کبھی میت کے وارثوں کا، پوری دنیا میں روزانہ سینکڑوں پر اللہ تعالیٰ موت طاری کرتے ہیں اور انکی جان نکالتے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ کو کسی کا ڈرنہیں ہوتا کہ میرا کوئی تعاقب کریگا یا مجھ سے کوئی باز پرس کریگا، اسی کو رب العزت اپنی مقدس کتاب میں بیان فرماتے ہیں

”لَا يُسْتَلُّ عَمَّا يَفْعَلُ وَهُمْ يُسْتَلُّونَ“ (سورۃ الانبیاء آیت ۲۳ پارہ ۱۷)

نہیں سوال کیا جاتا اس کے بارے میں جو وہ کرتا ہے اور لوگوں سے سوال کیا جاتا اور اللہ تعالیٰ دوبارہ اٹھانے والے ہیں بغیر مشقت کے، دنیا میں اگر کوئی انسان کسی چیز کو بناتا ہے تو اس کے ختم کرنے کے بعد یا تو آفات آسمانی سے ختم ہونے کے بعد دوبارہ اسکو بنانے میں مشقت اٹھانی پڑتی ہے، لیکن اللہ کے لئے مخلوق کو ابتداء پیدا کرنا یا موت طاری کرنے کے بعد دوبارہ اٹھانا دونوں برابر ہیں اللہ تعالیٰ کو دوبارہ زندہ کرنے میں کوئی مشقت نہیں اٹھانی پڑتی اسی کو رب العزت فرماتے ہیں

”قَالَ مَنْ يُحْيِي الْعِظَامَ وَهِيَ رَمِيمٌ قُلْ يُحْيِيهَا الَّذِي أَنْشَأَهَا أَوَّلَ مَرَّةٍ وَهُوَ بِكُلِّ خَلْقٍ عَلِيمٌ“ (سورہ یس آیت ۷۷، ۷۸ پارہ ۲۳)

وہ کہنے لگا کون زندہ کریگا ہڈیوں کو جب وہ بوسیدہ ہو گئیں آپ کہہ دیجئے ان کو زندہ کریگی وہ ذات جس نے پیدا کیا انکو پہلی بار اور وہ سب بنانا جانتا ہے،

مَا زَالَ بِصَفَاتِهِ قَدِيمًا قَبْلَ خَلْقِهِ لَمْ يَزِدْ دَبْكُوهُمْ شَيْئًا لَمْ يَكُنْ قَبْلَهُمْ مِنْ صِفَاتِهِ وَكَمَا كَانَ بِصَفَاتِهِ أَرْلِيًّا كَذَلِكَ لَا يَزَالُ عَلَيْهَا أَيْدِيَالَيْسَ مُنْذَخَلَقِ الْخَلْقِ

اِسْتَفَادَ اِسْمَ الْخَالِقِ وَلَا يَأْخُذُ اِلَيْهِ الْبَرِيَّةُ اِسْتِفَادَ اِسْمَ الْبَارِي لَهٗ مَعْنَى الرَّبُّوِيَّةِ
وَلَا مَرْبُوبَ وَمَعْنَى الْخَالِقِيَّةِ وَلَا مَخْلُوقَ وَكَمَا اَنَّهٗ مُخَيِّمٌ اَلْمَوْئِي بَعْدَ مَا اَخَى هُمْ
اِسْتَحَقَّ هَذَا اَلْاِسْمَ قَبْلَ اَحْيَا يَهُمْ كَذَلِكَ اِسْتَحَقَّ اِسْمَ الْخَالِقِ قَبْلَ اِنْشَايِهِمْ
ذَلِكَ بِاَنَّهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ وَكُلُّ شَيْءٍ اِلَيْهِ فَقِيْرٌ وَكُلُّ اَمْرٍ عَلَيْهِ يَسِيْرٌ لَا يَخْتٰجُ
اِلٰى شَيْءٍ لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ

ترجمہ:- وہ ہمیشہ سے اپنی صفات کے ساتھ قدیم ہے مخلوقات کے پیدا کرنے سے
انکی صفات میں کچھ اضافہ نہیں ہوا جو پہلے نہ تھا، اور جس طرح وہ اپنی صفات کے ساتھ ازلی ہے اسی
طرح ان صفات کے ساتھ ابدی بھی ہے اور وہ ایسا نہیں کہ مخلوق کو پیدا کرنے کے بعد اس نے
خالق کا نام وضع کیا ہو اور نہ مخلوق کو بنانے کے بعد اس نے باری کا نام اختیار کیا ہو (بلکہ وہ پہلے
سے ہی خالق اور باری ہے) اس کے لئے اس وقت بھی ربوبیت کا وصف موجود تھا جب کہ کوئی
مریوب نہ تھا اور اسکے لئے خالقیت کا وصف موجود تھا جبکہ کوئی مخلوق نہ تھی اور جیسا کہ وہ مردوں کو
زندہ کرنے والا ہے اور ان مردوں کو زندہ کرنے کے بعد اس اسم کا حقدار ہے اسی طرح انکے
زندہ کرنے سے پہلے بھی تھا اور اسی طرح اسم خالق کا مستحق وہ انکے پیدا کرنے سے پہلے بھی
تھا سئلے کہ وہ ہر چیز پر قادر ہے اور ہر چیز اسکی محتاج ہے اور ہر کام اسپر آسان ہے وہ کسی چیز کا محتاج
نہیں اسکی مثل کوئی چیز نہیں اور وہ سننے والا دیکھنے والا ہے۔

تجزیہ عبارت :- مذکورہ بالا عبارت میں مصنفؒ نے اللہ تعالیٰ کی صفات کا قدیم
ازلی اور ابدی ہونا بیان کیا ہے اور اللہ تعالیٰ کی صفت خالقیت، صفت ربوبیت اور صفت احیاء
کو بیان کیا ہے،

تشریح

قَوْلُهُ مَا زَالَ بِصِفَاتِهِ قَدِيمًا قَبْلَ خَلْقِهِ لَمْ يَزِدْ دُبُكُورِهِمْ شَيْئًا لَمْ يَكُنْ قَبْلَهُمْ مِنْ صِفَاتِهِ وَكَمَا كَانَ بِصِفَاتِهِ أَزَلِيًّا كَذَلِكَ لَا يَزَالُ عَلَيْهَا أَبَدِيًّا

اللہ تعالیٰ تخلیق خلق سے پہلے بھی خالق تھے

اللہ تعالیٰ مخلوق پیدا کرنے سے پہلے ہمیشہ سے اپنی صفات کے ساتھ قدیم ہیں مخلوقات کے پیدا کرنے سے اللہ کی صفات میں کسی چیز کا بھی اضافہ نہیں ہوا جو پہلے نہ تھا اور جس طرح اللہ تعالیٰ اپنی صفات کے ساتھ ازلی ہیں اسی طرح ان صفات کے ساتھ ابدی بھی ہیں،

اللہ تعالیٰ کی صفات قدیم ہیں، معتزلہ اور جہمیہ پرورد

امام طحاوی کا مقصد اللہ تعالیٰ کی مذکورہ صفات ذکر کر کے معتزلہ اور جہمیہ فرقہ پرورد کرنا ہے جنکا مذہب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ پہلے تو فعل اور کلام پر قادر نہ تھا اسکے بعد قادر ہوا ہے اور پہلے اللہ تعالیٰ سے فعل اور کلام ممنوع تھا بعد میں ممکن ہوا، اللہ تعالیٰ کی صفات کامل ہیں اور یہ کہنا باطل ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی ایسی صفت کے ساتھ موصوف ہوا ہے کہ وہ صفت اللہ تعالیٰ میں اس سے پہلے نہ تھی، کیوں کہ صفت کا فقدان نقص کو مستلزم ہے اللہ تعالیٰ ہر نقص سے پاک ہیں، یہ کیسے جائز ہو سکتا ہے کہ وہ پہلے کمال کے ساتھ موصوف نہ تھا اسے بعد میں کمال حاصل ہوا ہے، اللہ تعالیٰ جیسے اپنی صفات کے ساتھ ازلی ہیں اسی طرح ان صفات کیساتھ ابدی بھی ہیں اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے رہا ہے اور ہمیشہ تک رہیگا وہ جو چاہے کرتا ہے، جب چاہے کلام کرتا ہے، اسی کو رب العزت اپنی مقدس کتاب میں فرماتے ہی ہیں "وَلَكِنَّ اللَّهَ يَفْعَلُ مَا يُرِيدُ" (سورۃ البقرۃ آیت ۲۵۳ پارہ ۲)

لیکن اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ دوسری جگہ ارشاد ہے

"ذُو الْعَرْشِ الْمَجِيدُ فَعَالٌ لِّمَا يُرِيدُ" (سورۃ البروج آیت ۱۵، ۱۶ پارہ ۳)

عرش والا بڑی شار ہے جو چاہتا ہے کرتا ہے۔

قَوْلُهُ لَيْسَ مُنْذُ خَلْقِ الْخَلْقِ اسْتَفَادَ اسْمَ الْخَالِقِ وَلَا بِإِحْدَائِهِ الْبَرِيَّةُ اسْتَفَادَ اسْمَ الْبَارِي لَهُ مَعْنَى الرَّبُّوبِيَّةِ وَلَا مَرْتُوبٍ وَمَعْنَى الْخَالِقِيَّةِ وَلَا مَخْلُوقٍ

کائنات کی تخلیق کے بعد اللہ تعالیٰ کا خالق ہونا ثابت نہیں ہوا اور نہ ہی کائنات کو بنانے کے بعد اسکا باری ہونا ثابت ہوا ہے بلکہ وہ پہلے سے ہی خالق اور باری ہیں، اسکے لئے اس وقت بھی صفت ربوبیت ثابت تھی جبکہ کوئی مربوب یعنی پلنے والا نہ تھا اور اسکے لئے خالقیت کی صفت اس وقت بھی ثابت تھی جبکہ وہاں کوئی مخلوق نہ تھی۔

اللہ تعالیٰ تخلیق خلق سے پہلے ہی خالق تھے، معتزلہ اور جہمیہ پر رد

یہاں بھی امام طحاویؒ اللہ تعالیٰ کی مذکورہ بالا صفات بیان کر کے معتزلہ اور جہمیہ فرقہ پر رد کرنا چاہتے ہیں جنکا مذہب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا خالق اور باری ہونا پہلے نہ تھا مخلوق کو پیدا کرنے کے بعد یہ صفت پائی گئی تو اللہ تعالیٰ خالق اور باری ہوئے، امام طحاویؒ ان پر رد کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا خالق ہونا مخلوق کی تخلیق کے بعد ثابت نہیں ہوا بلکہ پہلے ہی سے خالق ہونے کی صفت کے ساتھ متصف تھے اور کائنات کو بنانے کے بعد اللہ کا باری ہونا ثابت نہیں ہوا بلکہ وہ پہلے ہی سے باری ہونے کی صفت کے ساتھ متصف تھے اور اللہ تعالیٰ میں ربوبیت کا وصف اس وقت بھی موجود تھا جبکہ کوئی مربوب یعنی پلنے والا نہ تھا اور اللہ تعالیٰ میں خالق کا وصف اس وقت بھی موجود تھا جبکہ کوئی مخلوق نہ تھی اسی کو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں

”أَلَمْ يَنْ يَخْلُقْ كَمَنْ لَا يَخْلُقُ أَفَلَا تَذَكَّرُونَ“ (سورۃ النحل آیت ۷۷ پارہ ۱۴)

کیا وہ ذات جو پیدا کرتی ہے اسکی طرح ہو سکتی ہے جو کچھ بھی پیدا نہ کر سکے پھر تم نصیحت حاصل کیوں نہیں کرتے،

یہاں پر اللہ تعالیٰ نے صفت خالقیت کا ذکر مدح و ثنا کے مقام میں کیا ہے اور صفت خالقیت اللہ تعالیٰ کا کمال ہے اور یہ کمال اس سے کسی وقت بھی معدوم نہیں ہو سکتا، جب خالق و باری ہونا اللہ

تعالیٰ کا کامل وصف ہے تو پھر یہ کہنا درست نہ ہوگا کہ وہ وصف پہلے معدوم تھا پھر وجود میں آیا۔

یہاں جو امام طحاوی اللہ تعالیٰ کی صفت لہ معنی الربوبیۃ پہلے لائے ہیں اور لہ معنی الخالقۃ بعد میں لائے اس میں نکتہ یہ ہے کہ خالق وہ ہوتا ہے جو ایک چیز کو عدم سے وجود کی طرف لے جاتا ہے اور رب وہ ہوتا ہے جو ایسی تربیت کرنے والا ہو جو تمام مصالح کا لحاظ رکھتے ہوئے بالترتیب درجہ کمال تک پہنچادے رب کے مفہوم میں ملکیت، حفاظت، تربیت اور تدبیر وغیرہ سب داخل ہیں اس لئے ربوبیۃ کا لفظ پہلے لائے ہیں اور خالقیت کا بعد میں۔

قَوْلُهُ: وَكَمَا أَنَّهُ مُخَيِّمٌ عَلَى الْمَوْتَى بَعْدَ مَا أَحْيَىٰ هُمْ اسْتَحَقَّ هَذَا الْإِسْمَ قَبْلَ أَحْيَاءِهِمْ كَذَلِكَ اسْتَحَقَّ اسْمَ الْخَالِقِ قَبْلَ انْشَاءِهِمْ ذَلِكَ بَأَنَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ وَكُلُّ شَيْءٍ إِلَيْهِ لَقِيْرٌ وَكُلُّ أَمْرٍ عَلَيْهِ يَسِيرٌ لَا يَخْتَاجُ إِلَىٰ شَيْءٍ لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ وَهُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ

اللہ تعالیٰ احیاء مخلوق سے پہلے بھی محی تھے، معزز لہ و جہمیہ کا رد

یہاں سے امام طحاوی معزز لہ اور جہمیہ فرقہ پر رد کر رہے ہیں جنکا عقیدہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ میں مردوں کو زندہ کرنے کے بعد محی کی صفت پائی گئی پہلے اس صفت کے ساتھ متصف نہ تھے۔

امام طحاوی انکار کرتے ہوئے فرماتے ہیں جس طرح اللہ تعالیٰ مردوں کو زندہ کرنے کے بعد اس وصف کے ساتھ موصوف ہوئے ہیں اسی طرح مردوں کو زندہ کرنے سے پہلے بھی اس وصف کے ساتھ متصف تھے، اور جس طرح مخلوق کو پیدا کرنے کے بعد اس وصف کے ساتھ متصف ہوئے ہیں تو مخلوق کو پیدا کرنے سے قبل بھی خالق کی شان کے ساتھ متصف تھے، کیونکہ عالم کو ایسے عجیب و غریب نظام کے ساتھ پیدا کرنا پھر مخلوقات پر موت طاری کر کے دوبارہ زندہ کرنا جو مذکورہ صفات کے ساتھ متصف ہو وہی کر سکتا ہے اسکے علاوہ سے ہرگز نہیں ہو سکتا۔

نیز قرآن اور احادیث متواترہ میں اللہ تعالیٰ کا مذکورہ صفات کے ساتھ متصف ہونے کی تصریحات

موجود ہیں اور ان صفات کے اضمحلال و عیب ہیں اور اللہ تعالیٰ کا ہر نقص اور عیب سے پاک ہونا واجب ہے نیز ان مذکورہ صفات کے ساتھ اللہ تعالیٰ کو جس طرح عقلاً متصف ماننا ضروری ہے اس طرح عقلاً بھی واجب ہے، امام طحاویؒ اللہ تعالیٰ کی مذکورہ صفات پر دلیل پیش کرتے ہیں اسلئے کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہیں اور ہر چیز اللہ تعالیٰ کی محتاج ہے اور ہر معاملہ اس پر آسان ہے اور وہ کسی کا محتاج نہیں اور اللہ تعالیٰ کی مثل کوئی چیز نہیں اور وہی سننے اور دیکھنے والا ہے اسی کو رب العزت اپنی مقدس کتاب میں فرماتے ہیں

”إِنَّمَا أَمْرُهُ إِذَا أَرَادَ شَيْئًا أَنْ يَقُولَ لَهُ كُنْ فَيَكُونُ“ (سورہ یسین آیت ۸۲ پارہ ۲۳)

اللہ تعالیٰ کی شان یہ ہے کہ جب وہ کسی چیز کا ارادہ کرتے ہیں تو اس سے فرمادیتے ہیں کہ ہو جا تو وہ ہو جاتی ہے

اور دوسری جگہ اللہ رب العزت کا ارشاد ہے ”إِنَّا كُلُّ شَيْءٍ خَلَقْنَاهُ بِقَدَرٍ“ (سورہ القمر آیت ۴۹ پارہ ۲۷) بے شک ہم نے ہر چیز مقرر اندازے کے ساتھ پیدا کی ہے۔

خَلَقَ الْخَلْقَ بِعِلْمِهِ وَقَدَرَهُمْ أَقْدَارًا وَضَرَبَ لَهُمْ أَحْجَالَ، لَمْ يَخْفَ عَلَيْهِ شَيْءٌ مِنْ أَعْمَالِهِمْ قَبْلَ أَنْ يَخْلُقَهُمْ وَعَلِمَ مَا هُمْ غَامِلُونَ قَبْلَ أَنْ يَخْلُقَهُمْ وَأَمَرَهُمْ بِطَاعَتِهِ وَنَهَاَهُمْ عَنْ مَعْصِيَتِهِ، وَكُلُّ شَيْءٍ يَجْرِي بِقَدَرِهِ وَمَشِيئَتِهِ تَنْفُذٌ، وَلَا مَشِيئَةَ لِلْعِبَادِ إِلَّا مَا شَاءَ لَهُمْ فَمَا شَاءَ لَهُمْ كَانَ، وَمَا لَمْ يَشَأْ لَمْ يَكُنْ يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ وَيَعْصِمُ وَيُعَافِي مَنْ يَشَاءُ فَضْلًا، وَيُضِلُّ مَنْ يَشَاءُ وَيَخْذُلُ وَيَتَلَوَّى عَذْلًا، وَهُوَ مُتَعَالٍ عَنِ الْأَخْضَادِ وَالْأَنْدَادِ لَا رَادَ لِقَضَائِهِ وَلَا مُعَقِّبَ لِحُكْمِهِ وَلَا غَالِبَ لِأَمْرِهِ أَمَّا بِذَلِكَ كَلِمَةٌ وَأَيْقَانٌ كَلَامٌ مِنْ عِنْدِهِ،

ترجمہ:- اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو اپنے علم کے ساتھ پیدا فرمایا ہے اور اس نے مخلوق کے

لئے تقدیر بنائی ہے اور اس نے انکی عمریں مقرر کی ہیں، مخلوق کے پیدا کرنے سے پہلے انکی افعال

میں سے اللہ تعالیٰ پر کوئی چیز مخفی نہ تھی، مخلوق کے پیدا کرنے سے پہلے بھی اسکو علم تھا کہ وہ کیا عمل کریں گے، اللہ تعالیٰ نے انکو اپنی اطاعت کا حکم دیا ہے اور انکو اپنی معصیت سے منع کیا ہے، اور ہر چیز اسکی قدرت اور مشیت سے جاری ہوتی ہے اور اسکی مشیت نافذ ہے اور بندوں کی کچھ مشیت نہیں سوائے اسکے جو اللہ چاہے، انکے لیے وہی ہوتا ہے جو اللہ تعالیٰ چاہے اور جو وہ نہ چاہے وہ نہیں ہوتا اللہ تعالیٰ ہدایت دیتا ہے جسے چاہتا ہے اور گناہ سے بچاتا ہے اور عافیت دیتا ہے جسے چاہتا ہے یہ اسکا فضل ہے اور وہ جسکو چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے اور رسوا کرتا ہے اور اسے ابتلاء اور آزمائش میں ڈال دیتا ہے یہ اسکا عدل ہے اور اللہ تعالیٰ مخالفت کرنے والوں اور شرکاء سے بلند ہیں اسکے فیصلوں کو کوئی رد نہیں کر سکتا اور اسکے حکم کو کوئی پیچھے ہٹا نہیں سکتا اور اسکے امر پر کوئی غالب نہیں آ سکتا اور ہم ان سب پر ایمان لائے ہیں اور ہم یقین رکھتے ہیں کہ یہ سب باتیں اسی اللہ کی طرف سے ہیں،

تجزیہ عبارت :- مذکورہ عبارت میں امام طحاوی نے مخلوق کے لئے اللہ تعالیٰ کی تقدیر اور احکام کا مکلف ہونا اور اللہ تعالیٰ کی مشیت کو ثابت کیا ہے اور ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ کی حاکمیت اور اسکے غالب ہونے کو بیان کیا ہے۔

تشریح

قَوْلُهُ: خَلَقَ الْخَلْقَ بِعِلْمِهِ وَقَدَّرَ لَهُمْ أَقْدَارًا وَضَرَبَ لَهُمْ آجَالَ،

مخلوق کو اللہ تعالیٰ نے اپنے علم سے پیدا کیا ہے اور اسے مخلوق کے لئے تقدیر بنائی ہے اور انکی عمریں مقرر کی ہیں، مخلوقات کو اللہ تعالیٰ نے اپنے علم کے ساتھ پیدا کیا ہے کیونکہ مخلوق میں جو احکام اور مضبوطی موجود ہے وہ اللہ کے علم کو مستلزم ہے چنانچہ کسی محکم فعل کا صدور علم کے بغیر نہیں ہوتا اور خالق مخلوق سے اکمل ہوتا ہے اور جب ممکن سے اکمل ہوتا ہے لہذا اللہ جل شانہ کا علم اکمل اور اتم

اسی اکمل اتم علم سے مخلوق کو پیدا کیا ہے اسی کورب العزت اپنی مقدس کتاب میں فرماتے ہیں۔

”أَلَا يَعْلَمُ مَنْ خَلَقَ وَهُوَ اللَّطِيفُ الْخَبِيرُ“ (سورۃ الملک آیت ۱۳ پارہ ۲۹)

بھلا وہ ذات جس نے پیدا کیا وہ نہیں جانتا وہ تو پوشیدہ باتوں کا جاننے والا اور خبر رکھنے والا ہے

مخلوق کی تقدیر اللہ تعالیٰ نے بنائی ہے

اہل سنت والجماعت کا عقیدہ یہ ہے کہ تمام حوادث اور واقعات کے وقوع پذیر ہونے سے پہلے ہی اللہ تعالیٰ کو ہر بات کا علم ازلی تھا اللہ تعالیٰ نے اپنے اس علم ازلی کی حکایت لوح محفوظ میں کروائی ہے اور انکی عمریں اور رزق لکھا ہوا ہے اور جو کچھ بھی مخلوق کے متعلق ہونا تھا سب کچھ اللہ تعالیٰ نے لوح محفوظ میں لکھوا دیا ہے اب جو کچھ بھی ہو رہا ہے اللہ تعالیٰ کے علم ازلی اور لوح محفوظ کے لکھے ہوئے کے مطابق ہو رہا ہے، صحابہؓ کے اخیر زمانہ تک تمام مسلمان مسئلہ تقدیر پر متفق تھے کسی کو اس میں اختلاف اور تردید نہ تھا صحابہؓ کے زمانہ کے بالکل آخر میں بعض لوگوں نے مسئلہ تقدیر میں بحثیں کرنا شروع کر دیں، بصرہ میں ایک شخص معبد جمنی تھا سب سے پہلے اس نے یہ بات کہنا شروع کر دی کہ اللہ تعالیٰ کو واقعات کے رونما ہونے سے پہلے علم نہیں ہوتا جب واقعہ رونما ہو جاتا ہے پھر اللہ تعالیٰ کو علم ہوتا ہے مگرین تقدیر اسکی تعبیریوں کرتے ہیں ”أَلَا مَرَأَتُ أَي مُسْتَأْنَفٌ“ یعنی اللہ تعالیٰ کے علم اور لوح محفوظ میں پہلے سے کوئی طے شدہ نظام نہیں ہے، جو ہونا ہے وہ ساتھ ساتھ نیا ہو رہا ہے، جو صحابہؓ اس وقت زندہ تھے انہوں نے انکے نظریہ کی زبردست تردید کی خصوصاً حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی زوردار تردید کی جسکا یہ اثر ہوا کہ انکو اس عنوان سے یہ مسئلہ آگے چلانا مشکل ہو گیا، اسی کو حضرت عبداللہ بن عمرؓ حضور ﷺ سے روایت کرتے ہیں ”کہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا جسکا مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آسمان وزمین کی تخلیق سے پچاس ہزار سال پہلے مخلوق کی تقدیر بنائی اور اسکا عرش پانی پر تھا“ اسی کورب العزت اپنی مقدس کتاب میں فرماتے ہیں

”لِنَا كُلُّ شَيْءٍ خَلَقْنَاهُ بِقَدَرٍ“ (سورۃ القمر آیت ۳۹ پارہ ۲۷)

بے شک ہم نے ہر چیز اندازہ مقرر کے ساتھ پیدا کی ہے، دوسری جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے

”الَّذِي خَلَقَ فَسَوَّىٰ وَالَّذِي قَدَّرَ فَهَدَىٰ“ (سورۃ الہٰل آیت ۳۲)

کہ جس ذات نے انسان کو پیدا کیا پھر درست کیا اور جس نے اسکا اندازہ ٹھہرایا پھر اسکو راستہ بتایا،

اللہ تعالیٰ نے مخلوق کی عمریں مقرر فرمادی ہیں

اللہ تعالیٰ نے مخلوق کی اجل مقرر فرمادی ہے جس میں تقدیم و تاخیر نہیں ہو سکتی اور جس قدر زندگی کے

دن لکھے جا چکے ہیں انکو ہر نفس نے پورا کرنا ہے اور زندگی میں جتنا رزق قسمت میں لکھا جا چکا ہے

ہر نفس نے موت سے پہلے پہلے اسکو ضرور کھانا ہے، فلاں انسان فلاں بیماری سے فوت ہوگا اور

فلاں قتل ہوگا اور فلاں ڈوب کر مرے گا اور فلاں آگ میں جل کر مرے گا اور فلاں پر عمارت گرے گی اور

یہ انسان اپنی مقررہ عمر کے ختم ہونے پر مرتا ہے، اسی کو رب العزت اپنی مقدس کتاب میں فرماتے

ہیں

”وَمَا كَانَ لِنَفْسٍ أَنْ تَمُوتَ إِلَّا بِإِذْنِ اللَّهِ كِتَابًا مُّؤَجَّلًا“ (سورۃ آل عمران آیت ۱۳۵ پارہ ۴)

کسی نفس کیلئے مرنے کا وقت نہیں کہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے بغیر مر جائے اس نے موت کا وقت مقرر کر کے

لکھ رکھا ہے، دوسری جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

”وَمَا يَعْزِمُ مِنَ الْمُعْتَمِرِ وَلَا يَنْقُضُ مِنْ عُمْرِهِ إِلَّا بِإِذْنِ كِتَابٍ“ (سورۃ طٰہ آیت ۱۱ پارہ ۲۲)

اور نہ کسی بڑی عمر والے کو عمر زیادہ دی جاتی ہے اور نہ اسکی عمر کم کی جاتی ہے مگر سب کچھ کتاب میں

لکھا ہوا ہے، ایک اور جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

”إِذَا جَاءَ أَجَلُهُمْ فَلَا يَسْتَأْخِرُونَ سَاعَةً وَلَا يَسْتَأْجِدُونَ“ (سورۃ یونس آیت ۳۹)

جب اسکی موت آجائے گی نہ ایک گھڑی تاخیر والے ہونگے اور نہ تقدیم والے۔

معتزلہ کا عقیدہ: - معتزلہ یہ کہتے کہ جو شخص قتل ہوا وہ اپنی اجل سے نہیں مرا بلکہ پہلے قتل

ہو گیا ہے اگر قتل نہ ہوتا تو اپنی مقرر عمر تک زندہ رہتا اور قاتل سے قصاص اسی وجہ سے لیا جاتا ہے کہ اسے اسکی مدت مقرر سے پہلے قتل کر دیا ہے۔

معزز لہ کارو :- یہ نہیں ہو سکتا کہ اللہ تعالیٰ نے کسی مخلوق کی موت کا وقت مقرر کیا ہو اور وہ اس اجل تک زندہ نہیں رہتا بلکہ پہلے ہی قتل ہو جاتا ہے یا کسی حادثہ کا شکار ہو جاتا ہے اس سے (نعوذ باللہ) یہ لازم آئیگا کہ اللہ کو انجام کا علم نہیں، باقی رہا قاتل پر قصاص یا دیت کا واجب ہونا اسوجہ سے ہے کہ اس نے منہی عنہ کار تکاب کیا ہے اور اس حرام کام کو کیا ہے جس سے اللہ تعالیٰ نے منع کیا تھا۔

قَوْلُهُ: لَمْ يَخْفَ عَلَيْهِ شَيْءٌ مِنْ أَعْمَالِهِمْ قَبْلَ أَنْ يَخْلُقَهُمْ وَعَلِمَ مَا هُمْ عَامِلُونَ قَبْلَ أَنْ يُخْلُقَهُمْ

اللہ تعالیٰ عالم ما کان وما یکون ہیں

مخلوق کے پیدا کرنے سے پہلے بھی مخلوق کے افعال میں سے اللہ تعالیٰ پر کوئی چیز مخفی نہ تھی اور مخلوق کے پیدا کرنے سے پہلے بھی اسکو علم تھا کہ وہ کیا عمل کریں گے۔

قدر یہ اور روافض کارو :- یہاں سے امام محمدی قدر یہ اور روافض کار دیکھا ہے انکا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ مخلوق کو پیدا کرنے اور ایجاد کرنے سے پہلے کچھ علم نہیں رکھتے تھے، انکا عقیدہ باطل ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے علم سے کوئی چیز باہر نہیں ہے اگر اللہ تعالیٰ کو (نعوذ باللہ) مخلوق کے پیدا کرنے سے پہلے مخلوق کے متعلق علم نہ ہو تو اس اعتبار سے اللہ تعالیٰ کے لئے جہل لازم آئے گا جو ذات باری تعالیٰ میں نقص ہے اللہ تعالیٰ ہر نقص سے پاک ہیں، علاوہ ازیں نصوص قطعہ سے اللہ تعالیٰ کے علم و قدرت کا تمام مخلوقات کو محیط ہونا صراحتاً ثابت ہے جیسے حضرت عمار بن یاسرؓ حضور اقدس ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ نے دعا کی، اسکے یہ کلمات تھے

”اللَّهُمَّ بِعِلْمِكَ الْغَيْبِ وَقُدْرَتِكَ عَلَى الْخَلْقِ أَخْبِنِي مَا كَانَتْ الْحَيَوَةُ خَيْرًا لِي
وَتَوَفَّنِي إِذَا كَانَتْ الْوَفَاةُ خَيْرًا لِي، ارح (ناسا شریف)

اے اللہ! تیرا غیب کا علم رکھنے اور مخلوق پر قدرت رکھنے کے ساتھ مجھے اس وقت تک زندگی عطا فرما
جب تک میرے لیے زندہ رہنا بہتر ہو اور مجھے وفات دے جب فوت ہونا میرے لئے بہتر ہو
، اسی کو رب العزت اپنی مقدس کتاب میں فرماتے ہیں۔

”وَعِنْدَهُ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَا إِلَّا هُوَ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَمَا تَسْقُطُ مِنَ
وَرَقَةٍ إِلَّا يَعْلَمُهَا وَلَا حَبَّةٍ فِي ظِلْمَتِ الْأَرْضِ وَلَا رَطْبٍ وَلَا يَابِسٍ إِلَّا فِي كِتَابٍ
مُبِينٍ، وَهُوَ الَّذِي يَتَوَفَّاكُم بِاللَّيْلِ وَيَعْلَمُ مَا جَرَحْتُم بِالنَّهَارِ“ (سورۃ الانعام آیت ۵۹، ۶۰ پارہ ۷)

اللہ تعالیٰ ہی کے پاس غیب کی چابیاں ہیں جنکو اسکے سوا کوئی نہیں جانتا اور اسے جنگلوں
دریاؤں کی سب چیزوں کا علم ہے، اور کوئی پتا نہیں گرتا مگر وہ اسکو بھی جانتا ہے اور زمین کے
اندھیروں میں کوئی دانہ اور کوئی تر اور خشک چیز نہیں مگر واضح کتاب میں لکھی ہوئی ہے اور وہی تو ہے
جورات کو (سونے کی حالت میں) تمہاری روح قبض کر لیتا ہے اور جو کچھ تم دن میں کرتے ہو وہ
جانتا ہے۔

قَوْلُهُ: وَ أَمْرُهُمْ بِطَاعَتِهِ وَ نَهَاهُمْ عَنْ مَعْصِيَتِهِ

اللہ تعالیٰ کا مخلوق کو اطاعت کا حکم اور معصیت سے نہی

اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو اپنی اطاعت کا حکم دیا ہے اور اپنی نافرمانی سے منع کیا ہے

مرجیہ کارون۔ یہاں سے امام طحاوی فرقة مرجیہ کا رد کرنا چاہتے ہیں جنکا مذہب یہ ہے کہ
صرف تصدیق قلبی ہی کافی ہے اور اطاعت اور اعمال کی کوئی ضرورت نہیں اور معصیت
اور نافرمانیوں سے بچنے کی کوئی ضرورت نہیں اور انکے نزدیک تصدیق کے ہوتے ہوئے کوئی گناہ

معزز نہیں اس پر کوئی سزا نہ ہوگی۔

امام طحاویؒ انکار کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو اپنی فرمانبرداری کا حکم دیا ہے قرآن پاک اور احادیث مبارکہ میں نماز، روزہ، حج اور زکوٰۃ وغیرہ عبادات کا حکم دیا ہے اور انکے چھوڑنے پر سخت وعیدیں وارد ہوئی ہیں، اسی طرح معاصی کے ارتکاب کرنے سے سخت وعیدیں وارد ہوئی ہیں اور معصیت سے منع کیا گیا ہے اگر معصیت معزز نہ ہوتی تو اتنی سخت وعیدیں وارد نہ ہوتیں، یہاں پر امام طحاویؒ نے خلق المخلوق بحلمہ کے بعد اوامر اور نواہی کا ذکر کیا ہے جنہیں اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو اپنی عبادت کیلئے پیدا کیا ہے اسی کو رب العزت قرآن میں ارشاد فرماتے ہیں

”وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ“ (سورۃ الذاریات آیت ۵۶ پارہ ۲)

کہ میں نے جنوں اور انسانوں کو پیدا کیا تا کہ وہ میری عبادت کریں
دوسری جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

الَّذِي خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيٰوةَ لِيَبْلُوَكُمْ اَيْتٰكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا“ (سورۃ الملک آیت ۲ پارہ ۲۹)

کہ اللہ تعالیٰ نے موت اور زندگی کو پیدا کیا تا کہ تمہارا امتحان لے کہ کون تم میں سے زیادہ اچھے عمل کرتا ہے۔

قَوْلُهُ: وَكُلُّ شَيْءٍ يُجْرِي بِقُدْرَتِهِ وَمَشِيئَتِهِ تَنْفُذًا، وَلَا مَشِيئَةَ لِلْعِبَادِ اِلَّا مَا شَاءَ لَهُمْ
فَمَا شَاءَ لَهُمْ كَانَ، وَمَا لَمْ يَشَأْ لَمْ يَكُنْ

ہر چیز اللہ تعالیٰ کی مشیت اور قدرت کے تحت داخل ہے۔

ہر چیز اللہ تعالیٰ کی قدرت اور مشیت کے ساتھ جاری ہوتی ہے اور اسکی مشیت نافذ ہوتی ہے اور بندوں کی کچھ بھی مشیت نہیں سوائے اسکے جو اللہ تعالیٰ چاہے بندوں کے لئے، اور انکے لئے جو اللہ تعالیٰ چاہے وہی ہوتا ہے اور جو اللہ تعالیٰ نہ چاہے وہ نہیں ہوتا اللہ تعالیٰ کی بادشاہت میں ایسا

کام کیسے ہو سکتا ہے جسکو وہ نہ چاہے،

زندیق جاہلوں کا رو:- یہاں سے امام طحاویؒ ان زندیق اور جاہلوں کے خیال کو رد کر رہے ہیں جنکا یہ خیال ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کافر کے ایمان کو چاہا لیکن جب کافر نے کفر اختیار کیا تو کافر کی مشیت اللہ تعالیٰ کی مشیت پر غالب آگئی، امام طحاویؒ انکار کرتے ہوئے فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ کی مشیت نافذ ہوتی ہے بندوں کی مشیت نافذ نہیں ہوتی اور جو اللہ تعالیٰ کی مشیت ہو وہی ہوتا ہے اور جو اسکی مشیت نہ ہو وہ نہیں ہوتا، اسی کو رب العزت اپنی مقدس کتاب میں فرماتے ہیں

”وَمَا يَشَاءُ وَاَنْ يَشَاءَ اللّٰهُ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيمًا حَكِيمًا“ (سورۃ الدھر آیت ۳۱ پارہ ۲۹)

تم نہیں چاہتے مگر جو اللہ چاہے بے شک اللہ جاننے والے حکمت والے ہیں،

دوسری جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے

”وَلَوْ شَاءَ رَبُّكَ مَا فَعَلُوْهُ“ (سورۃ الانعام آیت ۱۱۲)

اگر تیرا رب چاہتا تو وہ یہ نہ کرتے۔

اشکال:- ایک حدیث کا حاصل ہے کہ حضرت آدمؑ نے حضرت موسیٰؑ سے کہا کہ آپ مجھے

ایسے کام پر ملامت کر رہے ہیں جسکو میرے پیدا کرنے سے چالیس سال پہلے لکھا ہوا تھا اس قول سے حضرت آدمؑ حضرت موسیٰؑ پر غالب آگئے، حدیث کے بھی الفاظ میں اِحْتَجَّ اٰدَمُ مُوسٰی ہے (مشکوٰۃ شریف) کہ آدم علیہ السلام موسیٰ علیہ السلام پر غالب آگئے۔

اس سے معلوم ہوتا ہے گناہ میں اللہ تعالیٰ کی مشیت کا سہارا لینا اور تقدیر کو بہانہ بنانا درست ہے۔

جواب - ۱:- اعتذار بالمشیت توبہ سے پہلے تو ناجائز ہے توبہ کر لینے کے بعد دل کو تسلی

دینے کے لیے اعتذار بالمشیت اور اعتذار بالقدر جائز ہے، بعض دفعہ توبہ کر لینے کے بعد بھی آدمی

کو اطمینان نہیں ہوتا ایسے موقع پر اللہ کی مشیت کا سہارا لینا جائز ہے، حضرت آدمؑ نے توبہ کی اور توبہ کے قبول ہونے کے بعد اعتذار بالقدر کیا ہے۔

جواب - ۲: عالم دنیا اور اسکے بعد کے عالموں کے حکموں میں فرق ہے اعتذار بالقدر اس عالم دنیا میں ناجائز ہے دوسرے عالم کا یہ حکم نہیں، حضرت آدمؑ نے دنیا میں اللہ کی تقدیر اور مشیت کو عذر نہیں بنایا بلکہ دنیا میں تویوں کہا ”ربنا ظلمنا انفسنا“ ارجح اور اعتذار بالقدر دھڑے عالم میں کیا ہے جیسا کہ حدیث ”عند ربهما“ کے الفاظ سے معلوم ہوتا ہے۔

جواب - ۳: اصل علامت تو اس مصیبت پر کی جا رہی ہے جس نے حضرت آدمؑ کی اولاد کو جنت سے نکال دیا لہذا حضرت آدمؑ مصیبت پر تقدیر سے استدلال کرتے ہیں گناہ پر تقدیر سے استدلال نہیں کرتے، اس لئے کہ مصیبت پر اللہ تعالیٰ کی مشیت اور تقدیر کا سہارا لینا درست ہے گناہ پر سہارا لینا درست نہیں ہے۔

قوله: يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ وَيُعْصِمُ وَيُعَافِي مَنْ يَشَاءُ فَضَلًا، وَيُضِلُّ مَنْ يَشَاءُ وَيُعَذِّبُ وَيَتْلَىٰ عَذَابًا

ہدایت اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے

اللہ تعالیٰ ہدایت دیتے ہیں جسکو چاہتے ہیں اور گناہوں سے بچاتے ہیں اور تندرستی اور عافیت دیتے ہیں اپنے فضل سے جسے چاہتے ہیں، اور جسے چاہتے ہیں گمراہ کرتے ہیں اسکی بد اعمالیوں کی وجہ سے اور اسکی مدد چھوڑ دیتے ہیں اور رسوا کرتے ہیں اور اسے امتلاؤ آزمائش میں ڈال دیتے ہیں اور مصائب میں گرفتار کرتے ہیں یہ اس کا عدل ہے

معتزلہ کا رد:- یہاں سے امام طحاوی معتزلہ کا رد کر رہے ہیں انکا مذہب یہ ہے کہ بندہ

کو قدرت تامہ اور اختیار کامل حاصل ہے لہذا بندہ اپنے اعمال اور افعال کا خود خالق ہے اس کے کسی عمل میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کا کوئی دخل نہیں، امام طحاوی فرماتے کسی کو ہدایت دینا اور گناہوں سے بچانا اور تندرستی اور عافیت دینا یہ اللہ تعالیٰ کی مشیت اور قدرت کے تحت داخل ہیں، کسی کو اللہ تعالیٰ یہ نعمتیں دیدیں یہ اس کا فضل اور احسان ہے بندہ کا اسمیں کوئی کمال نہیں اس پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہیے، اسی کو رب العزت اپنی مقدس کتاب میں فرماتے ہیں

”إِنَّكَ لَا تَهْدِي مَنْ أَحْبَبْتَ وَلَكِنَّ اللَّهَ يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ“ (سورۃ القصص آیت ۵۶ پارہ ۲۰)

جسکو آپ چاہیں ہدایت نہیں دے سکتے لیکن اللہ ہدایت دیتے ہیں جسے چاہتے ہیں، دوسری جگہ ارشاد ہے۔

”وَلَوْ شِئْنَا لَآتَيْنَا كُلَّ نَفْسٍ هُدًى“ (سورۃ السجدہ آیت ۱۳ پارہ ۲۳)

اگر ہم چاہتے تو ہر نفس کو ہدایت دے دیتے،

اور اگر کوئی اپنی بد اعمالیوں اور گناہوں اور نافرمانیوں کی وجہ سے گمراہ ہوتا ہے تو یہ بھی اللہ تعالیٰ کی مشیت اور قدرت کے تحت داخل ہے، اگر اللہ تعالیٰ کسی کی نافرمانیوں اور گناہوں کی وجہ سے اسکی مدد چھوڑ دیتے ہیں اور اسے آزمائشوں اور مصائب میں گرفتار کر دیتے ہیں، اللہ تعالیٰ کا عدل ہے کہ اس کے گناہوں کی وجہ سے اسکو سزا مل گئی، یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کی مشیت سے ہوتا ہے، اسکو رب العزت قرآن پاک میں فرماتے ہیں۔

”كَذَلِكَ يُضِلُّ اللَّهُ مَنْ يَشَاءُ وَيَهْدِي مَنْ يَشَاءُ“ (سورۃ المدثر آیت ۳۱ پارہ ۲۹)

اسی طرح اللہ تعالیٰ جسکو چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے اور جسکو چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے، دوسری جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

”مَنْ يَشَأِ اللَّهُ يُضِلَّهُ وَمَنْ يَشَأِ يُجْعَلْهُ عَلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ“ (سورۃ الانعام آیت ۳۹ پارہ ۷)

جیسے اللہ تعالیٰ چاہتے ہیں گمراہ کر دیتے ہیں اور جسے چاہتے ہیں سیدھے راستے پر ڈال دیتے ہیں

قوله: وَهُوَ مُخَالِفٌ عَنِ الْأَضْدَادِ وَالْأَنْدَادِ لَأَرَادَ لِقَصَائِهِ وَلَا مُعَقَّبٌ لِحُكْمِهِ
وَلَا غَالِبٌ لِأَمْرِهِ أَمَّا بَدَلُكَ كُتْلِهِ وَآيَقُنَّا أَنْ كُتْلًا مِّنْ عِنْدِهِ،

اللہ تعالیٰ شرکاء سے پاک ہیں

اللہ تعالیٰ مخالفین کی مخالفت سے اور شرکاء سے بہت بلند ہیں، اللہ تعالیٰ کے فیصلوں کو کوئی رد نہیں
کر سکتا اور نہ ہی کوئی اسکے فیصلے کو ٹال سکتا ہے اور نہ ہی کوئی اللہ تعالیٰ کے فیصلہ پر غالب آ سکتا ہے

معتزلہ کی تردید :- امام طحاوی معتزلہ کی تردید کر رہے ہیں معتزلہ کا مذہب ہے کہ انسان
اپنے افعال و اعمال کا خالق ہے، اسکے کسی فعل اور عمل میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کا کوئی دخل نہیں
، اہلسنت والجماعت کا مذہب یہ کہ انسان کے تمام افعال کا خالق صرف اللہ تعالیٰ ہیں بندہ صرف
کامیاب ہے بندہ سے جو کچھ صادر ہوتا ہے خواہ ایمان ہو یا کفر خواہ نیکی ہو یا بدی، سب کا خالق اللہ
تعالیٰ ہے اسی کے پیدا کرنے سے پیدا ہوا ہے بندہ اس کا خالق نہیں، امام طحاوی معتزلہ کی تردید
کرتے ہوئے فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ کا کوئی مخالف اور مماثل نہیں اسکے فیصلوں کو کوئی رد کرنے
والا نہیں، اسکے حکم کو کوئی ٹال نہیں سکتا اور نہ اسکے اوپر کوئی غالب آ سکتا ہے بلکہ اللہ تعالیٰ ہی غالب
ہیں ان سب باتوں پر ہمارا ایمان ہے اور ہم یقین رکھتے ہیں کہ ہر ہونے والا کام اور ہر ہونے والی
چیز اللہ ہی کی طرف سے ہے، اسی کو اللہ رب العزت اپنی مقدس کتاب میں فرماتے ہیں۔

”أَفَى اللَّهِ شَكٌّ فَاطِرِ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ“ (سورۃ ابراہیم آیت ۱۰ پارہ ۱۳)

کیا اللہ میں شک ہے جو آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنے والا ہے، دوسری جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے
”أَنْتُمْ لَتَشْهَدُونَ أَنَّ مَعَ اللَّهِ إِلَهًا أُخْرَىٰ قُلْ لَا أَشْهَدُ قُلْ إِنَّمَا هُوَ اللَّهُ وَاحِدٌ“

(سورۃ الانعام آیت ۱۹ پارہ ۷)

کیا تم اس بات کی گواہی دیتے ہو کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ اور بھی معبود ہیں آپ ﷺ کہہ دیجئے

میں ایسی شہادت نہیں دیتا آپ ﷺ کہہ دیجئے بے شک وہ ایک ہی معبود ہے، ایک اور جگہ رب العزت کا ارشاد ہے۔ ”وَلَمْ يَكُنْ لَهُ كُفُوًا أَحَدٌ“ (سورۃ الاخلاص آیت ۴ پارہ ۳۰)

اور اسکی برابری کرنے والا کوئی نہیں،

محمد امجد علی (عفی اللہ عنہ)

فاضل دارالعلوم فیصل آباد و فاضل عربی،

استاذ الحدیث جامعہ اسلامیہ عربیہ مدنی ٹاؤن غلام محمد آباد فیصل آباد پاکستان

رسالت حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

وَأَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَنَبِيُّهُ الْمُجْتَبَىٰ وَرَسُولُهُ الْمُرْتَضَىٰ، خَاتَمَ الْأَنْبِيَاءِ وَإِمَامَ الْأَتْقِيَاءِ وَسَيِّدَ الْمُرْسَلِينَ وَحَبِيبَ رَبِّ الْعَالَمِينَ، وَكُلَّ دَعْوَةَ نَبْوَةٍ بَعْدَ نَبْوَتِهِ فَغَيٌّ وَهَوَىٰ، وَهُوَ الْمَبْعُوثُ إِلَىٰ عَامَةِ الْجَنِّ وَكَافَّةِ الْوَرَىٰ.
الْمَبْعُوثُ بِالْحَقِّ وَالْهُدَىٰ.

ترجمہ: اور بیشک حضرت محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ بندے، اور اسکے چنے ہوئے پیغمبر، اور اسکے پسندیدہ رسول ہیں، خاتم الانبیاء ہیں اور تمام اتقیاء کے امام ہیں اور سب رسولوں کے سردار ہیں اور رب العالمین کے محبوب ہیں اور آپ ﷺ کی نبوت کے بعد ہر قسم کی نبوت کا دعویٰ گمراہی اور خواہش نفس کی پیروی ہے اور آپ ﷺ تمام جنات اور تمام انسانوں کی طرف حق اور ہدایت کے ساتھ بھیجے گئے۔

تجزیہ عبارت:۔ مذکورہ بالا عبارت میں مصنف نے عقیدہ رسالت کے ساتھ ساتھ حضور اقدس ﷺ کی صفات کو اور تمام جن و انس کی طرف آپ کی بعثت کو بیان کیا ہے،

تشریح

قوله: وَلَنْ مُحَمَّدًا عَبْدُ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَنَبِيُّهُ الْمُجْتَبَىٰ وَرَسُولُهُ الْمُرْتَضَىٰ.

حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ اللہ تعالیٰ کے بندے اور رسول ہیں

امام طحاوی عقیدہ توحید اور ذات باری تعالیٰ، صفات باری تعالیٰ کے اثبات کے بعد عقیدہ رسالت کو بیان کر رہے ہیں کیونکہ عقیدہ توحید کے بعد عقیدہ رسالت کا ہونا ضروری ہے اگر کوئی آدمی اللہ

تعالیٰ کی توحید اور ربوبیت کی دل سے تصدیق اور زبان سے اقرار کرتا ہے لیکن حضور اقدس ﷺ کی رسالت کی دل سے تصدیق اور زبان سے اقرار نہیں کرتا ایسا انسان دائرہ اسلام سے خارج ہے اسکو کافر قرار دیا جائے گا اسکا کوئی عمل بھی اللہ کے دربار میں قبول نہیں ہوگا اگرچہ اسکے رونے کی وجہ سے بیت اللہ میں گھاس بھی کیوں نہ آگ آئے جب تک حضور ﷺ کے خاتم النبیین ہونے کی دل سے تصدیق نہیں کریگا، عقیدہ توحید اور عقیدہ رسالت دونوں لازم ملزوم ہیں دونوں کا ہونا ضروری ہے اگر عقیدہ توحید ہے لیکن عقیدہ رسالت نہیں تو جیسے یہ آدمی دائرہ اسلام سے خارج ہے اسی طرح اگر عقیدہ رسالت ہے لیکن عقیدہ توحید نہیں، اللہ تعالیٰ کی توحید اور ربوبیت کا انکار کرتا ہے تو وہ بھی دائرہ اسلام سے خارج ہے، اسی لئے عقیدہ توحید کے ساتھ عقیدہ رسالت کا ہونا ضروری ہے اسی کو رب العزت اپنی مقدس کتاب میں فرماتے ہیں۔

”وَمَا قَدَرُوا اللَّهَ حَقَّ قَدْرِهِ إِذْ قَالُوا مَا أَنْزَلَ اللَّهُ عَلَيْنَا مِنْ شَيْءٍ“

(سورۃ الانعام آیت ۹۱ پارہ ۷)

اور ان لوگوں نے خدا کی قدر نہیں کی جیسے قدر کرنی چاہیے تھی جب انہوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے کسی انسان پر (وحی اور کتاب وغیرہ) کچھ بھی نازل نہیں کیا، یعنی اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہ اطلاع دی ہے کہ جس شخص نے اللہ تعالیٰ سے رسول بھیجے اور رسول سے کلام کرنے کی نفی کی اس آدمی نے اللہ تعالیٰ کو صحیح معنی میں سمجھا ہی نہیں اور نہ اسکی شان کو سمجھا ہے۔

عبدیت کی شان ہر شان سے بلند ہے:- امام طحاویؒ نے عقیدہ رحالت کے بارے میں فرمایا ہے کہ حضور اقدس ﷺ اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ بندے اور اسکے منتخب پیغمبر اور اسکے پسندیدہ رسول ہیں، حضور اقدس ﷺ کی رسالت کے ساتھ عبدیت کا عقیدہ رکھنا بھی ضروری ہے کیونکہ عبدیت کی شان ہر شان سے بلند ہے کیونکہ جہاں آپ ﷺ کو وحی جیسی عظمت

شان ملی ہے تو وہاں اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو عبدیت کی شان سے نوازا ہے۔

جیسے اللہ رب العزت کا ارشاد ہے ”فَأَوْحَىٰ إِلَىٰ عَبْدِهِ مَا أَوْحَىٰ“ (سورۃ النجم آیت ۱۰ پارہ ۲۷)

پس اللہ تعالیٰ نے وحی کی اپنے بندہ کی طرف جو وحی کی،

اور اگر قرآن مجید جیسی مقدس کتاب آپ ﷺ کو ملی ہے تو وہاں بھی اللہ تعالیٰ نے عبدیت کی شان سے نوازا ہے،

”وَإِنْ كُنْتُمْ فِي رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلَىٰ عَبْدِنَا فَأْتُوا بِسُورَةٍ مِّثْلِهِ“ (سورۃ البقرۃ آیت ۲۳ پارہ ۱)

اگر تم اس کتاب کے بارے میں شک میں ہو جسکو ہم نے اپنے بندے پر اتارا تو اس جیسی ایک سورت لے آؤ، ایک اور جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے

”تَبَارَكَ الَّذِي نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلَىٰ عَبْدِهِ“ (سورۃ الفرقان آیت ۱، پارہ ۱۸)

بارک ہے وہ اللہ کی ذات جس نے قرآن کو اپنے بندے پر اتارا،

اور اگر معراج جیسا آپ ﷺ کو کمال ملا ہے تو وہاں بھی اللہ تعالیٰ نے عبد سے تعبیر کیا، جیسے اللہ رب العزت کا ارشاد ہے

”سُبْحٰنَ الَّذِي أَسْرَىٰ بِعَبْدِهِ لَيْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ إِلَى الْمَسْجِدِ الْأَقْصَىٰ“

(بنی اسرائیل آیت ۱ پارہ ۱۵) پاک ہے وہ ذات جس نے اپنے بندے کو سیر کروائی مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک،

اور جو لوگ حضور اقدس ﷺ کو عبد کی شان سے نکال کر نور میں داخل کرنا چاہتے ہیں وہ آپ کی شان کو بوجھنا نہیں رہے بلکہ آپ ﷺ کی شان کو گھٹا رہے ہیں، کیونکہ اگر آپ ﷺ نور ہونے کی وجہ سے عرش معلیٰ تک گئے ہیں تو یہ اتنا کوئی کمال ثابت نہیں ہوتا کیونکہ فرشتے نور ہیں وہ آتے جاتے رہتے ہیں کمال تو یہ ہے کہ عبدیت کی شان کے ساتھ حضرت آمنہؓ کے لخت جگر ہو کر اور حضرت عبداللہؓ کے فرزند ارجمند ہو کر حضرت خدیجہؓ اور حضرت عائشہؓ کے سر تاج ہو کر حضرت فاطمہؓ کے

والد محترم ہو کر حضرت حسن و حسینؑ کے نانا ہو کہ وہاں تک پہنچ جائیں جہاں تک کسی نور کی بھی رسائی نہیں ہوتی۔

دوسری بات یہ ہے کہ آپ ﷺ عبدیت کی شان کے ساتھ وہاں تک پہنچ گئے جہاں نوریوں کے سردار جبرائیلؑ کی بھی رسائی نہیں ہوتی اور نوریوں کے سردار کے پروں کی طاقت بھی ختم ہو جاتی ہے، اسی کا شیخ سعدیؒ اپنی کتاب بوستان میں نقشہ کھینچتے ہیں کہ سدرۃ المنتہیٰ کے پاس جبرائیل رک گئے، سید البشر ﷺ عرش معلیٰ تک پہنچ گئے۔

﴿بدوگفت سالار بیت الحرام﴾

کہ اے حاملِ وحی برترِ خرام﴾

جبرائیلؑ سے کہا بیت الحرام کے سردار نے، کہ اے وحی لانے والے اور پاڑیے

﴿چوں در دوستی مخلصم یافتی﴾

عنانم ز صحبت جراتافتی﴾

جب دوستی میں تو نے مجھے مخلص پایا ہے، میری رفاقت سے باگ کیوں پھیر رہا ہے

﴿بگفتا فراتر مجالم نماند﴾

بماندم کہ نیروئے بالم نماند﴾

اس نے کہا اوپر جانے کی میرے اندر طاقت نہیں رہی، میں تھک گیا ہوں کہ میرے بازوؤں میں طاقت نہیں رہی۔

﴿گریکسر موئے برتر پریم﴾

فروغ تجلی بسوزد پریم﴾

اگر ایک بال کے برابر بھی میں اوپر اڑوں، اللہ تعالیٰ کی تجلیات کی روشنی میرے پروں کو جلا کر براکھ کر دے گی۔

جب حضور اقدس ﷺ عرش تک پہنچے اور اللہ تعالیٰ کے اتنے قریب ہوئے۔

”فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ أَوْ أَدْنَىٰ فَأَوْحَىٰ إِلَىٰ عَبْدِهِ مَا أَوْحَىٰ“ (سورۃ النجم آیت ۹، ۱۰ پارہ ۲۷)
تو حضور اقدس ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں یہ تحفہ پیش کیا۔

”الْحَمْدُ لِلَّهِ وَالصَّلَاةُ وَالطَّيِّبَاتُ“ اللہ تعالیٰ نے جواب میں فرمایا ”السَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللَّهِ وَبَرَكَاتُهُ“ تو حضور اقدس ﷺ نے اپنی امت کو بھی اس اعزاز میں شریک کیا اور فرمایا ”السَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلَىٰ عِبَادِ اللَّهِ الصَّالِحِينَ“ تو جبرائیل جو سدرۃ المنتہیٰ پہ اٹکے ہوئے تھے جب اللہ اور اسکے حبیب ﷺ کے مکالمہ کو سنا تو جبرائیل بھی وجد میں آ کر کہنے لگے ”أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ“ تو جبرائیل نے بھی جب آپ ﷺ کی رسالت کی گواہی دی تو عبدیت کی شان سے تعبیر کیا، معلوم ہوا عبدیت کی شان ہر شان سے اونچی ہے اس لیے امام طحاویؒ نے ”عبدہ المصطفیٰ“ سے آپ ﷺ کی شان کو ذکر کیا ہے۔

نیز وصف عبدیت کے ذکر میں یہ نکتہ بھی ہے کہ ختم رسالت اور معراج جیسے مراتب جلیلہ پر فائز ہونے کی وجہ سے رسول عبدیت سے نکل نہیں جاتے بلکہ انکی عبدیت کے مراتب عالیہ میں اور بھی عروج پیدا کر دیتی ہے۔

نیز عبدہ المصطفیٰ میں تعدیل اعتقاد بھی ہے کہ حضور اقدس ﷺ کے بارے میں نہ تو نصاریٰ کی طرح افراط کیا جائے کہ آپ ﷺ کو عبدیت سے نکال کر الوہیت تک پہنچا دیا جائے اور نہ یہود کی طرح تفریط کی جائے کہ آپ ﷺ کو اللہ تعالیٰ کا رسول اور مقبول بندہ بھی نہ سمجھا جائے۔
عبدیت کی شان بہت بلند ہونے کی وجہ سے ایک بزرگ اللہ تعالیٰ کے ساتھ محبت اور تعلق کی بناء پر کہتے ہیں۔

﴿عرش بگذر دشنده من﴾

﴿گر یکبار گوید بندہ من﴾

اگر میرا اللہ ایک دفعہ مجھے اپنا بندہ کہہ دے تو اس پر مجھے اتنی خوشی ہوگی کہ اس خوشی پر ہنسنے کی آواز عرش تک گونج اٹھے گی۔

وَبَيِّنَةُ الْمُجْتَبَىٰ وَرَسُولُهُ الْمُتَقَضَىٰ، اس بات کا اعتقاد رکھنا ضروری ہے کہ حضور اقدس ﷺ اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ بندے اور اسکے چنے ہوئے نبی اور اسکے پسندیدہ رسول ہیں، مصطفیٰ، مجتبیٰ اور مرتضیٰ مترادف الفاظ ہیں جن کا معنی تقریباً ایک ہی ہے چنا ہوا، پسند کیا ہوا۔

رسول اور نبی میں فرق :- رسول اس ہستی کو کہا جاتا ہے جسکو اللہ تعالیٰ نے مخلوق کی طرف احکام پہنچانے کے لیے مبعوث کیا ہو اور اسکو نبی کتاب اور نبی شریعت سے نوازا ہو، نبی عام ہے چاہے اسکو نبی شریعت اور نبی کتاب دی گئی ہو یا نہ دی گئی ہو بلکہ اپنے سے پہلے ہی پیغمبر کی شریعت کی تبلیغ کا حکم ہو، لہذا رسول نبی سے خاص ہے اور نبی عام ہے اس میں عموم و خصوص مطلق کی نسبت ہے، ہر رسول کا نبی ہونا ضروری ہے لیکن ہر نبی کا رسول ہونا ضروری نہیں اس لئے امام طحاویؒ آپ ﷺ کیلئے نبی اور رسول دونوں لائے ہیں کہ آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کے منتخب کیے ہوئے نبی بھی ہیں اور اللہ تعالیٰ کے پسندیدہ رسول بھی ہیں۔

آپ ﷺ کی نبوت کا اعلان فرماتے ہوئے اللہ رب العزت قرآن پاک میں فرماتے ہیں۔

”وَأَرْسَلْنَاكَ لِلنَّاسِ رَسُولًا وَكَفَىٰ بِاللَّهِ شَهِيدًا“ (سورۃ النساء آیت ۷۹ پارہ ۵)

اوپہم نے آپ ﷺ کو لوگوں کیلئے رسول بنا کر بھیجا اور آپ ﷺ کی رسالت کے اللہ تعالیٰ ہی گواہ کافی ہیں

دوسری جگہ ارشاد ہے ”وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ“ (سورۃ الانبیاء آیت ۱۰۷ پارہ ۷)

کہ ہم نے آپ ﷺ کو تمام جہان والوں کیلئے رحمت بنا کر بھیجا ہے، ایک اور جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ ”لَقَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ إِذْ بَعَثَ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْ أَنفُسِهِمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَإِنْ كَانُوا مِن قَبْلُ لَفِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ“

(سورة ال عمران آیت ۶۴ پارہ ۴)

اللہ تعالیٰ نے مومنوں پر احسان کیا کہ ایک رسول بھیجا انہیں میں سے، جو انکو پڑھ کر سنا تا ہے آیتیں اسکی اور انکو پاک کرتا ہے یعنی شرک وغیرہ سے اور سکھاتا ہے انکو کتاب اور دانائی کی باتیں اور پہلے تو یہ لوگ مرتع گمراہی میں تھے،

قَوْلُهُ: خَاتَمُ الْأَنْبِيَاءِ وَإِمَامُ الْأَتْقِيَاءِ وَسَيِّدُ الْمُرْسَلِينَ وَحَبِيبُ رَبِّ الْعَالَمِينَ،

امام طحاوی حضور اقدس ﷺ کے اوصاف بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ صرف نبی اور رسول ہی نہیں بلکہ آپ ﷺ خاتم الانبیاء اور تمام اتقیا کے امام اور سب رسولوں کے سردار اور رب العالمین کے محبوب ہیں۔

مسئلہ ختم نبوت

حضور اقدس ﷺ کی ختم نبوت کا مسئلہ عقیدے کا مسئلہ ہے آپ ﷺ کی نبوت کو ماننا بھی ضروری ہے اور آپ ﷺ کی ختم نبوت کو ماننا بھی ضروری ہے اسلئے امام طحاوی نے پہلے آپ ﷺ کی نبوت اور رسالت کا ذکر کیا کہ آپ ﷺ خاتم الانبیاء ہیں، اب آپ ﷺ کی ختم نبوت کو بیان کر رہے ہیں اگر کوئی شخص آپ ﷺ کی نبوت کو مانتا ہے لیکن ختم نبوت کو نہیں مانتا جیسے قادیانی گروہ تو ایسے لوگ دائرہ اسلام سے خارج ہیں اور کافر ہیں حضور اقدس ﷺ کے تشریف لانے سے نبوت کا دروازہ بند ہو چکا ہے اور نبیوں کے سلسلہ پر مہر لگ چکی ہے جنکو نبوت ملنی تھی وہ حضور اقدس ﷺ سے پہلے مل چکی ہے، اب کسی کو نبوت نہیں دی جائے گی اس لئے حضور اقدس ﷺ کی نبوت کو سب نبیوں کے بعد رکھا ہے اور قیامت تک آپ ﷺ کی نبوت چلتی رہے گی، حضرت عیسیٰؑ بھی جو آخر میں تشریف لائیں گے وہ بھی آپ ﷺ کے امتی ہونے کی حیثیت سے آئیں گے اور انکی نبوت اور رسالت کا سکہ نہیں چلے گا جیسے آج بھی پوری دنیا میں حضور ﷺ کی نبوت کا سکہ جاری

ساری ہے۔

بلکہ بعض محققین نے تو یہاں تک لکھا ہے کہ پہلے انبیاء بھی اپنے اپنے زمانہ میں خاتم الانبیاء ﷺ کی روحانیت عقلی ہی سے مستفید ہوتے رہے جس طرح چاند اور ستارے رات کو سورج کے نور سے مستفید ہوتے ہیں حالانکہ سورج رات کو دکھائی نہیں دیتا جس طرح روشنی کے تمام مراتب عالم اسباب میں آفتاب پر ختم ہو جاتے ہیں اس طرح نبوت و رسالت کے تمام مراتب و کمالات کا سلسلہ بھی خاتم الانبیاء ﷺ کی روح پر ختم ہو جاتا ہے اس لحاظ سے کہا جاسکتا ہے کہ آپ ﷺ زُتبی اور زمانی ہر حیثیت سے خاتم النبیین ہیں اور جن کو نبوت ملی ہے آپ ﷺ کی ہی مہر لگ کر ملی ہے اور ختم نبوت پر قرآن و حدیث اور اجماع امت سے سینکڑوں دلائل ہیں جنکی روشنی میں کہا جائے گا کہ ختم نبوت کا منکر یقیناً کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہے،

مسئلہ ختم نبوت پر قرآن و حدیث اور اجماع سے دلائل

ختم نبوت پر قرآن سے دلائل

دلیل اول:- ”مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّن رِّجَالِكُمْ وَلَكِن رَّسُولَ اللَّهِ

وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ“ (سورة الاحزاب آیت ۴۰ پارہ ۲۲)

حضرت محمد ﷺ تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں لیکن اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں اور خاتم النبیین ہیں۔

دلیل ثانی:- ”وَالَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِمَا أُنزِلَ إِلَيْكَ وَمَا أُنزِلَ مِن

قَبْلِكَ“ (سورة البقرہ آیت ۴ پارہ ۱)

متقین وہ ہیں جو ایمان لاتے ہیں اس پر جو تمام نازل کیا گیا آپ ﷺ کی طرف اور اس پر ایمان لاتے ہیں جو تمام اتارا گیا آپ ﷺ سے پہلے انبیاء پر،

اس آیت کے اندر ختم نبوت کی دلیل ہے کیونکہ متقین کی صفت بیان کی گئی ہے جو کچھ آپ ﷺ پر اتارا گیا اور جو کچھ آپ ﷺ سے پہلے اتارا گیا اس پر ایمان لاتے ہیں، اگر حضور اقدس ﷺ کے بعد کسی اور نبی نے آنا ہوتا یا کسی وحی کا انتظار ہوتا پھر اللہ پاک یوں فرماتے ہیں

”بِمَا أَنْزَلْنَا إِلَيْكَ وَمَا أَنْزَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ وَمِنْ بَعْدِكَ“

جو کچھ آپ ﷺ کے بعد اتارا جائے گا اس پر بھی ایمان لاتے ہیں، حالانکہ پورے قرآن میں ایسا مضمون کہیں بھی نہیں ہے لہذا یہ آیت آپ ﷺ کے خاتم النبیین ہونے کی دلیل ہے

دلیل ثالث: الْيَوْمَ اكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتَمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي

وَرَضِيْتُ لَكُمْ الْإِسْلَامَ دِينًا“ (سورۃ مائدہ آیت ۳ پارہ ۶)

آج کے دن میں نے تمہارے لئے تمہارا دین مکمل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت تمام کر دی اور میں نے پسند کیا تمہارے لئے اسلام کو بطور دین کے، دین کامل ہو چکا اور اسلام قیامت تک مکمل ہو چکا لہذا حضور اقدس ﷺ کے تشریف لانے سے کسی نبی اور دین کی ضرورت نہیں لہذا یہ آیت بھی ختم نبوت کی دلیل ہے۔

دلیل رابع: إِنَّا أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ كَمَا أَوْحَيْنَا إِلَى نُوحٍ وَالنَّبِيِّينَ مِنْ بَعْدِهِ

وَأَوْحَيْنَا إِلَى إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ“ (سورۃ النساء آیت ۱۶۳ پارہ ۵)

بے شک ہم نے آپ ﷺ کی طرف وحی کی جیسا کہ ہم نے وحی کی نوحؑ اور ان کے بعد والے نبیوں کی طرف اور ہم نے وحی کی حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسماعیلؑ کی طرف، اگر حضور اقدس ﷺ کے بعد کسی وحی کا انتظار ہوتا تو جس طرح نوح علیہ السلام کے بعد ”مِنْ بَعْدِهِ“ کی تصریح موجود ہے اس طرح ”إِنَّا أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ“ کے بعد ”مِنْ بَعْدِكَ“ کی تصریح مذکور ہوتی حالانکہ ایسا نہیں، یہ آیت بھی ختم نبوت کی دلیل ہے

ختم نبوت پر احادیث سے دلائل

دلیل اول:- عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ ۞ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِنَّ

الرِّسَالَةَ وَالنَّبُوَّةَ قَدْ انْقَطَعَتْ فَلَا رَسُولَ بَعْدِي وَلَا نَبِيَّ بَعْدِي (رواه الترمذی، مستدرک)
حضرت انس بن مالک سے روایت ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے شک رسالت اور نبوت بند ہو چکی ہے پس میرے بعد نہ کوئی رسول آئے گا اور نہ کوئی نبی،

دلیل ثانی:- عَنْ جَابِرٍ ۞ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَإِنَّا مَوْضِعُ الْبَيْتِ

جِنْتٌ فَخِجَمَتِ الْأَنْبِيَاءُ (مسلم شریف)

حضرت جابر سے روایت ہے حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ (قصر نبوت کی) وہ آخری اینٹ میں ہوں اور میری آمد نے انبیاء علیہم السلام کا سلسلہ ختم کر دیا ہے۔

دلیل ثالث:- عَنْ ثَوْبَانَ ۞ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَإِنَّهُ سَيَكُونُ فِي

أُمَّتِي كَذَّابُونَ فَلَا تُؤْنُ كُلُّهُمْ يَزْعَمُ أَنَّهُ نَبِيُّ اللَّهِ وَإِنَّا خَاتَمُ النَّبِيِّينَ لَأَنِّي بَعْدِي

(رواه الترمذی و ابوداؤد، مشکوٰۃ)

حضرت ثوبان سے روایت ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا جس کا مفہوم یہ ہے کہ میری امت میں تیس کذاب ہوں گے ان میں ہر ایک دعویٰ کرے گا کہ میں نبی ہوں حالانکہ میں خاتم النبیین ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔

دلیل رابع:- حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے حضور اقدس ﷺ کا ارشاد ہے

جس کا مفہوم یہ ہے کہ مجھے تمام انبیاء پر چھ چیزوں کے ساتھ فضیلت ہے، (۱) مجھے جامع کلمات دیے گئے ہیں (۲) رعب کے ذریعے میری مدد کی گئی ہے (۳) میرے لئے غنیموں کا مال حلال

کر دیا گیا ہے (۴) میرے لئے تمام روئے زمین کو مسجد اور طہارت کا ذریعہ بنایا گیا ہے
(۵) مجھے تمام مخلوق کی طرف نبی بنا کر بھیجا گیا ہے (۶) وَخْتَمَ بِي النَّبِيُّونَ اور میرے ساتھ انبیاء
کو ختم کر دیا گیا ہے (رواہ مسلم)

ختم نبوت پر اجماع سے دلائل

ختم نبوت پر اجماع امت کے متعلق عبارتیں:-

دلیل اول:- ملا علی قاری فرماتے ہیں ”وَدَعَوَى النَّبِيَّةَ بَعْدَ نَبِيِّنَا صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُفْرًا بِالْإِجْمَاعِ“ (شرح فقہ اکبر)
حضور اقدس ﷺ کے بعد نبوت کا دعویٰ کرنا بالاجماع کفر ہے

دلیل ثانی:- مَنْ اِعْتَقَدَ وَخِيَا بَعْدَ مُحَمَّدٍ ﷺ فَقَدْ كَفَرَ بِالْإِجْمَاعِ
المُسْلِمِينَ (تلاوی ابن جریر)

جو شخص حضور ﷺ کے بعد وحی آنے کا اعتقاد رکھتا ہے اجماع مسلمین سے وہ کافر ہے

دلیل ثالث:- لَوْ جَوَّزْنَا ظُهُورَ نَبِيِّ بَعْدَ نَبِيِّنَا ﷺ لَجَوَّزْنَا الْفِتَاخَ بَابَ
وَخِي النَّبِيَّةَ بَعْدَهُ كَمَا لَا يَخْفَى عَلَى الْمُسْلِمِينَ وَكَيْفَ يَجِيئُ نَبِيٌّ بَعْدَ رَسُولِنَا وَقَدْ
انْقَطَعَ الْوَحْيُ بَعْدَ وَقَاتِهِ وَخَتَمَ اللَّهُ بِهِ النَّبِيِّينَ (حاشیہ البشری ص ۳۳)

اپنے نبی کریم ﷺ کے بعد اگر ہم نبی کے ظاہر ہونے کو جائز مان لیں تو ہم نے نبوت کے وحی
کے دروازہ کے کھلنے کو جائز سمجھا جیسا کہ مسلمانوں پر پوشیدہ نہیں ہے اور ہمارے رسول ﷺ کے
بعد کیسے نبی آ سکتا ہے حالانکہ وحی آپ ﷺ کی وفات کے بعد ختم ہو گئی ہے اور اللہ تعالیٰ نے
آپ ﷺ کے ذریعے نبیوں کو ختم کر دیا ہے

دلیل رابع:- ملفوظات احمدیہ ص ۸۲ ج ۱ میں ہے چنانچہ یہ امر مسلمانوں کا بچہ بچہ جانتا ہے کہ آپ ﷺ آخر الزمان نبی ہیں اور ص ۱۶۰ میں ہے اگرچہ آپ ﷺ سب نبیوں کے بعد آئے۔

قولہ: وَسَيَذُكُّ الْمُرْسَلِينَ اِنْ

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تمام انبیاء کے سردار ہیں

رحمت للعالمین، سید المرسلین ﷺ کی فضیلت و افضلیت کا عقیدہ ہر مسلمان کا ایمان، بلکہ ایمان کی جان ہے اسکو یوں سمجھئے کہ مختلف انبیاء و رسل میں جو جو اوصاف و کمالات تھاتھے وہ سب یکجا کر کے اس ہستی کا نام محمد صلی اللہ علیہ وسلم رکھ کر اسکو سید المرسلین ﷺ کا اعزاز دیدیا گیا، بلکہ اسکو یوں کہا جائے وہ کاملوں میں اکمل ہیں جمیلوں میں اجمل ہیں، حسینوں میں احسن ہیں، شریفوں میں اشرف ہیں فاضلوں میں افضل ہیں، رفیعوں میں ارفع ہیں، نبیوں میں برتر و بہتر ہیں اور رسولوں کے سردار ہیں

وَلِلَّهِ الْقَاتِلُ ﴿ عقیل ایسا، ظلیل ایسا، جلیل ایسا، جمیل ایسا

نہ رفعتوں میں نہ عظمتوں میں پایا کسی نے مقام ایسا﴾

اسی بات کو اس حدیث میں بیان کیا گیا ہے۔

(۱) حضور اقدس ﷺ کا ارشاد ہے جسکا مفہوم یہ ہے قیامت کے دن مجھے اولاد آدم علیہ السلام کا سردار بنایا جائیگا اور مجھے یہ مرتبہ بیان کرنے میں کوئی فخر نہیں اور تمام بنی آدم میرے جھنڈے کے نیچے کھڑے ہونگے، سب سے پہلے میں اٹھایا جاؤنگا سب سے پہلے میری سفارش قبول ہوگی مجھے یہ مرتبہ بیان کرنے میں کوئی فخر نہیں ہے (رواہ الترمذی)

(۲) واعلم بن اسحق سے روایت ہے کہ حضور اقدس نے ارشاد فرمایا جسکا مفہوم یہ ہے کہ بے شک

اللہ تعالیٰ نے حضرت اسماعیلؑ کی اولاد سے کنانہ کا انتخاب کیا اور کنانہ میں سے قریش کا اور قریش میں سے بنو ہاشم کا اور ہاشم میں سے میرا انتخاب کیا (رواہ مسلم، ترمذی)

(۳) حضور اقدس ﷺ کا از شاد ہے جس کا مفہوم ہے کہ قیامت کے دن میں اولاد آدم کا سردار ہونگا اور سب سے پہلے میری قبر اطہر شق ہوگی اور میں انھوں گا اور سب سے اڈل سفارش کرنے والا میں ہونگا اور سب سے پہلے میری سفارش قبول ہوگی (رواہ مسلم)

اسی کو حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ یانی دارالعلوم دیوبند فرماتے ہیں۔

﴿جہاں کے سارے کمالات ایک تجھ میں ہیں﴾

تیرے کمال کسی میں نہیں مگر دو چار﴾

﴿تو نخر کون و مکال زبده زمین و زماں﴾

امیر لشکر پیغمبرانِ حق ابرار﴾

﴿تو بونے گل ہے اگر مثل گل ہیں اور نبی﴾

تو نور شمس ہے گراور انبیاء ہیں شمس و نہار﴾

قوله وَ حَبِيبٌ رَبِّ الْعَالَمِينَ،

حضور اقدس ﷺ اللہ تعالیٰ کے حبیب ہیں اور حضور اقدس ﷺ کو اللہ تعالیٰ کے دربار میں محبت کا سب سے اونچا مقام حاصل ہے حضرت ابراہیم علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے خلیل ہیں اور حضور اقدس ﷺ اللہ تعالیٰ کے حبیب ہیں۔

خلیل اور حبیب میں فرق :- خلیل اسکو کہتے ہیں جسکو ملاقات کا بھی شوق ہو اور ساتھ

عطا یعنی کچھ لینے کا بھی شوق ہو اور حبیب اسکو کہتے ہیں جسکو صرف ملاقات ہی کا شوق ہو، اور خلیل

کہتے ہیں خالص دوست کو، حبیب کہتے ہیں محبوب کو،

حضرت ابراہیم علیہ السلام صرف خلیل اللہ ہیں اور حضرت محمد ﷺ حبیب خدا بھی ہیں اور ساتھ خلیل

بھی ہیں جیسا کہ حضور کا ارشاد ہے جس کا مفہوم ہے مجھے اللہ تعالیٰ نے ظلیل بنایا جیسا کہ اس نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ظلیل بنایا نیز آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا اگر میں نے زمین والوں میں سے کسی کو ظلیل بنانا ہوتا تو حضرت ابو بکر صدیقؓ کو ظلیل بنانا لیکن میں تو اللہ کا ظلیل ہوں (رواہ مسلم)

کلیم اللہ اور حبیب اللہ میں فرق

حضرت اقدس مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ سے کسی نے پوچھا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کلیم اللہ ہیں اور حضرت محمد ﷺ حبیب اللہ ہیں وہ کلیم ہیں آپ حبیب ہیں تو کلیم اور حبیب میں فرق کیا حضرت اقدس مولانا سید عطاء اللہ صاحب بخاریؒ نے فرمایا حبیب اللہ اور کلیم اللہ میں کئی طرح سے فرق ہے۔

(۱) پہلا فرق: یہ ہے کہ کلیم اللہ وہ ہے جو دیدار الہی مانگے ”زَبِّ اَرِنِي اَنْظُرُ اِلَيْكَ“ اور خالق کی طرف سے جواب آتا ہے ”لَنْ قَوَّانِي“ حبیب اللہ وہ ہے کہ خود خدا کو انتظار ہے اور جسکو شب اسرئی کا دلہا بنا کر ملائکہ کی نورانی بارات کے ساتھ عرش بریں پر بلایا جائے۔

خدا کے طالب دیدار حضرت موسیٰ

تمہارا لئے خدا آپ طالب دیدار

کہاں بلند ہی طور اور کہاں تیری معراج

کہیں ہوئے ہیں زمین و آسمان ہموار

(۲) دوسرا فرق: کہ کلیم اللہ وہ ہے جو کہ طور پر اللہ تعالیٰ کی ایک تجلی برداشت نہ کر سکے

حبیب اللہ وہ ہے جو شب معراج میں انوارات و تجلیات کے پردوں میں لپٹ کر ”فَاَمَّا قَابَ قَوْسَيْنِ“ کے ساتھ مزے لوٹے۔

(۳) تیسرا فرق: یہ کہ کلیم اللہ وہ ہے جو طور پر جائے تو اللہ تعالیٰ فرمائیں ”فَاَخْلَعُ نَعْلَيْكَ“

حبیب اللہ وہ ہے جو عرش پر جائے تو ارشاد ہو تعین پہن کر آتا کہ قیامت تک عرش ناز کرتا رہے

(۴) چوتھا فرق: یہ ہے کہ کلیم اللہ وہ ہے جو کہ طور پر کتاب لینے خود جائے۔

حبیب اللہ وہ ہے کہ قرآن اسکے پاس خود آئے اگر مکہ میں جائیں تو قرآن کی بن جائے اگر مدینہ میں جائیں تو قرآن مدنی بن جائے۔

(۵) پانچواں فرق: کلیم اللہ وہ ہے جو شرح صدر کی دعائیں ”زَبِّ اشْرَخِ لِي صَدْرِي وَيَسِّرْ لِي اَمْرِي“

حبیب اللہ وہ ہے کہ مانگنے کی ضرورت ہی نہیں بن مانگے شرح صدر عطا کیا گیا ”اَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ“

اسی کو کسی شاعر نے بیان کیا ہے:

قرب موسیٰؑ اور ہے قرب محمدؐ اور ہے

طور سینا اور ہے عرش معلیٰ اور ہے

گل کو کیا ہے مشابہت اس رخ لالہ رنگ سے

اسکی بہار اور ہے اسکی بہار اور ہے

قوله: وَكُلُّ دَعْوَةٍ نُبُوَّةٍ بَعْدَ نُبُوَّتِهِ فَعَيٌّ وَهَوَىٰ .

حضور اقدس ﷺ کے بعد دعویٰ نبوت باطل ہے

جب حضور اقدس ﷺ کا خاتم النبیین ہونا نصوص قطعیہ، احادیث صحیحہ متواترہ اور اجماع امت سے ثابت ہے اسلئے آپ ﷺ کی نبوت کے بعد ہر قسم کی نبوت کا دعویٰ کرنا گمراہی اور خواہشات نفس کی پیروی ہے اور مسئلہ ختم نبوت ایسا قطعی الثبوت ہے اسکا انکار کرنے والا بلکہ اس میں تامل کرنے والا بھی کافر ہے بلکہ صحیح اور صریح احادیث کی رو سے مدعی نبوت کافر ہے واجب القتل ہے مگر یہ قتل صرف اسلامی حکومت کا کام ہے نہ کہ رعایا اور افراد کا کام ہے

قوله: وَهُوَ الْمَبْعُوثُ إِلَىٰ عَامَةِ الْجَنِّ وَكَأْفَةِ الْوَرَى الْمَبْعُوثُ بِالْحَقِّ وَالْهُدَىٰ

حضور اقدس ﷺ کا جن وانس کی طرف مبعوث ہونا

حضور اقدس ﷺ قیامت تک آنے والے تمام انسانوں اور جنوں کی طرف نبی بنا کر بھیجے گئے اور آپ ﷺ حق اور ہدایت کے ساتھ مبعوث ہوئے، حضور اقدس ﷺ سے قبل ہر ہر علاقے کا الگ الگ نبی ہوا کرتا تھا لیکن حضور اقدس ﷺ کو مشرق و مغرب، شمال و جنوب، عرب و عجم، جن وانس، حور و ملک کا نبی بنا کر بھیجا گیا ہے اسی کا رب العزت اپنی مقدس کتاب میں اعلان فرماتے ہیں۔

”قُلْ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ جَمِيعًا“ (سورة الاعراف آیت ۵۸ پارہ ۹)

آپ ﷺ کہہ دیجئے کہ اے لوگو! میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول بن کر آیا ہوں، یعنی اے یورپ کے رہنے والو، افریقہ و امریکہ کے رہنے والو، پاکستان و ہندوستان کے رہنے والو، زیر فلک اور فوق الارض رہنے والو از مشرق تا مغرب، شمال تا جنوب کے رہنے والو بلکہ قیامت تک آنے والو جن وانس، میں تم سب کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں،

دوسری جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ ”وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا كَافَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيرًا وَنَذِيرًا“ (سورة سبأ آیت ۲۸ پارہ ۲۲)

اور ہم نے آپ ﷺ کو تمام لوگوں کے لئے خوشخبری سنانے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے تیسری جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے ”وَأَرْسَلْنَاكَ لِلنَّاسِ رَسُولًا وَكَفَىٰ بِاللَّهِ شَهِيدًا“

(سورة النساء آیت ۷۹ پارہ ۵)

اور ہم نے آپ ﷺ کو لوگوں کے لئے رسول بنا کر بھیجا ہے اور اس بات کا اللہ تعالیٰ ہی گواہ کافی ہے۔

چوتھی جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے ”تَبَارَكَ الَّذِي نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلَىٰ عَبْدِهِ لِيَكُونَ لِلْعَالَمِينَ

تَذِيْرًا“ (سورۃ فرقان آیت ۱۸ پارہ ۱۸)

باہرکت ہے وہ ذات جس نے اپنے بندے پر فرقان اتارا تاکہ ہوں جہان والوں کیلئے ڈرانے والے اور حضور اقدس ﷺ تمام جنوں کیلئے بھی نبی بنا کر بھیجے گئے اللہ تعالیٰ سورۃ اتحاف میں جنوں کی حکایت بیان فرماتے ہیں ”يَا قَوْمَنَا اٰجِبُوْا اِدْعِيَ اللّٰهِ وَاٰمِنُوْا بِهِ“ (سورۃ الاحقاف آیت ۲۶ پارہ ۳۱)

اے ہماری قوم! اللہ تعالیٰ کے ذرائع کی بات کو قبول کرو اور تم اس پر ایمان لے آؤ اور سورۃ جن بھی اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ حضور اقدس ﷺ جنوں کیلئے بھی نبی بنا کر بھیجے گئے

قرآن مجید

وَ اِنَّ الْقُرْآنَ كَلَامُ اللّٰهِ تَعَالٰى بَدَا مِنْهُ بِلَا كَيْفِيَّةٍ قَوْلًا وَاَنْزَلَهُ عَلٰى نَبِيِّهِ وَ حَيًّا وَاَوْصَلَهُ الْمُؤْمِنُوْنَ عَلٰى ذٰلِكَ حَقًّا وَاَيَقُنُوْا اِنَّهٗ كَلَامُ اللّٰهِ تَعَالٰى بِالْحَقِيْقَةِ لَيْسَ بِمَخْلُوْقٍ كَكَلَامِ الْبَرِيَّةِ لَمَنْ سَمِعَهُ فَرَعَمَ اِنَّهٗ كَلَامُ الْبَشْرِ فَقَدْ كَفَرَ وَاَوْعَدَهُ عَذَابَهٗ حَيْثُ قَالَ ”سَاُصْلِيْهِ سَقْرًا“ فَلَمَّا اُوْعِدَ اللّٰهُ سَقْرًا لَمَنْ قَالَ ”اِنَّ هٰذَا اِلَّا قَوْلُ الْبَشْرِ“ عَلِمْنَا اِنَّهٗ قَوْلُ خَالِقِ الْبَشْرِ وَاِلَّا يَشْبَهُ قَوْلَ الْبَشْرِ وَمَنْ وَصَفَ اللّٰهَ تَعَالٰى بِمَعْنٰى مِنْ مَعَانِي الْبَشْرِ فَقَدْ كَفَرَ وَاَبْصَرَ هٰذَا اِعْتَبِرْ وَاَعْنِ مِثْلَ قَوْلِ الْكٰفِرِ اَنْزَجَرَ وَاَعْلَمِ اَنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى بِصِفَاتِهٖ لَيْسَ كَالْبَشْرِ

ترجمہ:- بیشک قرآن پاک اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اللہ تعالیٰ سے ہی ظاہر ہوا ہے قول کی

شکل میں لیکن بلا کیفیت (قرآن پاک کے نزول اور حروف کی شکل میں متشکل ہونا اسکی کیفیت ہم نہیں جان سکتے) اسکو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ پر وحی کی شکل میں نازل فرمایا ہے اور مومنین

نے اسکے حق ہونے کی تصدیق کی ہے اور وہ اس بات پر یقین رکھتے ہیں کہ یہ قرآن ہیئتاً اللہ تعالیٰ کا کلام ہے، یہ مخلوق نہیں ہے انسانوں کے کلام کی طرح، پس جس نے قرآن کو سنا اور یہ خیال کیا کہ یہ انسان کا کلام ہے وہ کافر ہوا، اللہ تعالیٰ نے ایسے شخص کی مذمت کی ہے اور اسکی برائی بیان کی ہے اور اسے عذاب کی وعیدیں سنائی ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے میں ایسے شخص کو جہنم میں داخل کروں گا جب اللہ تعالیٰ نے ایسے شخص کو جہنم کی وعید سنائی جس نے قرآن کے بارے کہا کہ یہ انسان کا کلام ہے، تو ہمیں معلوم ہوا کہ یہ انسانوں کو پیدا کرنے والے کا کلام ہے اور اس سے انسان کا کلام مشابہت نہیں رکھتا اور جس شخص نے اللہ تعالیٰ کو انسانی وصفوں میں سے کسی وصف کیساتھ متصف کیا تو ایسا شخص کافر ہو گیا، پس جس شخص نے اس بات کو بصیرت کی آنکھ سے دیکھا تو اس نے عبرت حاصل کی، اور کافروں جیسی بات کہنے سے رک گیا اور اس نے معلوم کر لیا کہ اللہ تعالیٰ اپنی صفات کے ساتھ انسانوں کی طرح نہیں ہے۔

تجزیہ عبارات :- مذکورہ عبارت میں امام طحاویؒ نے قرآن پاک کے وحی اور کلام نفسی ہونے کو ثابت کیا ہے اور اسکے مخلوق ہونے کی نفی کی ہے اور قرآن پاک کے مخلوق کہنے پر جہنم کی وعید کو ثابت کیا ہے۔

تشریح

قوله: وَإِنَّ الْقُرْآنَ كَلَامُ اللَّهِ تَعَالَى بَدَأَ مِنْهُ بِلَا كَيْفِيَّةٍ قَوْلًا، وَأَنْزَلَهُ عَلَى نَبِيِّهِ وَحْيًا، وَصَدَّقَهُ الْمُؤْمِنُونَ عَلَى ذَلِكَ حَقًّا

قرآن پاک اللہ تعالیٰ کا کلام ہے

قرآن پاک اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کی صفات ازلی میں سے ہے اور اسکا ظہور اللہ

تعالیٰ سے ہوا ہے اور ہم اسکی کیفیت نہیں جان سکتے، لیکن یہ اللہ تعالیٰ کا کلام حروف اور صوت سے مرکب نہیں ہے، کیونکہ اگر حروف و صوت سے مرکب ہو تو یہ قدیم نہیں رہے گا اور جو قدیم ہوا سمیں تقدیم و تاخیر نہیں ہوا کرتی اور جو حروف و صوت سے مرکب ہو وہ کلام لفظی ہوتا ہے اور اسمیں تقدیم و تاخیر ہوتی ہے مثال کے طور پر ”خالد“ میں جب تک خا، کو ادا نہ کریں الف ادا نہیں ہوتا اور جب تک الف کو ادا نہ کریں لام ادا نہیں ہوتا،

علیٰ حد القیاس، لہذا حروف اور اصوات سے مرکب ہونے والا کلام اللہ تعالیٰ کی صفت نہیں کیونکہ یہ حادث ہے، اس سے متابلہ اور کرامیہ کے مذہب کی بھی تردید ہوگئی جو کہتے ہیں اللہ تعالیٰ کا کلام حروف و اصوات سے مرکب ہوتے ہوئے بھی قدیم ہے

اور اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کو اپنے نبی ﷺ پر وحی کی شکل میں نازل فرمایا ہے اور مومنین نے اسکے حق ہونے کی تصدیق کی ہے اور جبرائیل قرآن کی وحی کو تقریباً تیس ۲۳ سال کے عرصے تک حضور اقدس ﷺ کے پاس لاتے رہے اسی کو اللہ رب العزت اپنی مقدس کتاب میں فرماتے ہیں

”نَزَلَ بِهِ الرُّوحُ الْأَمِينُ عَلٰی قَلْبِكَ لِتَكُونَ مِنَ الْمُنذِرِينَ بِلِسَانٍ عَرَبِيٍّ مُّبِينٍ“ (سورۃ اشراء آیت ۱۹۳ پارہ ۱۹)

اس قرآن کو امانتدار فرشتے لے کر اترا ہے آپکے دل پر تاکہ ہوں آپ ﷺ ڈرانے والے (اور یہ القاء بھی) فصیح عربی زبان میں ہے،

دوسری جگہ ارشاد ہے ”قُلْ نَزَّلَهُ رُوحُ الْقُدُسِ مِنْ رَبِّكَ بِالْحَقِّ“ (سورۃ اہل آیت ۲ پارہ ۱۳)

آپ ﷺ کہہ دیجئے اسکو اتارا ہے پاک فرشتے نے تیرے رب کی طرف سے حق کے ساتھ، تیسری جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

”وَالَّذِينَ آمَنُوا مِنْهُمْ أَلْفَبُحْتُمْ الْكِتَابَ يَعْلَمُونَ أَنَّهُ مُنْزَلٌ مِنْ رَبِّكَ بِالْحَقِّ فَلَا تَكُونُونَ مِنَ الْمُمْتَرِينَ“ (سورۃ الانعام آیت ۱۱۳ پارہ ۸)

اور جن لوگوں کو ہم نے کتاب دی ہے یعنی تورات وہ جانتے ہیں کہ یہ نازل ہوئی ہے تیرے رب کی طرف سے برحق سو آپ مت ہوں شک کرنے والوں میں سے،

معتزلہ کی تردید:۔ امام طحاویؒ وَاِنَّ الْقُرْآنَ كَلَامُ اللّٰهِ تَعَالٰى بَدَا مِنْهُ بِلَا كَيْفِيَّةٍ کہہ کر معتزلہ کا رد کر رہے ہیں انکا عقیدہ یہ ہے کہ قرآن پاک کا ظہور اللہ تعالیٰ کی ذات سے نہیں ہوا اور نہ اس سے نکلا ہے اور قرآن مجید کی اضافت اللہ تعالیٰ کی طرف یہ اضافت تشریفی ہے جیسے بیت اللہ اور ناقۃ اللہ میں، اللہ تعالیٰ کی طرف اضافت تشریفی ہے امام طحاویؒ معتزلہ کا رد کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ قرآن مجید اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اور اسکی صفات ازلیہ میں سے ہے اسکا ظہور اللہ تعالیٰ سے ہوا ہے لیکن اس ظہور من اللہ کی کیفیت ہمیں معلوم نہیں،

قوله: وَاَيَقْسُوْا اَنَّهُ كَلَامُ اللّٰهِ تَعَالٰى بِالْحَقِيْقَةِ لَيْسَ بِمَخْلُوْقٍ كَكَلَامِ الْبَرِيَّةِ فَمَنْ سَمِعَهُ فَرَعَمَ اَنَّهُ كَلَامُ الْبَشْرِ فَقَدْ كَفَرَ، وَقَدْ ذَمَّهُ اللّٰهُ تَعَالٰى وَعَابَهُ وَاَوْعَدَهُ عَذَابَهُ حَيْثُ قَالَ "سَأُضِلُّهُ سَقَرَ" فَلَمَّا اَوْعَدَ اللّٰهُ سَقَرَ لَمَنْ قَالَ "اِنَّ هَذَا اِلَّا قَوْلُ الْبَشْرِ" عَلِمْنَا اَنَّهُ قَوْلُ خَالِقِ الْبَشْرِ، وَلَا يَنْبَغُ قَوْلُ الْبَشْرِ

قرآن پاک اللہ تعالیٰ کی صفت قدیم ہے مخلوق نہیں

یہاں سے امام طحاویؒ معتزلہ کا رد فرما رہے ہیں انکا عقیدہ یہ ہے کہ قرآن مجید مخلوق ہے اللہ تعالیٰ کی کلام نفسی نہیں ہے بلکہ یہ اللہ تعالیٰ سے الگ ہے۔

لیکن اہل سنت والجماعت کا عقیدہ ہے کہ قرآن پاک حقیقتاً اللہ تعالیٰ کی کلام ہے اور انسانوں کے کلام کی طرح مخلوق نہیں ہے بلکہ قرآن پاک اللہ تعالیٰ کی صفت ہے جو ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گی اور اللہ تعالیٰ کی صفات مخلوق کی صفات کے مشابہ نہیں اللہ تعالیٰ کی صفات قدیم ہیں مخلوق کی صفات حادث ہیں، اور جس نے قرآن پاک کو سن کر یہ عقیدہ بنا لیا کہ یہ انسان کا کلام ہے تو

اس نے کفر کیا تو اللہ تعالیٰ نے ایسے شخص کی برائی اور مذمت بیان کی ہے اور ایسے شخص کو عذاب کی دھمکی دی ہے جس نے قرآن پاک کے بارے میں یہ عقیدہ بنا کر کہا ”اِنَّ هٰذَا اِلَّا قَوْلُ الْبَشَرِ“ کہ یہ انسان کا بنایا ہوا کلام ہے تو اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک کو مخلوق کا کلام کہنے والے کو عید سنائی ”مَسْأَلِيْهِ سَقَرَ“ عنقریب میں اسکو جہنم میں داخل کروں گا، تو معلوم ہوا قرآن پاک اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اور اسکو مخلوق کا کلام کہنا کفر ہے اور اسکے لئے جہنم کی وعید ہے، تو نتیجہ یہ نکلا کہ اہلسنت والجماعت کا ایمان اور یقین ہے کہ قرآن پاک انسانوں کے خالق کا قول ہے اور انسان کا کلام کلام اللہ سے مشابہت ہی نہیں رکھتا،

اللہ تعالیٰ کی صفات مخلوق کی صفات کے مشابہ نہیں

قوله: وَمَنْ وَصَفَ اللّٰهَ تَعَالٰى بِمَعْنٰى مِنْ مَعَانِي الْبَشَرِ فَقَدْ كَفَرَ، فَمَنْ اَبْصَرَ هٰذَا اَعْتَبَرَ، وَعَنْ مِثْلِ قَوْلِ الْكُفَّارِ اَنْزَجِرْ وَعَلِمَ اَنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى بِصِفَاتِهِ لَيْسَ كَالْبَشَرِ

یہاں سے امام لحاویؒ اس بات کو ثابت کر رہے ہیں کہ قرآن پاک کلام الہی ہونے کے اعتبار سے اللہ تعالیٰ کا وصف ہے، لیکن یہ وصف انسان کی وصف کلام کی طرح نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کی مثل کوئی چیز نہیں، جیسے اللہ رب العزت کا ارشاد ہے ”لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ“ اور جس شخص نے اللہ تعالیٰ کو کسی انسانی وصف کے ساتھ موصوف کیا تو اس نے کفر کیا اور جس شخص نے اللہ تعالیٰ کی ثابت کردہ صفات کو بصیرت کی آنکھ سے دیکھا اس نے عبرت حاصل کی اور کافروں جیسی بات کہنے سے باز آ گیا تو ایسے شخص کو یقین حاصل ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ اپنی صفات کے ساتھ انسانوں کے مشابہ نہیں ہیں کیونکہ کلام الہی اللہ کی صفت ہے جس طرح اسکے شایان شان ہے اور مخلوق کا کلام مخلوق کی صفت ہے لہذا مخلوق بھی حادث، اور اس کا کلام بھی حادث اور اللہ تعالیٰ قدیم ہیں تو ان کا کلام بھی قدیم ہے۔

رویت باری تعالیٰ

وَالرُّؤْيَةُ حَقٌّ لِّأَهْلِ الْجَنَّةِ بِغَيْرِ إِحَاطَةٍ وَلَا كَيْفِيَّةٍ كَمَا نَطَقَ بِهِ كِتَابُ رَبِّنَا حَيْثُ قَالَ ﴿وَجُودَةٌ يُؤْمِنُ الَّذِينَ آتُوا إِلَى رَبِّنَا نَظْرَةً﴾ وَتَفْسِيرُهُ عَلَى مَا أَرَادَهُ اللَّهُ تَعَالَى وَعَلِمَهُ، وَكُلُّ مَا جَاءَ فِي ذَلِكَ مِنَ الْحَدِيثِ الصَّحِيحِ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ وَعَنْ أَصْحَابِهِ رِضْوَانِ اللَّهِ عَلَيْهِمْ أَجْمَعِينَ فَهُوَ كَمَا قَالُوا، وَمَعْنَاهُ وَتَفْسِيرُهُ عَلَى مَا أَرَادَ، لِأَنَّهُ دَخَلَ فِي ذَلِكَ مُتَاوَلِينَ بِأَرِئَانَاوَلَامُتَوَهِّمِينَ بِأَهْوَانِنَا، فَإِنَّهُ مَا سَلِمَ فِي دِينِهِ الْأَمْنُ سَلِمَ لِلَّهِ تَعَالَى وَلِرَسُولِهِ ﷺ وَرَدَّ عَلِمَ مَا اشْتَبَهَ عَلَيْهِ إِلَى عَالِمِهِ،

وَلَا يَثْبُتُ قَدَمُ الْإِسْلَامِ الْأَعْلَى ظَهَرَ التَّسْلِيمِ وَالِاسْتِسْلَامِ فَمَنْ رَامَ عِلْمَ مَا حَظَرَ عَلَيْهِ وَلَمْ يَقْنَعْ بِالتَّسْلِيمِ فَهَمُّهُ حَاجِبُهُ مَرَامُهُ عَنِ خَالِصِ التَّوْحِيدِ وَصَافِي الْمَعْرِفَةِ وَصَّحِيحِ الْإِيمَانِ فَيَتَذَبَّدُ بَيْنَ الْكُفْرِ وَالِإِيمَانِ، وَالتَّكْذِيبِ وَالِإِقْرَارِ وَالِإِنْكَارِ مُوسِرًا تَاهَا زَانِعًا شَاكَا لَا مُؤْمِنًا مُصَدِّقًا وَلَا جَاهِدًا مُكْذِبًا

ترجمہ:- اور اللہ تعالیٰ کا دیدار اہل جنت کے لئے برحق ہے بغیر احاطہ کرنے

اور بغیر کیفیت کے، جیسا کہ ہمارے پروردگار کی کتاب نے اسکو بیان کیا ہے اور فرمایا ہے کہ اس دن بہت سے چہرے تر و تازہ ہونگے اور اپنے پروردگار کی طرف دیکھنے والے ہونگے اور رویت کی تفسیر اسی طرح درست ہوگی، جس طرح اللہ نے ارادہ فرمایا اور اسکے علم کے مطابق ہو اور اسکے بارے میں جو حضور ﷺ سے صحیح حدیث آئی ہے وہ تو اسی طرح برحق ہے اور اسکا معنی وہی ہے جو آپ نے ارادہ فرمایا ہے اور ہم اپنی طرف سے دخل اندازی نہیں کرتے، نہ تو اپنی آراء کے ساتھ تاویل کرتے ہیں اور نہ اپنی خواہشات کے ساتھ وہم میں پڑتے ہیں کیونکہ دین میں سلامتی کے ساتھ وہی شخص ہم کنار ہو سکتا جس نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے سامنے سر تسلیم خم

کیا ہو اور مشتبہ چیزوں کے علم کو انکے جاننے والے کی طرف سوچ دے اور اسلام کا قدم پختہ اور ثابت نہیں رہ سکتا مگر تسلیم اور انفیاد کی پشت پر، پس جس شخص نے ایسے علم حاصل کرنے کا قصد کیا جسکے علم سے اسے روکا گیا اور اسکے فہم نے تسلیم پر قناعت نہیں کی، تو اس کو یہ مقصد خالص توحید اور صاف معرفت اور صحیح ایمان سے روک دے گا تو ایسا شخص کفر و ایمان اور تکذیب اور اقرار و انکار کے درمیان متذبذب رہے گا اور وسوسوں میں مبتلا ہو کر حیران و سرگردان رہے گا شک میں پڑا ہو گا نہ تو وہ مومن تصدیق کرنے والا ہوگا اور نہ منکر جھٹلانے والا ہوگا۔

تجزیہ عبارت :- مذکورہ عبارت میں امام طحاویؒ نے اہل جنت کیلئے روایت باری تعالیٰ کو ثابت کیا ہے اور ساتھ اس بات پر زور دیا ہے کہ روایت باری تعالیٰ کی تفسیر وہی مراد لی جائے گی جو اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان کی ہے اور جو اس مسئلہ میں دخل اندازی کر کے اپنے طرف سے تفسیر کریگا تو وہ کفر و ایمان اور اقرار و انکار کے درمیان حیران و سرگردان رہے گا۔

تشریح

قوله والرؤية حق لأهل الجنة بغير احاطة ولا كيفية كما نطق به كتاب ربنا حيث قال (وَجُودَةٌ يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَلَهُمْ جَنَّتٌ كَمَا كَانُوا يَعْبُدُونَ) وَتَفْسِيرُهُ عَلَى مَا آزَادَهُ اللَّهُ تَعَالَى وَعِلْمُهُ، وَكُلُّ مَا جَاءَ فِي ذَلِكَ مِنَ الْحَدِيثِ الصَّحِيحِ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ وَعَنْ أَصْحَابِهِ رِضْوَانِ اللَّهِ عَلَيْهِمْ أَجْمَعِينَ فَهُوَ كَمَا قَالُوا، وَمَعْنَاهُ وَتَفْسِيرُهُ عَلَى مَا آزَادَ يهنا سے امام طحاویؒ اہل جنت کیلئے روایت باری تعالیٰ کو ثابت کر رہے ہیں کہ اہل جنت کو اللہ کا دیدار حاصل ہوگا جیسے قرآن پاک میں ہے

”وَجُودَةٌ يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ“ (سورۃ قیامۃ آیت ۲۲-۲۳ پارہ ۲۹)

کہ کئی چہرے اس دن تروتازہ ہونگے، اپنے رب کی طرف دیکھنے والے ہونگے، لیکن دیدار اور رویت کی تفسیر و تشریح وہی مراد لی جائے گی جو قرآن پاک میں بیان ہوئی ہے اور جو صحیح احادیث میں حضور اقدس ﷺ سے اور صحابہؓ سے منقول ہے معتزلہ کی طرح تاویلات نہیں کی جائیں گی۔

رویت باری تعالیٰ

رویت باری تعالیٰ میں اہل سنت والجماعت کا مذہب

تمام صحابہ کرامؓ، تابعین و محدثین اور فقہاء کرام کے نزدیک رویت باری تعالیٰ دنیا میں بھی ممکن ہے

دلیل اول:- حضرت موسیٰ نے رب العزت کے دربار میں عرض کیا ”قَالَ رَبِّ

أَرِنِي أَنْظُرَ إِلَيْكَ“ کہ اے میرے پروردگار مجھے اپنا دیدار کرا دیجئے، سوال کرنا اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ دیدار ممکن ہے کیونکہ اگر دیدار ممکن نہ ہوتا تو موسیٰ سوال نہ کرتے، پھر رویت باری تعالیٰ کے ناممکن ہونے کا علم اگر موسیٰ کو نہیں تھا پھر انکار رویت کا سوال کرنا انکے اس بات سے جاہل ہونے کو ستلزم ہوگا تو انبیاءؑ اس جہل کی نسبت سے پاک ہیں۔

اگر موسیٰ کو علم تھا کہ رویت ممکن نہیں پھر رویت کا سوال کرنا (نعوذ باللہ) عبث اور بے فائدہ اور طلب مجال کو ستلزم ہوگا اور یہ بات انبیاءؑ کی شان سے بعید ہے لہذا موسیٰ کا دیدار الہی کو طلب کرنا دلالت کرتا ہے کہ دیدار الہی ممکن ہے۔

دلیل ثانی:- اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ کے رویت کے درخواست کرنے

پر فرمایا کہ تم میرے جمال بے مثال کی تاب نہیں لاسکو گے البتہ تمہاری تسلی کیلئے ایک صورت یہ ہے کہ ”أَنْظُرْ إِلَى الْجَبَلِ“ کہ تم اس پہاڑ کی طرف دیکھتے رہو اس پر میں ایک جھلک ڈالتا ہوں

”فَسَانِ اسْتَقْرَمَ كَانَةً“ اگر پہاڑ کا ٹھل ہو جائے اور اپنی جگہ برقرار رہے ”فَسَوْفَ تَوَالِي“ تو تم مجھے دیکھ سکو گے، یہ ساری بات روایت باری تعالیٰ کے ممکن ہونے پر دلالت کرتی ہے کیونکہ اس میں روایت کو استقرار جبل پر موقوف کیا ہے جو فی نفسہ ممکن ہے اور جو چیز کسی ممکن پر مطلق ہو وہ بھی ممکن ہوتی ہے لہذا معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی روایت دنیا میں بھی ممکن ہے۔

آخرت میں مومنین کو اللہ تعالیٰ کا دیدار نصیب ہوگا

جنت میں اہل ایمان کے لئے روایت باری تعالیٰ کا حصول اور وقوع قرآن و حدیث اور اجتماع امت سے ثابت ہے۔

قرآن پاک سے روایت باری تعالیٰ کے دلائل

دلیل اول: قرآن پاک میں ہے ”وَجُودَةٌ يُؤْمِنُ لِلَّهِ نَصْرَةً إِلَىٰ رَبِّهَا لَا يَظُنُّوهُ“

”(سورۃ قیامتہ آیت ۲۲-۲۳ پارہ ۲۹)“

کہ بہت سے چہرے اس دن تروتازہ ہونگے اپنے رب کی طرف دیکھنے والے ہونگے، اس آیت میں عمل استحباب ”إِلَىٰ رَبِّهَا لَا يَظُنُّوهُ“ ہے کیونکہ حرف الی ناظرہ کا صلہ ہے اور جب نظر کا لفظ الی کے ذریعہ متحدی ہو تو وہ روایت کے معنی میں ہوتا ہے۔

دلیل ثانی: قرآن پاک میں ہے ”لِّلَّذِينَ أَحْسَنُوا الْإِحْسَانُ وَزِيَادَةٌ“

(سورۃ بقرہ آیت ۲۶ پارہ ۱۱) کہ ان لوگوں کے لیے جنہوں نے نیک اعمال کئے جنت اور زیادتی ہے اور ”زیادہ“ کی تفسیر دیدار الہی سے کئی احادیث صحیحہ میں وارد ہوئی ہے اور بہت سے صحابہؓ و تابعینؓ سے منقول ہے۔

دلیل ثالث: قرآن پاک میں ہے ”لَهُمْ مَا يَشَاءُونَ فِيهَا وَلَدَيْنَا مَزِيدٌ“

(سورۃ ق آیت ۲۵ پارہ ۲۶) انکے لئے حاضر ہے جو وہاں چاہیں گے اور ہمارے پاس اور بھی بہت کچھ ہے مثلاً دیدار الہی کی لذت،

لفظ مزید کا معنی حضرت علیؑ اور حضرت انسؓ نے اللہ تعالیٰ کے چہرے کی جانب دیکھنا کیا ہے۔

دلیل واجب: قرآن پاک میں ”كَلَّا إِنَّهُمْ عَنْ رَبِّهِمْ يَوْمَئِذٍ لَمَّعُجُونَ“

(سورۃ الحنن آیت ۵۱ پارہ ۳۰) ہرگز نہیں بے شک یہ لوگ اس دن اپنے پروردگار (کے دیدار) سے روک دیئے جائیں گے، یعنی جب مومنین اللہ تعالیٰ کے دیدار کی دولت سے مشرف ہو گئے اور یہ بد بخت کافر محروم رکھے جائیں گے، اس آیت سے حضرت امام شافعیؒ نے یوں استدلال کیا ہے کہ جب وہ لوگ جن پر اللہ تعالیٰ ناراض ہو گئے وہ دیدار الہی سے محروم کیے جائیں گے تو اہل جنت جن پر اللہ تعالیٰ راضی ہو گئے انہیں اللہ تعالیٰ کا دیدار حاصل ہوگا، تو امام شافعیؒ نے اسی آیت سے استدلال کرتے ہوئے اہل جنت کے لئے دیدار الہی کو ثابت کیا ہے۔

احادیث مبارکہ سے روایت باری تعالیٰ کے بارے میں دلائل

دلیل اول:- وہ مشہور حدیث ہے جسکو اکیس ۱۲۱ کا بر صحابہؓ نے روایت کیا ہے کہ

حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا ”انکم سترون ربکم کما ترون القمر لیلۃ البدر“ کہ تم اپنے پروردگار کو اس طرح دیکھو گے جس طرح چودھویں رات میں چاند کو دیکھتے ہو (بخاری و مسلم)

دلیل ثانی:- حضرت صہیبؓ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ نے یہ آیت پڑھی

”للذین احسنوا الحسنی و زیادة“ (سورۃ یونس آیت ۲۶ پارہ ۱۱)

اور ارشاد فرمایا کہ جب جنتی جنت میں اور دوزخی دوزخ میں داخل ہو چکیں گے تو ایک پکارنے والا پکارے گا، اے اہل جنت! تمہارے لیے ایک وعدہ خدا کا باقی ہے تو جواب پورا کرنا چاہتا ہے جنتی کہیں گے کہ وہ کیا ہے؟ کیا خدا نے اپنے فضل سے ہماری حسنت کا پلہ بھاری نہیں کر دیا، کیا اس

نے ہمارے پہلے کو سفید اور نورانی نہیں بنایا؟ کیا اس نے ہم کو جہنم سے بچا کر جنت جیسے مقام میں نہیں پہنچایا؟ (یہ سب کچھ تو جو چکا آگے کوئی چیز باقی ہے) اس پر جناب ائمہ اہل بیت کا اور جنتی اللہ تعالیٰ کا دیدار کریں گے تو جو کچھ اللہ تعالیٰ نے انکو دے رکھا ہوگا سب سے زیادہ محبوب نعمت اسکے ہاں اللہ تعالیٰ کا دیدار ہوگا (رواہ مسلم)

معتزلہ کا رویت باری تعالیٰ سے انکار :- معتزلہ نے دیدار اس کا انکار کیا ہے اور جن آیات اور احادیث سے رویت باری تعالیٰ ثابت ہے اس میں انہوں نے تاویلات کرنا شروع کر دی ہیں، حالانکہ پوری امت اس پر متفق ہے کہ جنت میں مؤمنین کو دیدار الہی نصیب ہوگا، اسکے متعلق جس قدر آیات و احادیث ہیں سب کے معنی ظاہری مراد ہیں۔

معتزلہ کا استدلال :- قرآن پاک میں ہے ”لَا تَلْوُكُمُ الْأَبْصَارُ وَهُوَ يُبْصِرُ“ (سورۃ الاحقاف آیت ۱۰۳ پارہ ۷) کہ آنکھیں اسکا ادراک نہیں کر سکتیں اور وہ ادراک کر سکتا ہے آنکھوں کا، اور وہ نہایت لطیف اور خبردار ہے، وجہ استدلال یوں ہے ”الابصار جمع معرف باللام ہے اور جمع معرف باللام استفراق کے لئے ہوتا ہے لہذا ادراک بمعنی رویت کی نفی ہر بصر سے ہوگی تو مطلب یہ ہوگا کہ مؤمن کی یا کافر کی کوئی بھی نگاہ اللہ تعالیٰ کو نہیں دیکھ سکتی۔

جمہور کی طرف سے جوابات

جواب اول :- سیغہ جمع پر داخل لام تعریف اس وقت استفراق کے لئے

ہوتا ہے جب عہد خارجی مراد ہونے پر کوئی قرینہ نہ ہو، اور نصوص سے ثابت ہے مؤمنین کو اللہ تعالیٰ کا دیدار نصیب ہوگا، لہذا رویت کا ثبوت اس بات کا قرینہ ہے کہ یہاں ”الابصار“ کا لام تعریف

استفراق کے لئے نہیں بلکہ عہد خارجی کے لئے ہے اور اس سے ابصار کفار مراد ہیں کہ کفار کی نگاہیں اللہ تعالیٰ کو نہ دیکھیں گی۔

جواب ثانی: اگر بالفرض یہ سنی مان لیا جائے کہ ایت عموم سلب اور سلب کلی پر

دلالت کرتی ہے تو ہم نہیں سمجھتے کہ ایت میں ادراک سے مطلق رویت مراد ہے بلکہ ہم کہتے ہیں کہ ادراک سے سنی نفی کی ہے کامل ادراک مراد ہے کہ بالکل نگاہ احاطہ کر لیوے، یہ ہم بھی جانتے ہیں کہ اہل ایمان اللہ تعالیٰ کو دیکھیں گے مگر اسکا احاطہ نہ کر سکیں گے۔

جواب ثالث: آیت مذکورہ میں اس بات کی کوئی دلیل نہیں کہ رویت کی نفی

تمام اوقات و احوال سے متعلق ہے بلکہ ہم اس نفی کو بعض اوقات مثلاً دنیا کے ساتھ خاص کرتے ہیں، تو پھر آیت کا مطلب یہ ہوگا کہ دنیا میں کوئی نگاہ اللہ تعالیٰ کو نہیں دیکھ سکتی، یا اسکی نفی آخرت کے بعض احوال کے ساتھ خاص ہوگی تو مطلب یہ ہوگا کہ آخرت کے بعض احوال میں کوئی نگاہ اسکو نہ دیکھ سکے گی کیونکہ جنت میں اہل ایمان کو تمام احوال میں رویت نہ ہوگی بلکہ بعض احوال میں ہوگی کسی کو ہر جہہ میں ایک بار کسی کو ہر جہہ دو بار اور کسی کو ہر روز دو بار دیدار الہی نصیب ہوگا۔ اللہم اجعلنا منہم۔

قوله: لَانَلَسْعَلُ فِي ذَلِكْ مُتَاوَلِينَ بَارِئِنَا وَلَا مُتَوَهِّمِينَ بِأَهْوَانِنَا، فَانَّهُ مَا سَلِمَ فِي دِينِهِ إِلَّا مَنْ سَلِمَ لِلَّهِ تَعَالَىٰ وَلِرَسُولِهِ ﷺ وَرُوِيَ عَنْهُ إِلَىٰ عَالِيهِ

رویت باری تعالیٰ میں تاویل کرنا گناہ ہے

اللہ تعالیٰ کی رویت کا مسئلہ اصول دین کے اشرف اور جلیل القدر مسائل میں سے ہے اور جنت میں سب سے بڑی نعمت اللہ رب العزت کا دیدار ہے لہذا قرآن و حدیث سے جو رویت ثابت ہے اس میں کسی قسم کی تاویل نہیں کی جائے گی۔

لیکن جن لوگوں کے مقدر میں اللہ تعالیٰ کی رویت سے محرومی ثابت ہو چکی ہے جیسے معتزلہ انہوں نے سرے سے ہی انکار کر دیا ہے لیکن انکار کرنے والوں نے نہ صرف نصوص میں تاویل کی ہے بلکہ تحریف کے بھی مرتکب ہوئے ہیں جیسے یہود و نصاریٰ نے توراہ اور انجیل میں تحریفات کر کے آخرت کو برباد کر ڈالا ایسے ہی یہ لوگ بھی قرآن پاک کی آیات میں تاویلات اور تحریفات کر کے اپنی آخرت برباد کرنے والے ہیں۔

معتزلہ کا رد:۔ لاندخل فی ذلک الخ کہہ کر امام طحاوی معتزلہ کا رد کر رہے ہیں کہ قرآن وحدیث کے نصوص سے جو رویت باری تعالیٰ ثابت ہو رہی ہے ہم اپنی آراء کے ساتھ اس میں تاویل نہیں کرتے اور نہ ہی اپنی خواہشات کے مطابق کسی وہم میں مبتلا ہوتے ہیں، کیونکہ دین میں وہی آدمی سلامتی کے ساتھ ہم کنار ہو سکتا ہے جو اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول ﷺ کے سامنے سر تسلیم خم کرتا ہے اور مشتبہ چیزوں کے علم کو اٹکے جانے والوں کی طرف سپرد کرتا ہے اور کسی شخص کا اسلام کا قدم پختہ اور ثابت نہیں رہ سکتا مگر جب وہ سر تسلیم خم نہ کر دے اور اپنے آپ کو مکمل طور پر اسکے سپرد نہ کرے، مقصود یہ ہے کہ اس شخص کا اسلام درست نہیں جو کتاب وسنت کے نصوص کو تسلیم نہیں کرتا اور انکی اطاعت نہیں کرتا بلکہ اپنی رائے کے ساتھ معارضہ کرتا ہے اور عقل اور قیاس کو کتاب وسنت پر ترجیح دیتا ہے جیسے معتزلہ کا حال ہے،

قولہ: وَلَا يَنْبُتُ قَدَمَ الْإِسْلَامِ إِلَّا عَلَى ظَهْرِ التَّسْلِيمِ وَالْإِسْلَامُ لِمَنْ رَامَ عِلْمَ مَا حُطِرَ عَلَيْهِ وَلَمْ يَقْنَعْ بِالتَّسْلِيمِ فَهُمُ حَاجِبَةُ مَرَامُهُ عَنِ خَالِصِ التَّوْحِيدِ وَصَالِحِ الْمَعْرِفَةِ وَصَوِّحِ الْإِيمَانِ فَيَتَذَبَدَّبُ بَيْنَ الْكُفْرِ وَالْإِيمَانِ، وَالتَّكْلِيفِ وَالْإِقْرَارِ وَالْإِنْكَارِ مُوسُو سَاتِهَا زَالِغًا شَاكًا لَا مُؤْمِنًا مُصَدِّقًا وَلَا جَاهِدًا مُكَلِّبًا

تسلیم کے بغیر اسلام نامکمل

یہاں سے امام طحاویؒ معتزلہ کا رد فرما رہے ہیں کوئی شخص بھی اسلام میں پختہ نہیں رہ سکتا مگر جب تک سر تسلیم خم نہ کرے اگر کوئی شخص ایسے علم کو حاصل کرنے کا قصد کرتا ہے جس سے اسے روکا گیا ہے اور اس کا فہم تسلیم پر قناعت نہ کرے تو اسے خالص توحید کی صحیح معرفت سے اور ایمان کی نعمت سے محرومی ہو جائے گی، تو ایسا شخص کفر و ایمان اور تصدیق و تکذیب اور اقرار و انکار کے درمیان متذبذب رہتا ہے اور دوسوں میں جتلا ہو کر حیران و سرگردان رہتا ہے اور شک میں پڑ کر کج رو اور گمراہ ہوتا ہے نہ تو وہ مؤمن تصدیق کرنے والا ہوتا ہے اور نہ مکرر تکذیب کرنے والا ہوتا ہے ایسے شخص کے بارے میں رب العزت فرماتے ہیں۔

”وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُجَادِلُ فِي اللَّهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَيَتَّبِعُ كُلَّ شَيْطَانٍ مَّرِيدٍ كُحِبَّ عَلَيْهِ أَنَّهُ مَنْ قَوْلَاهُ فَإِنَّهُ يَصِلُهُ وَيَهْدِيهِ إِلَىٰ عَذَابِ السَّعِيرِ“ (سورۃ الحج آیت ۳ پارہ ۱۷)

اور بعض لوگ وہ ہیں جو جھگڑتے ہیں اللہ تعالیٰ کی بات میں بغیر علم کے اور سرکش شیطان کی پیروی کرتے ہیں جسکے بارے میں لکھ دیا گیا ہے جو اسے دوست رکھے گا تو وہ اسکو گمراہ کر دے گا اور دوزخ کے عذاب کا راستہ دکھائیگا،

اور دوسری جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ ”وَمَنْ أَضَلُّ مِمَّنِ اتَّبَعَ هَوَاهُ بِغَيْرِ هُدًى مِنَ اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ“ (سورۃ القصص آیت ۲۵ پارہ ۲۰)

اس سے زیادہ کون گمراہ ہوگا جو خدا کی ہدایت کو چھوڑ کر اپنی خواہش کے پیچھے چلے بے شک اللہ تعالیٰ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا،

ان آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ معتزلہ جو اللہ تعالیٰ کی آیات میں تاویل میں کرتے ہیں اور روایت باری تعالیٰ کا انکار کرتے ہیں یہ انکی گمراہی کی واضح دلیل ہے کیونکہ مؤمن کی شان یہ ہے کہ قرآن وحدیث کے سامنے سر تسلیم خم کرتا ہے اور جھگڑا نہیں کرتا جیسا کہ حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں تمام لوگوں سے زیادہ مبغوض جھگڑالو لوگ ہیں (بخاری و مسلم)

وَلَا يَصِحُّ الْإِيْمَانُ بِالرُّؤْيَا لِأَهْلِ دَارِ السَّلَامِ لِمَنْ اغْتَبَرَهَا مِنْهُمْ يَوْمَهُمْ أَوْ
تَأَوَّلَهَا مِنْهُمْ إِذْ كَانَ تَأْوِيلُ الرُّؤْيَا وَتَأْوِيلُ كُلِّ مَعْنَى يُضَافُ إِلَى الرُّؤْيَا تَرْكَ
التَّوِيلِ وَتَرْوُمُ التَّسْلِيمِ وَعَلَيْهِ دِينُ الْمُرْسَلِينَ وَشَرَايِعُ النَّبِيِّينَ. وَمَنْ لَمْ يَتَوَقَّ النَّفْيَ
وَالنَّشِيبَةَ زَلَّ وَلَمْ يُصِبِ التَّزْيِيَةَ فَإِنَّ رَبَّنَا جَلُّ وَعَلَا مُؤْصَفٌ بِصِفَاتِ الْوَحْدَانِيَّةِ
مَنْعُوثٌ بِمَنْعُوتِ الْفَرْدَانِيَّةِ لَيْسَ بِمَعْنَاهُ أَحَدٌ مِنَ الْبَرِيَّةِ، تَعَالَى اللَّهُ عَنِ الْحُدُودِ
وَالغَايَاتِ وَالْأَرْكَانِ وَالْأَدْوَاتِ وَلَا تَحْوِيهِ الْجِهَاتُ السِّتُّ كَسَائِرِ الْمُتَبَدِّعَاتِ.

ترجمہ :- اہل ایمان میں سے جو آدمی اپنے دم کے ساتھ ردیت کا اعتبار کریگا اور اپنے
فہم کے ساتھ تاویل کریگا تو اسکا ایمان صحیح نہ ہوگا اس لئے کہ ردیت کی تاویل کرنا اور ہر اس صفت
کی تاویل کرنا جو ربوبیت کی طرف منسوب ہے اس سے ایمان درست نہیں ہوگا سوائے اسکے کہ
تاویل کو ترک کر دے اور تسلیم کو لازم پکڑے اسی پر ہے رسولوں کا دین اور انبیاء کی شریعت، اور
جو آدمی (جو چیزیں اللہ تعالیٰ کے لئے ثابت ہیں اور جن چیزوں کی اللہ تعالیٰ کی ذات سے نفی
ضروری ہے ایسی چیزوں کی) نفی سے نہیں بچے گا اور اس طرح جو آدمی تشبیہ سے نہیں بچے گا تو ایسا
آدمی راہ راست سے پھسل جائے گا اور وہ (اللہ تعالیٰ کی) تزییہ کو نہیں پاسکے گا پس بے شک
ہمارا رب بزرگ و برتر و حدانیت کی صفات کے ساتھ متصف ہے اور فردانیت کی صفات کے
ساتھ متصف ہے مخلوق کا کوئی فرد اللہ تعالیٰ کی صفت کی طرح نہیں ہے اللہ تعالیٰ حدود اور غایات
اور ارکان اور اعضاء اور ادوات سے بلند و برتر ہے اور جہات سے اسکا احاطہ نہیں کرتیں جیسا کہ تمام
مخلوق کا احاطہ کرتی ہیں۔

تجزیہ عبارت :- مذکورہ عبارت میں امام طحاوی معتزلہ پر رد کر رہے ہیں کہ جو آدمی
اپنے فہم کے ساتھ ردیت باری تعالیٰ میں تاویل کریگا اسکا ایمان صحیح نہیں ہوگا اور وہ راہ راست
سے پھسل جائیگا، اللہ تعالیٰ جیسے ذات میں تنہا ہیں اسی طرح صفات بھی یکساں ہیں مخلوق کا کوئی

فروصفات میں بھی اسکے مشابہ نہیں ہے۔

تشریح

قوله: وَلَا يَصِحُّ الْإِيْمَانُ بِالرُّؤْيَةِ لِأَهْلِ دَارِ السَّلَامِ لِمَنْ اِغْتَبَرَهَا مِنْهُمْ يَوْمَهُمْ أَوْ تَأْوَلَهَا بِفَهْمٍ اِذْ كَانَ تَأْوِيلُ الرُّؤْيَةِ وَتَأْوِيلُ كُلِّ مَعْنَى يُضَافُ إِلَى الرُّؤْيِيَّةِ تَرْكُ التَّأْوِيلِ وَلِزُومِ التَّسْلِيمِ وَعَلَيْهِ دِينُ الْمُرْسَلِينَ وَشَرَائِعُ النَّبِيِّينَ

رؤیت باری تعالیٰ میں معتزلہ کے عقیدے کی تردید

یہاں سے امام طحاوی معتزلہ اور انکے ہم خیال فرقوں کا رد کر رہے ہیں جو رؤیت باری تعالیٰ کی نفی کرتے ہیں اور جن آیات اور احادیث سے رؤیت باری تعالیٰ ثابت ہے ان میں تاویلات کرتے ہیں۔

امام طحاوی انکار کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اہل جنت کو دیدار الہی نصیب ہوگا لیکن رؤیت کی تاویل اپنے وہم یا فہم ناقص کے ساتھ کرنا صحت ایمان کی علامت نہیں ہے کیونکہ رؤیت کی تاویل کرنا اور ہر اس صفت کی تاویل کرنا جو بوبیت کی طرف منسوب ہے اس سے ایمان درست نہیں ہوگا کیونکہ اگر نص کی تاویل کی جائے پھر کوئی نص استدلال کی قابل نہیں رہے گی اور نص کے ظاہری معنی کو چھوڑ کر اور اسمیں تاویل کر کے دوسرا معنی مراد لینا یہ فہم ناقص اور عقل ناقص کی دلیل ہے اسی کو ایک شاعر کہتا ہے

﴿وَكَمْ مِنْ عَائِبٍ قَوْلًا صَحِيحًا وَافْتَهُ مِنْ انْفُسِهِمُ السَّقِيمِ﴾

کہ اکثر لوگ صحیح قول کو معیوب گردانتے ہیں اصل بیماری یہ ہے کہ انکا فہم صحیح نہیں، بلکہ کامل ایمان کی علامت یہ ہے کہ رؤیت باری تعالیٰ والی آیات اور دوسری آیات جن کے اندر اللہ تعالیٰ کی صفات ہیں ان میں تاویل نہ کرنا اور بلاچون و چرا تسلیم کرنا یہ دین اسلام کا تقاضا ہے اور انبیاء

کا یہی طریقہ تھا۔

قوله: وَمَنْ لَمْ يَتَوَقَّ النَّفْسِيَّ وَالتَّشْبِيهَ زَلَّ وَلَمْ يُصِبِ التَّزْيِيهَ فَإِنَّ رَبَّنَا جَلٌّ وَعَلَا مَوْصُوفٌ بِصِفَاتِ الْوَحْدَانِيَّةِ، مَنَعُوَتْ بِنَعُوْتِ الْفَرْدَانِيَّةِ لَيْسَ بِمَعْنَاهُ أَحَدٌ مِنَ الْهَيْئَةِ، تَعَالَى اللَّهُ عَنِ الْحُدُودِ وَالغَايَاتِ وَالْأَزْكَانِ وَالْأَدْوَاتِ وَلَا تَحْوِيهِ الْجِهَاتُ السِّتُّ كَسَائِرِ الْمُتَبَعَاتِ

اللہ تعالیٰ کی صفات کی نفی اور تشبیہ میں معتزلہ اور مشبہ فرقہ کا رد

یہاں سے امام طحاوی معتزلہ اور ان لوگوں کا رد کر رہے جو رویت کی نفی کرتے ہیں اور مشبہ کا رد کر رہے ہیں جو اللہ تعالیٰ کو مخلوق کے ساتھ تشبیہ دیتے ہیں امام طحاوی رد کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ جو چیزیں اللہ کی ذات کے لئے ثابت نہیں ہیں اگر کوئی شخص ایسی چیزوں کی نفی سے نہیں بچے گا اور اللہ تعالیٰ کو مخلوق میں سے کسی چیز کے ساتھ تشبیہ دینے سے نہیں بچے گا تو ایسا آدمی راہ راست سے پھسل جائے گا اس نے اللہ تعالیٰ کو منزه قرار دینے میں صحیح راستہ اختیار نہیں کیا، عدم رویت کا اظہار کر کے معتزلہ سمجھتے ہیں کہ ہم نے اللہ تعالیٰ کو منزه قرار دیا ہے حالانکہ کسی موجود سے کمال کی صفت کی نفی کرنا اور اس کو منزه بنانا نہیں ہے بلکہ صفت کمال تو رویت باری تعالیٰ کے اثبات میں ہے، البتہ ادراک کی نفی میں کمال کا اثبات ہے کہ اللہ تعالیٰ کا رویت میں احاطہ نہیں کیا جاسکتا،

اللہ تعالیٰ کی صفات مخلوق کی صفات کے مشابہ نہیں

قوله: فَإِنَّ رَبَّنَا جَلٌّ وَعَلَا مَوْصُوفٌ بِصِفَاتِ الْوَحْدَانِيَّةِ الخ

یہاں سے امام طحاوی اس بات کا ذکر کر رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے بعض صفات اپنے لیے ثابت کی ہیں کہ اللہ تعالیٰ واحدانیت کی صفت کے ساتھ موصوف ہیں جیسے فرمایا "قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ" اور وہ

فردانیت کی صفات کے ساتھ بھی متصف ہیں جیسے فرمایا ”اللَّهُ الصَّمَدُ“ بعض کہتے ہیں واحدنیت اور فردانیت مترادف الفاظ ہیں بعض حضرات نے فرق بیان کیا ہے کہ واحدنیت ذات کے ساتھ خاص ہے اور فردانیت صفات کے ساتھ خاص ہے لہذا اللہ تعالیٰ اپنی ذات میں بھی متحد ہیں اور اپنی صفات میں بھی منفرد ہیں،

اور اللہ تعالیٰ نے بعض صفات کی اپنے سے نفی کی ہے جیسے فرمایا ”لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُولَدْ وَلَمْ يَكُنْ لَهُ كُفُوًا أَحَدٌ“ کیونکہ مخلوق میں سے کوئی بھی اللہ تعالیٰ کی صفت پر نہیں ہے وہ ذات اور صفات کے اعتبار سے یکساں ہے اور اللہ تعالیٰ حدود اور غایات سے بلند ہیں اسی طرح ارکان اور اعضاء اور آلات سے بھی بلند و برتر ہیں اور تمام ایجاد کردہ مخلوقات کی طرح جہات ستہ (فوق، تحت، قدم، بعین، یسار) اللہ تعالیٰ کا احاطہ نہیں کر سکتیں جس طرح یہ جہات ستہ مخلوق کا احاطہ کرتی ہیں اللہ تعالیٰ ہر چیز کو محیط ہے لیکن اللہ تعالیٰ کا کسی نے احاطہ نہیں کیا ہوا۔

محمد امجد علی محمد رحمہ اللہ

فاضل دارعلوم فیصل آباد و فاضل عربی،

استاذ الحدیث جامعہ اسلامیہ عربیہ مدنی ٹاؤن غلام محمد آباد فیصل آباد پاکستان

معراج النبی صلی اللہ علیہ وسلم

وَالْمِعْرَاجُ حَقٌّ، وَقَدْ أُسْرِيَ بِالنَّبِيِّ ﷺ وَغُرِّجَ بِشَخْصِهِ فِي الْيَقْظَةِ إِلَى السَّمَاءِ ثُمَّ إِلَى حَيْثُ شَاءَ اللَّهُ تَعَالَى مِنَ الْعَلَاءِ، وَأَكْرَمَهُ اللَّهُ تَعَالَى بِمَا شَاءَ فَأَرْحَى إِلَى عَبْدِهِ مَا أَوْحَى!

ترجمہ: اور معراج برحق ہے اور حضور اقدس ﷺ کو رات کے وقت سیر کرائی گئی اور بیداری کی حالت میں آپ کے جد اطہر کو آسمان دنیا تک اوپر لے جایا گیا پھر وہاں سے آگے جہاں تک اللہ تعالیٰ نے چاہا بلند یوں پر آپ ﷺ کو لیجایا گیا اور جس چیز کے ساتھ اللہ نے چاہا آپ ﷺ کو عزت بخشی اور اللہ تعالیٰ نے اپنے بندے کی طرف وحی کی جو وحی کرنا چاہی،

تجزیہ عبارت: - مذکورہ عبارت میں امام طحاوی نے حضور اقدس ﷺ کے معراج کے معجزہ کو ثابت کیا ہے اور اس بات کو واضح کیا ہے کہ معراج بیداری کی حالت میں جسم مع الروح کو ہوا ہے،

تشریح

معراج کا حکم

قوله: وَالْمِعْرَاجُ حَقٌّ، وَقَدْ أُسْرِيَ بِالنَّبِيِّ ﷺ وَغُرِّجَ بِشَخْصِهِ فِي الْيَقْظَةِ إِلَى السَّمَاءِ

اہل سنت والجماعت کا اس پر اتفاق ہے کہ حضور اقدس ﷺ کو حالت بیداری میں جسمانی معراج، مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک پھر مسجد اقصیٰ سے آسمانوں تک پھر آسمانوں کے اوپر بعض بلند مقامات تک نصیب ہوا،

مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک کا سفر جو اسراء کہلاتا ہے قطعی ہے کتاب اللہ سے ثابت ہے جیسے رب العزت کا ارشاد ہے "سُبْحٰنَ الَّذِیْ اَنْزَلَ بِعَبْدِهِ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَى الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا الَّذِیْ بَرَكْنَا حَوْلَهُ لِنُرِیْكَ مِنْ الْاٰیٰتِ اِنَّهُ هُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ" (سورۃ نبی اسرائیل آیت ۱۵ بارہ)

پاک ہے وہ ذات جس نے اپنے بندے کو رات کے وقت سیر کرائی مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک ہم نے برکت دی جس کے ارد گرد (شام) کے علاقہ کوتا کہ ہم دیکھا میں آپ ﷺ کو اپنی قدرت کے نمونے، بیشک وہی سننے والا دیکھنے والا ہے۔

اس سفر کا منکر کافر ہوگا پھر مسجد اقصیٰ سے آسمانوں تک کا سفر جو معراج کہلاتا ہے احادیث مشہورہ سے ثابت ہے اور معراج کی احادیث تقریباً تیس صحابہؓ سے منقول ہیں جن میں معراج و اسراء کے واقعات بسط و تفصیل سے بیان ہوئے ہیں اس سفر کا منکر بدعتی ہوگا، پھر آسمانوں سے اوپر جنت تک اور عرش تک اور اس کے علاوہ جن مقامات تک اللہ تعالیٰ نے لے جانا چاہا یہ سفر اخبار احادیث سے ثابت ہے اسکا منکر گنہگار ہوگا،

معراج کس سن اور کس تاریخ میں ہوا

معراج کا واقعہ ہجرت سے ایک سال قبل پیش آیا (قصص القرآن) امام نووی اور عبد الغنی "مقدس اور اکثر محققین کے نزدیک ۶۲۷ء جب کو معراج نصیب ہوا حضور اقدس ﷺ دار اُمّ ہانیٰ میں تھے رات کے وقت جبرائیلؑ کو رب العزت نے حکم دیا کہ اے جبرائیلؑ! براق، برق رفتار کو لے کر حضور اقدس ﷺ کے دروازے پر پہنچ اور انبیاءؑ کو اطلاع دیجئے کہ وہ بیت المقدس میں جمع ہو جائیں۔

معراج بیت المقدس کے راستے سے کیوں ہوا؟

پہلی وجہ:- کعبہ تو پہلے ہی حضور اقدس ﷺ کا قبلہ تھا اور حضور اقدس ﷺ کے امام تھے ہی، لہذا اللہ تعالیٰ نے بیت المقدس لے جا کر دوسرے قبلہ کا بھی امام بنا دیا تاکہ حضور اقدس ﷺ امام القلمین بن جائیں،

دوسری وجہ:- تاکہ مکرین کے سامنے حجت پیش کی جاسکے کیونکہ بیت المقدس ملک شام میں واقع ہے اور ملک شام ہی ایسا ملک تھا جسکی طرف قریش مکہ کا سردیوں اور گرمیوں میں سفر رہتا تھا، لہذا حضور اقدس ﷺ کی سیر اس جانب کرا دی گئی تاکہ دریافت کرنے پر اتمام حجت ہو سکے جب آپ ﷺ نے ان نشانات کا ذکر کیا جس سے وہ متعارف تھے تو اس سے آپ ﷺ کی صداقت نمایاں ہو گئی۔

معراج آسمانوں پر کیوں ہوا؟

پہلی وجہ:- حضور اقدس ﷺ رحمۃ العالمین ہیں، عالم، اجمالی طور پر دو ہیں، ایک فوق الارض، تحت السماء، دوسرا فوق السموات، پس رب العزت نے حضور اقدس ﷺ کو آسمانوں پر معراج نصیب فرمادیا تاکہ آپ ﷺ کی رحمت سے جیسے یہاں کا عالم بہرہ مند ہو رہا ہے وہاں کا عالم بھی بہرہ مند ہو۔

دوسری وجہ:- کہ جس طرح حضور اقدس ﷺ کی سیرت جامع السیر اور آپ ﷺ کے خلق جامع اور اخلاق عالیہ ہیں اور آپ ﷺ کا کمال جامع الکمال ہے اور آپ ﷺ کا حسن جامع المحاسن ہے اسی طرح آپ ﷺ کا معراج بھی جامع للمعارج ہو جائے کیونکہ جس تغیر کو بھی معراج ہوا وہ آسمانوں سے نیچے ہوا اور حضور اقدس ﷺ کو معراج ہوا تو آسمانوں کے اوپر ہوا۔

حقانیت معراج سے فلاسفہ کا انکار اور انکے دلائل

والمعراج حق، یہاں سے امام طحاویؒ والمعراج حق کہہ کر فلاسفہ کا رد کر رہے ہیں فلاسفہ نے معراج کا انکار کیا ہے اور انکار معراج پر دلائل دیئے ہیں۔

پہلی دلیل:۔ یہ دیتے ہیں کہ کسی کا آسمان پر جانا اسکے خرق والتیام کو مستلزم ہے اور آسمان پر خرق والتیام نہیں ہو سکتا۔

دوسری دلیل:۔ یہ دیتے ہیں کہ آسمان سے پہلے کرۂ نار ہے جو اسمیں داخل ہونے والی ہر چیز کو جلا دیتا ہے اسلئے کسی کا اس کرۂ نار کو پار کر کے آسمان تک پہنچنا ممکن نہیں۔

تیسری دلیل:۔ یہ دیتے ہیں کہ قلیل وقت میں اتنی طویل مسافت کو طے کرنا بعید از قیاس ہے۔

جمہور کی طرف سے فلاسفہ کو جواب

پہلی دلیل کا جواب:۔ تمام اجسام خواہ علوی ہوں جیسے آسمان، خواہ اجسام سفلی ہوں جیسے

زمین، یہ سب اجسام متماثل اور متحد الحقیقہ ہیں کیونکہ سب اجزاء لائتجزئی سے مرکب ہیں لہذا ایک جسم پر جو چیز ممکن ہو تو دوسرے جسم پر بھی ممکن ہوتی ہے کیونکہ سب جسم اپنی حقیقت میں مشابہ ہیں چنانچہ جب زمین پر خرق طاری ہونا اور اسکا پھٹنا ممکن ہے تو بعینہ اسی طرح آسمان پر بھی خرق طاری ہونا اور اسکا پھٹ جانا ممکن ہے،

دوسری بات یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ تمام ممکنات پر قدرت رکھتا ہے تو آسمانوں میں شکاف رکھنے اور دروازے رکھنے پر بھی قادر ہے جیسا کہ حدیث سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ آسمان کے دروازے ہیں لہذا فلاسفہ کا اشکال ہی رفع ہو گیا،

دوسری دلیل کا جواب :- یہ ہے اسی طرح کہ نار کے محرق ہونے کے باوجود رب العزت کے علم سے حضور اقدس ﷺ کے حق میں محرق نہ ہو جیسے ابراہیمؑ کے حق میں آگ محرق ہونے کے باوجود رب العزت کے علم ”ہو داؤ مسلماً“ بن گئی تھی۔

تیسری دلیل کا جواب :- قلیل وقت میں بہت زیادہ طویل مسافت کا طے ہو جانا محال نہیں بلکہ ممکن ہے، البتہ خلاف عادت ہے اور خلاف عادت ہونگی وجہ سے یہ واقعہ حضور اقدس ﷺ کا مجرہ ہے، دوسری بات یہ ہے پہلے زمانہ میں روح مع الجسد کا آسمان پر چڑھنا اور قلیل وقت میں طویل مسافت طے کرنا محال سمجھا جاتا تھا لیکن اہل اسلام نصوص کی بناء پر جائز سمجھتے تھے لیکن اس زمانہ میں عقل کے ذریعے بھی جائز ہے کہ جب اتنا بڑا ہوائی جہاز اوپر چڑھ سکتا ہے اور قلیل وقت میں طویل مسافت طے کر سکتا ہے تو حضور اقدس ﷺ کا آسمانوں پر چڑھنا اور قلیل وقت میں طویل مسافت طے کرنا کیسے مشکل ہو سکتا ہے جبکہ اللہ تعالیٰ کی غیبی مدد بھی آپ کے ساتھ ہے، جدید سائنس کی تحقیقات اسلام کے معارض نہیں بلکہ مؤید ہیں۔

معراج بیداری کی حالت میں ہوا

قوله: وَقَدْ أُسْرِيَ بِالنَّبِيِّ ﷺ وَ عُرِجَ بِشَخْصِهِ فِي الْبَيْتِ إِلَى السَّمَاءِ

یہاں سے امام طحاوی ”عروج بشخصہ“ کہہ کر ان لوگوں پر رد کر رہے ہیں جو روحانی معراج کے قائل ہیں جسمانی معراج کے قائل نہیں اور یہ بات تو بدیہی ہے کہ مشرکین مکہ نے جو واقعہ معراج کا بھرپور انکار کیا وہ جسمانی معراج کو محال سمجھتے تھے کہ اتنے قلیل وقت میں مکہ مکرمہ سے بیت المقدس تک، پھر بیت المقدس سے ساتویں آسمان اور عرش معلیٰ تک سفر کیسے طے ہو سکتا ہے، روحانی معراج کوئی خاص قابل انکار امر نہیں تھا کفار نے جو شدت سے انکار کیا اسی جسمانی معراج کا انکار کیا تھا،

”فی اليقظة“ یہاں سے امام طحاویؒ ان لوگوں کا رد کر رہے ہیں جو خواب میں معراج کے قائل ہیں کہ حضور اقدس ﷺ کو منامی معراج حاصل ہوا ”فی اليقظة“ کہہ کر رد کیا کہ خواب میں معراج نہیں تھا بلکہ بیداری کی حالت میں تھا۔

معراج فی المنام کے قائلین کا استدلال

دلیل اول :- کہ امیر معاویہؓ سے جب معراج کے متعلق سوال کیا گیا تو انہوں نے

ارشاد فرمایا ”کانت رؤیا صالحۃ“ کہ معراج ایک بہترین خواب تھا۔

دلیل ثانی :- حضرت عائشہؓ ارشاد فرماتی ہیں ”مَا فُقِدَ جَسَدُ مُحَمَّدٍ

ﷺ لَيْلَةَ الْمَعْرَاجِ“ یعنی معراج کی رات میں آپ ﷺ کا جسم مبارک گم نہیں پایا گیا بلکہ وہ تو بستر پر ہی رہا تو مطلب یہ ہوا کہ معراج منامی ہوا۔

جمہور کی طرف سے جوابات

دلیل اول کا جواب :- یہ ہے یہ جو امیر معاویہؓ نے معراج کے

بارے فرمایا ”کانت رؤیا صالحۃ“ رؤیا سے مراد خواب نہیں بلکہ رؤیا بآئین مراد ہے جو حالت بیداری میں ہوتا ہے تو پھر امیر معاویہؓ کے قول کا مطلب ہوگا کہ معراج ایک بہترین نظارہ تھا۔

دلیل ثانی کا جواب :- (۱) حضرت عائشہؓ کے قول کا مطلب یہ

ہے ”مَا فُقِدَ جَسَدُ مُحَمَّدٍ ﷺ عَنِ الرُّوحِ“ یعنی شب معراج میں آپ ﷺ کا جسم مبارک روح سے جدا نہیں کیا گیا بلکہ روح کے ساتھ جسم بھی اس سفر میں گیا اور روح و جسم دونوں کو ایک ساتھ معراج ہوئی۔

(۲) حضرت عائشہؓ نے اپنے اس ارشاد ”مَا لَقِدْتُ جَسَدًا مُّحَمَّدٍ عَلَيْهِ سَلَامٌ إِلَّا لَيْلَةَ الْمَعْرَاجِ“ میں اپنا مشاہدہ نہیں بیان کیا کیونکہ معراج کے وقت وہ آپ کی زوجیت میں نہیں آئیں تھیں نیز وہ اس وقت اتنی عمر کی نہیں تھیں کہ وہ کسی واقعہ کو یاد رکھ سکتیں۔

الی السماء امام طحاویؒ نے الی السماء کہہ کر ان لوگوں پر رد کرنا مقصود ہے جو یہ کہتے ہیں حالت بیداری میں معراج صرف بیت المقدس تک ہوا جیسا کہ اسکو قرآن نے بیان کیا ہے امام طحاویؒ نے فی البقعة الی السماء کہہ کر ان کی تردید کی ہے کہ معراج بیداری کی حالت میں آسمانوں تک ہوا جیسا کہ مشہور حدیث سے ثابت ہے اور انبیاءؑ کی ملاقات بھی آسمانوں پر مشہور حدیث سے ثابت ہے

اللہ تعالیٰ کی مشیت سے حضور اقدس ﷺ کا بلند یوں تک پہنچنا

ثُمَّ إِلَىٰ حَيْثُ شَاءَ اللَّهُ تَعَالَىٰ مِنَ الْعُلَىٰ“ پھر آسمانوں سے آگے جہاں تک اللہ تعالیٰ نے چاہا آپ کو بلند یوں پر لے جایا گیا،

آسمانوں سے آگے سفر کے بارے میں سلف کے مختلف اقوال ہیں بعض نے کہا جنت تک بعض نے کہا عرش تک بعض نے کہا عرش پر تک، بعض نے کہا اطراف عالم تک، بہر حال مسجد حرام سے بیت المقدس تک جانا قطعی ہے قرآن مجید سے ثابت ہے اور معراج زمین سے آسمان تک، حدیث مشہور سے ثابت ہے اور آسمان جنت یا عرش تک نیز واحد سے ثابت ہے۔

قوله: وَاکْرَمَهُ اللَّهُ تَعَالَىٰ بِمَا شَاءَ فَأَوْحَىٰ إِلَىٰ عَبْدِهِ مَا أَوْحَىٰ

اور اللہ تعالیٰ نے جس طرح چاہا آپ ﷺ کو عزت عطا کی اور آپ ﷺ کی طرف جو وحی کرنا چاہی اسکی اللہ تعالیٰ نے وحی کی، اور اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو اپنی قدرت کے عظیم الشان نشان دکھلائے اور حکیمانہ انتظامات کے عجیب و غریب نمونے دکھلائے۔

معراج کی رات رویت باری تعالیٰ میں اختلاف

شب معراج میں حضور اقدس ﷺ کیلئے رویت باری تعالیٰ حاصل ہوئی یا نہیں اس میں صحابہ کا اختلاف ہے، حضرت عائشہ اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سورۃ نجم کی آیات ”فَلَمَّا فَصَبَّ قَسَابٌ وَقَبُمْنِمْ اَوْ اَذْنٰى“ (سورۃ نجم آیت ۸ پارہ ۲۷) سے مراد جبرائیل کو دیکھنا مراد لیتے ہیں اسی طرح ”فَلَمَّا فَصَبَّ قَسَابٌ“ اور رویت حضور اقدس ﷺ اور جبرائیل کے درمیان ہے اسلئے شب معراج میں رویت باری تعالیٰ حاصل نہیں ہوئی، حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت ابو ذرؓ باعتبار احد القولین، میں حضرت عروہ بن زبیر اور کعب بن احبار اور حسن بصریؓ اکثر اشاعرہ کے نزدیک حضور اقدس ﷺ کو شب معراج میں اللہ تعالیٰ کی رویت حاصل ہوئی تھی انکے نزدیک سورۃ نجم کی آیات میں ”فَلَمَّا فَصَبَّ قَسَابٌ“ اور رویت حضور اقدس ﷺ اور اللہ تعالیٰ کے درمیان ہے، اور عبداللہ بن عباسؓ سے مروی ہے ”اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ رَاى رُبَّهُ مَرَّتَيْنِ مَرَّةً بِعَيْنَيْهِ وَمَرَّةً بِفُؤَادِهِ“ کہ حضور اقدس ﷺ نے اپنے رب کو دو مرتبہ دیکھا ایک مرتبہ ظاہری آنکھوں سے اور ایک مرتبہ دل کے ساتھ اور حضور اقدس ﷺ کی طرف رویت قطعی محض علم کا نام نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے دل میں ایسی آنکھیں پیدا کر دیں جس طرح چہرے کی آنکھیں ہوتی ہیں یعنی جو کام ظاہری آنکھیں کرتی ہیں وہی کام دل کی آنکھ نے کیا۔

شب معراج میں رویت کو ترجیح:۔ امام نوویؒ شارح مسلم نے بھی رویت کو ترجیح دی ہے اور امام نسائیؒ نے بھی عبداللہ بن عباسؓ سے روایت نقل کی ہے کہ آپ ﷺ کو حقیقی رویت حاصل ہوئی ہے اور حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریاؒ نے بھی رویت باری تعالیٰ کو ترجیح دی ہے فرماتے ہیں دونوں طرف دلائل ہیں ایک طرف قطعی فیصلہ نہیں کیا جاسکتا لیکن میرے دل ہی دل میں رویت کو ترجیح ہوتی ہے کہ شب معراج میں حضور اقدس ﷺ کا اس دنیا سے جنت میں جانا انتہائی امر خارق ہے تو رویت امر خارق کیوں نہیں؟ آگے فرماتے ہیں اسکے اندر اتفاق ہے کہ

جنت کے اندر مومنین کو دیدار الہی نصیب ہوگا تو جب حضور اقدس ﷺ شب معراج میں جنت کے اندر گئے تو آپ ﷺ کو ضرور دیدار الہی نصیب ہوا ہوگا، اسی شب معراج کو کسی عاشق نے بیان کیا ہے

﴿قرب مویں اور ہے قرب محمدؐ اور ہے

طور سینا اور ہے عرش معلیٰ اور ہے

گل کو کیا ہے مشابہت اس رخ لالہ رنگ سے

﴿اس کی بہار اور ہے اس کی بہار اور ہے﴾

اسی کو حجۃ الاسلام حضرت اقدس مولانا محمد قاسم نانوتوی فرماتے ہیں

﴿جہاں کے سارے کمالات ایک تجھ میں ہیں

تیرے کمال کسی میں نہیں مگر دو چار

پہنچ سکا تیرے رتبہ تک نہ کوئی نبی

ہوئے ہیں مجزہ والے بھی اس جگہ ناچار

خدا کے طالب دیدار حضرت مویں

تمہارے لئے خدا آپ طالب دیدار

کہاں بلندیٰ طور اور کہاں تیری معراج

کہیں ہوئے ہیں زمین و آسمان بھی ہموار﴾



وَالْحَوْضُ الَّذِي أَكْرَمَهُ اللَّهُ تَعَالَى بِهِ غِيَاثًا لِأُمَّتِهِ حَقٌّ وَالشَّفَاعَةُ الَّتِي إِذْخَرَهَا اللَّهُ لَهُمْ كَمَا رَوَى فِي الْأَخْبَارِ.

ترجمہ:- اور حوض کوثر برحق ہے اور نعمت ہے جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے عزت بخشی ہے آپ ﷺ کو آپ ﷺ کی امت کی تکلیف دور کرنے اور پیاس بجھانے کا ذریعہ ہے اور شفاعت برحق ہے جسکو اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی امت کے لیے ذخیرہ بنا رکھا ہے جس طرح کہ احادیث میں وارد ہوا ہے

تجزیہ عبارت:- مذکورہ عبارت میں امام طحاویؒ نے حضور اقدس ﷺ کو حوض کوثر کی جوشان ملے کی اسکو بیان کیا ہے اور شفاعت کبریٰ کا جو حق ملے گا اسکو بیان کیا ہے۔

تشریح

قوله: وَالْحَوْضُ الَّذِي أَنْزَمَهُ اللَّهُ تَعَالَى بِهِ غِيَاثًا لِأُمَّتِهِ حَقٌّ

حوض کوثر کے اوصاف

اللہ تعالیٰ نے حضور اقدس ﷺ کو جنت میں ایک نہر عطا فرمائی ہے جسکا نام کوثر ہے، جسکی ایک شاخ حشر کے میدان میں بھی ہوگی میدان حشر میں ایک حوض ہوگا جس میں جنت کی نہر کوثر کا پانی لا کر جمع کیا جائے گا اسکو حوض کوثر کہتے ہیں اس حوض کوثر کی احادیث میں عجیب و غریب خوبیاں بیان ہوئی ہیں اسکے پانی سے حضور اقدس ﷺ اپنی امت کو حشر کے میدان میں سیراب فرمائیں گے اسی کو اس آیت میں بیان فرمایا گیا "أَنَا غَطِيْنُكَ الْكُوْثِرَ" بیشک ہم نے آپکو کوثر عطا فرمائی، کوثر سے مراد یہی حوض کوثر ہے جن احادیث میں حوض کوثر کا ذکر ہے وہ حد تو اترا تک پہنچی ہوئی ہیں تیس سے زائد صحابہ کرام سے مروی ہیں،

جسکے عجیب و غریب اوصاف احادیث میں بیان ہوئے ہیں مثلاً یہ کہ اسکی مسافت ایک ماہ کے برابر ہوگی اسکا پانی دودھ سے زیادہ سفید، مٹک سے زیادہ خوشبودار اور شہد سے زیادہ میٹھا ہوگا

اور اس حوض پر آب خورے (پيالے) آسمان کے ستاروں سے زیادہ تعداد میں ہو گئے اور ستاروں سے زیادہ چمکدار ہو گئے، ایک مرتبہ جو اس حوض کوثر سے پنی لے گا پھر وہ کبھی پیاسا نہ ہوگا لوگ قبروں سے پیاسے اٹھیں گے حضور اقدس ﷺ اپنی امت کے پیاسوں کو اسی حوض کوثر سے پانی پلائیں گے اسی لئے آپ ﷺ کو ساقی کوثر کہا جاتا ہے۔

اسی کو حجۃ الاسلام حضرت اقدس مولانا محمد قاسم نانوتوی بانی دارالعلوم دیوبند بیان فرماتے ہیں

مجھے حشر کا ذکر کس لئے ہو قاسم

میرا آقا ہے وہ میرا مولا ہے وہ

جسکے قدموں میں جنت بسائی گئی

جسکے ہاتھوں سے کوثر لٹایا گیا

قوله: وَالشَّفَاعَةُ النَّبِيُّ إِذْ عَرَفَهَا اللَّهُ لَهُمْ كَمَا دَرَىٰ فِي الْأَنْبِيَاءِ

شفاعت النبی برحق ہے اور معتزلہ کا رد

یہاں سے امام طحاوی معتزلہ کا رد کر رہے ہیں، معتزلہ کا مذہب یہ ہے جب بغیر شفاعت کے کبار کی مغفرت جائز نہیں تو شفاعت کے ساتھ بھی کبار کی مغفرت جائز نہیں اور یہ بھی کہتے ہیں کہ اہل کبار جہنم میں داخل ہونے کے بعد نہیں نکلیں گے لیکن اہل سنت والجماعت کے نزدیک ”وَيَغْفِرُ مَا ذُنُوبَ ذَلِكَ لِمَنْ يَشَاءُ“ کے تحت جب بغیر شفاعت کے کبار کی مغفرت ممکن ہے تو شفاعت کے ساتھ بدرجہ اولیٰ ممکن ہے، لہذا اہل سنت والجماعت کے نزدیک انبیاء اور صالحین کی شفاعت خصوصاً سرور دو عالم ﷺ کی شفاعت اہل کبار کے حق میں احادیث مشہورہ سے ثابت ہے کہ حضور اقدس ﷺ کی شفاعت سے جہنم سے لوگ نکالے جائیں گے۔

حضور اقدس ﷺ کیلئے شفاعت:- حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ

حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا جسکا مفہوم یہ ہے کہ قیامت کے دن لوگ پریشان ہو کر حضرت آدمؑ کے پاس آئیں گے درخواست کریں گے "اِشْفَعْ اِلَى رَبِّكَ" آدمؑ جواب میں فرمائیں گے میں اسکا اہل نہیں ہوں، تم حضرت ابراہیمؑ کے پاس جاؤ وہ ظلیل الرحمن ہیں چنانچہ لوگ حضرت ابراہیمؑ کے پاس جائیں گے وہ بھی جواب میں فرمائیں گے میں اسکا اہل نہیں ہوں، تم حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ وہ کلیم اللہ ہیں چنانچہ لوگ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس جائیں گے وہ بھی عذر کر دیں گے میں اسکا لائق نہیں، تم حضرت عیسیٰؑ کے پاس جاؤ انہیں اللہ کا روح اور کلمہ ہونے کا اعزاز حاصل ہے، چنانچہ سب لوگ حضرت عیسیٰؑ کے پاس جائیں گے وہ بھی عذر کر دیں گے میں اسکا لائق نہیں ہوں، تم حضرت محمد ﷺ کے پاس جاؤ، چنانچہ سب لوگ میرے پاس آئیں گے میں کہوں گا مجھے یہ اعزاز حاصل ہے چنانچہ میں اپنے رب کے پاس جانے کی اجازت طلب کروں گا مجھے اجازت مل جائے گی، اللہ تعالیٰ مجھے تعریف کے کلمات کا الہام فرمائیں گے جو مجھے ابھی معلوم نہیں، ان کلمات کے ساتھ میں اللہ کی حمد بیان کروں گا اور اللہ تعالیٰ کے سامنے سجدہ ریز ہو جاؤں گا مجھے کہا جائے گا "يَا مُحَمَّدُ اِرْفَعْ رَأْسَكَ وَقُلْ تُسْمَعُ وَسَلُّ تُعْطَىٰ وَاشْفَعْ تُشْفَعُ" اے محمد ﷺ اپنا سر مبارک اٹھائیں آپ ﷺ کہیں آپ ﷺ کی بات سنی جائیگی آپ ﷺ سوال کریں آپ ﷺ کا سوال پورا کیا جائے گا آپ ﷺ شفاعت کریں آپ ﷺ کی شفاعت قبول کی جائیگی میں کہوں گا "يَهَابُ اَمْتِي" مجھے کہا جائے گا آپ ﷺ دوزخ سے ان لوگوں کو نکال لیجئے جن کے دل میں جو کے دانے کے برابر بھی ایمان موجود ہے چنانچہ میں ان لوگوں کو دوزخ سے نکال لوں گا، پھر دوبارہ میں اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کروں گا سجدہ میں گر پڑوں گا مجھے کہا جائے گا "يَا مُحَمَّدُ اِرْفَعْ رَأْسَكَ وَقُلْ تُسْمَعُ وَسَلُّ تُعْطَىٰ وَاشْفَعْ تُشْفَعُ" میں کہوں گا "يَهَابُ اَمْتِي" آپ ﷺ جہنم سے ان لوگوں کو نکال لائیں جسکے دل میں ذرہ یارائی کے دانے کے برابر بھی ایمان موجود ہے میں انکو دوزخ سے باہر نکال لاؤں گا، پھر میں اللہ کی حمد و ثنا کروں گا اور سجدہ

ریز ہو جاؤ گا تو مجھے کہا جائے ”ہَامَحَمْدُ اِرْفَعُ رَأْسَكَ وَقَلُّ تَسْمَعُ وَاسَلُّ تَعْطَلُ وَادْفَعُ تَشْفَعُ“ میں کہوں گا ”تَارِبَ اُمْتِي اُمْتِي“ مجھے کہا جائے گا جسکے دل میں ادنیٰ سے بھی ادنیٰ راہی کے دانے کے برابر بھی ایمان ہے اسکو جہنم سے نکال لو چنانچہ میں انکو نکال لوں گا،

پھر میں چوٹی دفعہ اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کروں گا پھر سجدہ ریز ہو جاؤ گا مجھے کہا جائے گا ”ہَامَحَمْدُ اِرْفَعُ رَأْسَكَ وَقَلُّ تَسْمَعُ وَاسَلُّ تَعْطَلُ وَادْفَعُ تَشْفَعُ“ اس پر میں کہوں گا اے میرے رب مجھے اجازت دیجئے میں ان لوگوں کو جہنم سے نکالوں جنہوں نے صرف ”لَا اِلَهَ اِلَّا اللّٰهُ“ کہا ہو اس پر اللہ پاک فرمائیں گے یہ آپ ﷺ کا حق نہیں ہے، مجھے اپنی عزت، جلال، کبریائی اور اپنی عظمت کی قسم، میں ان لوگوں کو جہنم سے ضرور بالضرور نکالوں گا جنہوں نے لَا اِلَهَ اِلَّا اللّٰهُ کہا ہوگا (بخاری و مسلم)

حضور اقدس ﷺ کی شفاعت کے درجات

پہلا درجہ :- شفاعت کبریٰ کا ہوگا جس سے حساب و کتاب شروع ہوگا یہ شفاعت کفار اور مؤمنین سب کیلئے ہوگی۔

دوسرا درجہ :- ان لوگوں کے بارے میں شفاعت فرمائیں گے جنہیں بلا حساب و کتاب جنت میں داخل کر دیا جائے گا۔

تیسرا درجہ :- ان لوگوں کے لئے جو جنت میں داخل ہو چکے ہوں گے اسکے درجات کی بلندی کے لئے آپ ﷺ سفارش فرمائیں گے اور اسکے درجات بلند ہوں گے۔

چوتھا درجہ :- ان لوگوں کے بارے میں سفارش فرمائیں گے جنکی نیکیاں اور برائیاں برابر ہوگی تو آپ ﷺ سفارش فرمائیں گے تاکہ انہیں جنت میں داخل کر دیا جائے۔

پانچواں درجہ :- کبیرہ گناہ والوں کے حق میں آپ ﷺ شفاعت فرمائیں گے جنہیں گناہوں کی وجہ سے دوزخ میں بھیجا گیا ہوگا آپ ﷺ کی شفاعت سے انہیں جہنم سے نکال کر جنت میں داخل کیا جائے گا۔

چھٹا درجہ :- عذاب کے مستحق لوگوں کے بارے میں آپ ﷺ شفاعت فرمائیں گے جسکی وجہ سے انکے عذاب میں تخفیف ہو جائے گی جیسا کہ آپ ﷺ نے اپنے چچا ابوطالب کے بارے میں شفاعت کی تو اسکے لئے عذاب میں تخفیف کر دی گئی فرمایا اسکو جہنم کی آگ کی جوتیاں پہنائی گئی ہیں جسکی وجہ سے اسکا دماغ ایسے کھول رہا ہے جیسے ہڈیا کھولتی ہے۔

ساتواں درجہ :- کچھ لوگوں کے بارے میں حکم ہوگا کہ انہیں دوزخ میں بھیج دیا جائے تو پھر آپ ﷺ کی سفارش سے انہیں دوزخ بھیجنے سے روک لیا جائے گا۔

وَالْمِثْقَالِ الذِّي أَخَذَهُ اللَّهُ تَعَالَى مِنْ آدَمَ وَذُرِّيَّتِهِ حَقًّا، وَقَدْ عَلِمَ اللَّهُ تَعَالَى فِيمَا لَمْ يَزَلْ عَدَدَمَنْ يَدْخُلُ الْجَنَّةَ وَيَدْخُلُ النَّارَ، جُمْلَةً وَاحِدَةً، لَا يَزِيدُ فِي ذَلِكَ الْعَدَدِ وَلَا يَنْقُصُ مِنْهُ وَكَذَلِكَ أَعْمَالُهُمْ فِيمَا عَلِمَ مِنْهُمْ أَنَّهُمْ يَفْعَلُونَهُ وَكُلٌّ مَيْسَرٌ لِمَا خُلِقَ لَهُ. وَالْأَعْمَالُ بِالْغَوَائِبِ وَالسَّعْيِ مَنْ سَعِدَ بِقَضَاءِ اللَّهِ تَعَالَى وَالشَّقِيُّ مَنْ شَقِيَ بِقَضَاءِ اللَّهِ تَعَالَى،

ترجمہ :- اور وہ وعدہ جو اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم اور انکی اولاد سے لیا برحق ہے اور اللہ تعالیٰ ازل ہی سے جانتا ہے کہ دفعہ کتنے آدمی جنت میں داخل ہونگے اور کتنے آدمی جہنم میں داخل ہونگے، اس تعداد میں کمی، زیادتی نہیں ہوگی اسی طرح اللہ تعالیٰ بندوں کے افعال کو بھی جانتا ہے کہ وہ لوگ کیا کام کریں گے ہر شخص کو اسی کام کی توفیق ملتی ہے جسکے لئے وہ پیدا کیا گیا اور اعمال کا دائرہ دار خاتمہ پر ہے، اور نیک بخت وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی تقدیر میں نیک بخت ہے اور بد بخت

وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی تقدیر میں بد بخت ہے۔

تجزیہ عبارت :- مذکورہ بالا عبارت میں امام محمد ادریس نے اس بیٹاق اور عہد کا ذکر کیا ہے جو آدم اور ان کی اولاد سے عالم ارواح میں لیا گیا تھا اور ساتھ مسئلہ تقدیر کو بھی ذکر کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ ازل سے ہی انسانوں کے افعال اور اعمال کو جانتے ہیں اور سعادت مند حقیقت میں وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی تقدیر میں سعادت مند ہے حقیقت میں شقی وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی تقدیر میں شقی ہے۔

تشریح

قوله: وَالْمِيثَاقِ الَّذِي أَخَذَهُ اللَّهُ تَعَالَى مِنْ آدَمَ وَذُرِّيَّتِهِ حَقًّا

عالم ارواح کے عہد کا تذکرہ

اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم کی قیامت تک جتنی اولاد ہونے والی تھی انکو آدم کی پیٹھ سے نکال کر انکو شعور بخشا اور عرفات کے میدان میں انکو ظاہر کیا جو بھوری چوٹیوں کے برابر تھے اور عالم ارواح میں روح آدم اور اولاد آدم کو یکجا جمع کر کے فرمایا "أَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ" کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟ سب نے بیک زبان ہو کر جواب دیا "قَالُوا بَلَىٰ" کیوں نہیں واقعی آپ ہمارے رب ہیں، اس اقرار میں انبیاء کی رو میں بھی تھیں اور شہداء کی بھی، اور علماء اور صلحاء کی بھی، اور اولیاء اور اتقیاء کی بھی، اور ابرار و اخیار کی بھی، اور فجار و اشرار کی بھی، اور یہود و نصاریٰ کی بھی اور مشرکین و کفار کی بھی، اسی عہد کی یاد دہانی کے لئے ایک لاکھ چوبیس ہزار کم و بیش پیغمبر دنیا میں تشریف لائے انہوں نے اعلان کیا کہ اے لوگو! تمہارا رب، اللہ کے سوا کوئی نہیں اسی عہد کو قرآن پاک میں بیان فرمایا گیا ہے۔

﴿وَإِذْ أَخَذْنَا مِنْكُمْ مِيثَاقَ آدَمَ مِنْ ظُهُورِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَأَشْهَدَهُمْ عَلَىٰ أَنفُسِهِمْ

اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ قَالُوا بَلَىٰ سَهِيْنَا اَنْ تَقُوْلُوْا يَوْمَ الْقِيَمَةِ اِنَّا كُنَّا عَنْ هٰذَا غٰفِلِيْنَ
(سورة الاعراف آیت ۷۲ پارہ ۹)

اور جب نکالا تیرے رب نے بنی آدم کی بیٹیوں سے انکی اولاد کو اور اقرار کرایا ان سے انکی جانوں پر، کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں سب بولے کیوں نہیں ہم اقرار کرتے ہیں، (یہ اقرار اسلئے کرایا تھا) تاکہ قیامت کے دن یہ نہ کہنے لگو، ہم کو تو اسکی خبر نہ ہوئی۔

معتزلہ کا رد :- معتزلہ عہد المسف کا انکار کرتے ہیں کہتے ہیں عہد الست کی کوئی حقیقت نہیں کیونکہ یہ عقل کے خلاف ہے اور کہتے ہیں توحید کے دلائل کا قائم ہو جانا یہی عہد الست ہو حکم ہے۔

امام طحاوی انکار کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ جو اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام اور انکی اولاد سے وعدہ لیا وہ برحق ہے قرآن سے بھی ثابت ہے جیسے اوپر والی آیت میں اسکا ذکر ہوا اور احادیث سے بھی ثابت ہے،

حضرت عبداللہ بن عباس حضور اقدس ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے عرفہ کے دن نعمان وادی میں حضرت آدم ﷺ کی پیٹھ سے تمام اولاد نکال کر انہیں اپنے سامنے پھیلا کر بالمشافہ ان سے کلام کرتے ہوئے وعدہ لیا، کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں سب نے اثبات میں جواب دیا (نسائی، مستدرک حاکم)

اشکال :- معتزلہ اور بعض عقل پرست اشکال کرتے ہیں کہ اگر ہم نے یہ عہد کیا ہوتا تو ہمیں یاد بھی ہوتا جب کہ ہمیں یاد ہی نہیں اسلئے یہ عہد نہیں ہوا۔

جواب اول :- بعض مقررین کو یہ عہد یاد بھی ہے جیسے سیدنا علی فرماتے ہیں کہ ابھی تک وہ عہد الست کی آواز میرے کانوں میں گونج رہی ہے اور حضرت عبداللہ بن اسماعیل حسرتی

فرماتے ہیں کہ مجھے یہ عہد الست ہر حکم والا یاد ہے اگر کسی عام آدمی کو بھول گیا ہے تو اسکا انکار نہیں کیا جاسکتا۔

جواب ثانی :- علامہ شبیر احمد عثمانیؒ نے فرمایا ہے کہ جس طرح بچپن میں بچہ

روٹی اور پانی اور کھانے وغیرہ کا نام لیتا ہے پھر جب کچھ بڑا ہو جائے تو اس سے پوچھا جائے کہ تجھے کس نے پانی اور روٹی کا نام سکھایا تھا والدہ نے یا والد نے یا بھائی نے، اسکو یہ تو معلوم ہے مجھے سکھایا گیا لیکن یہ معلوم نہیں کہ کس نے سکھلایا ہے اس طرح اگر الست والا وعدہ یاد نہیں لیکن اسکا مفہوم ذہن میں گھومتا ہے جس طرح بچے کے ذہن میں گھومتا ہے کہ مجھے روٹی کا نام سکھلایا گیا۔

الزانی جواب یہ دیا جائے گا کہ جس طرح تجھے پیدا ہونے کا وقت یاد نہیں اور والدہ کا دودھ پینا یاد نہیں اور بچپن کے واقعات یاد نہیں لیکن انکا انکار نہیں کیا جاسکتا اسی طرح تجھے اگرچہ عہد الست یاد نہیں تو اسکا انکار نہیں کیا جاسکتا جیسے تو بچپن کے واقعات بھول گیا وہ عہد الست بھی بھول گیا۔

قوله: وَقَدْ عَلِمَ اللَّهُ تَعَالَىٰ فِيمَا لَمْ يَزَلْ عَدَدَمَن يَدْخُلُ الْجَنَّةَ وَيَدْخُلُ النَّارَ، جُمَّلَةٌ وَاحِدَةٌ، لَا يَزَادُ فِي ذَٰلِكَ الْعَدَدِ وَلَا يَنْقُصُ مِنْهُ وَكَذَٰلِكَ الْعَالَمُ فِيمَا عَلِمَ مِنْهُمْ أَنَّهُمْ يَفْعَلُونَهُ وَكُلُّ مُسْرِلٍ لِمَا خُلِقَ لَهُ. وَالْأَعْمَالُ بِالْخَوَاتِيمِ وَالسَّعْيُ لِلْمَنْ سَعِدَ بِقَضَاءِ اللَّهِ تَعَالَىٰ وَالشَّقِيُّ مِنَ الشَّقِيِّ بِقَضَاءِ اللَّهِ تَعَالَىٰ،

مسئلہ تقدیر

تقدیر اصل میں اللہ تعالیٰ کا راز ہے کہ تمام حوادث اور واقعات کے واقع ہونے سے پہلے ہی ہر بات کا اللہ تعالیٰ کو علم ازلی تھا اللہ تعالیٰ نے اس علم ازلی کی حکایت لوح محفوظ میں کروائی ہوئی ہے یعنی جو کچھ بھی عالم میں ہونا تھا سب کچھ لوح محفوظ میں لکھوا دیا ہے جو کچھ بھی اب ہو رہا ہے اللہ

تعالیٰ کے علم ازلی اور لوح محفوظ کے لکھے ہوئے کے موافق ہو رہا ہے، اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا فرمایا اسی نے مادر بنایا اسی نے فقیر بنایا اسی نے موت دی اسی نے حیات بخشی اسی نے ہدایت دی اسی نے گمراہ کیا اسلئے حضرت علیؑ فرماتے ہیں تقدیر اللہ تعالیٰ کا راز ہے ہم اسکو نہیں جان سکتے۔

قوله: وَقَدْ عَلِمَ اللَّهُ تَعَالَىٰ فِيمَا لَمْ يَزَلْ، اسی کو امام طحاویؒ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کو ازل سے اسکا علم ہے کہ کس قدر تعداد میں لوگ ایک ہی بار جنت میں داخل ہونگے اور کس قدر تعداد میں لوگ ایک ہی بار جہنم میں داخل ہونگے اور انکی تعداد میں کمی بیشی نہیں ہو سکتی اور اسی طرح اللہ تعالیٰ بندوں کے افعال اور اعمال کو بھی جانتے ہیں انکے کرنے سے پہلے، جیسے رب العزت کا ارشاد ہے "إِنَّ اللَّهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ" بیشک اللہ تعالیٰ کو ہر چیز کا علم ہے معلوم ہوا اللہ تعالیٰ ازل سے صفت علم کے ساتھ موصوف ہیں کبھی بھی علم سے قبل جہل کا تصور نہیں کیا جاسکتا۔

قوله وَكُلُّ مَيْسَرٍ لِمَا خَلَقَ لَهُ. وَالْأَعْمَالُ بِالْخَوَاتِيمِ وَالسَّعِيدُونَ سَعِدَ بِقَضَاءِ اللَّهِ تَعَالَىٰ وَالشَّقِيُّ مَنْ فَسَىٰ بِقَضَاءِ اللَّهِ تَعَالَىٰ

سعادت اور شقاوت کا مدار خاتمہ پر ہے

یہاں سے امام طحاویؒ فرماتے ہیں کہ ہر شخص کو اسی کام کی توفیق ملتی ہے جسکے لئے وہ پیدا کیا گیا ہے اور اعمال کا مدار خاتمہ پر ہے جیسے تقدیر میں لکھا ہوا تھا اسی کے مطابق اسکا خاتمہ ہوگا، اور حقیقت میں نیک بخت وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی تقدیر میں نیک بخت لکھا ہوا ہے اور حقیقت میں بد بخت وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی تقدیر میں بد بخت لکھا ہوا ہے اسی تقدیر کو اس حدیث پاک میں بیان کیا گیا ہے حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ جو صادق اور صدوق ہیں انہوں نے ہمیں ارشاد فرمایا کہ تم میں سے ہر شخص کا اصل مادہ ماں کے رحم میں چالیس دن تک نطفہ

کی حالت میں رہتا ہے، پھر چالیس دن نجد خون کی شکل میں رہتا ہے، پھر چالیس دن گوشت کے ٹوٹنے کی حالت میں رہتا ہے پھر اللہ تعالیٰ اسکی جانب ایک فرشتہ بھیجتے ہیں جو اس میں روح پھونکتا ہے اور اسے چار چیزوں کے لکھنے کا حکم دیا جاتا ہے اسکا رزق، موت، عمل، نیز اسکا نیک بخت یا بد بخت ہونا بھی لکھا جاتا ہے پس اس ذات کی قسم جسکے علاوہ کوئی معبود نہیں بیشک ایک شخص جنتیوں والے عمل کرتا رہتا ہے اس شخص اور جنت کے درمیان صرف ایک ہاتھ کا فاصلہ رہ جاتا ہے تو اس پر تقدیر غالب آجاتی ہے تو وہ دوزخیوں کے عمل کرنے لگتا ہے چنانچہ وہ دوزخ میں داخل ہو جاتا ہے اور ایک شخص دوزخیوں والے عمل کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ اس شخص اور دوزخ کے درمیان صرف ایک ہاتھ کا فرق رہ جاتا ہے تو اس پر تقدیر غالب آجاتی ہے تو وہ جنتیوں کے عمل شروع کر دیتا ہے اور جنت میں داخل ہو جاتا ہے (رواہ البخاری، مسلم)

وَأَصْلُ الْقَدْرِ سِرُّ اللَّهِ فِي خَلْقِهِ لَمْ يُطْلَعْ عَلَى ذَلِكَ مَلَكَ مَقْرَبٌ وَلَا نَبِيٌّ مُرْسَلٌ
وَالْتَعَمُّقُ وَالنَّظْرُ فِي ذَلِكَ ذَرْبَةُ الْخُدَّانِ، وَمَسَلَمُ الْبِحْرَمَانِ وَذَرْبَةُ الطُّغْيَانِ
فَالْحَلْرُ كُلُّ الْحَلْرِ مِنْ ذَلِكَ نَظْرٌ أَوْ فِكْرٌ أَوْ وَسْوَسَةٌ فَإِنَّ اللَّهَ تَعَالَى طَوَى عِلْمَ
الْقَلْبِ عَنْ آتَمِهِ، وَنَهَاهُمْ عَنْ مَرَامِهِ كَمَا قَالَ فِي كِتَابِهِ ﴿لَا يُسْئَلُ عَمَّا يَفْعَلُ وَهُمْ
يُسْأَلُونَ﴾ فَمَنْ سَأَلَ: لِمَ فَعَلَ؟ فَقَدِرٌ دُحْمٌ كِتَابِ اللَّهِ وَمَنْ رَدَّ حُكْمَ كِتَابِ اللَّهِ
تَعَالَى كَانَ مِنَ الْكَافِرِينَ،

فَهَذَا أَجْمَلَةٌ مَا يَحْتَاجُ إِلَيْهِ مَنْ هُوَ مُنَوَّرٌ قَلْبُهُ مِنْ أَوْلِيَاءِ اللَّهِ تَعَالَى وَهِيَ دَرَجَةٌ
الرَّاسِخِينَ فِي الْعِلْمِ لِأَنَّ الْعِلْمَ عِلْمَانِ: عِلْمٌ فِي الْخَلْقِ مَوْجُودٌ وَعِلْمٌ فِي الْخَلْقِ
مَفْقُودٌ لِإِنكَارِ الْعِلْمِ الْمَوْجُودِ كُفْرًا وَإِعْثَاءِ الْعِلْمِ الْمَفْقُودِ كُفْرًا لَا يَبْصِحُ الْإِيمَانُ
إِلَّا بِقَبُولِ الْعِلْمِ الْمَوْجُودِ وَتَرْكِ طَلْبِ الْعِلْمِ الْمَفْقُودِ.

ترجمہ: اور تقدیر میں اصل بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ایک راز ہے اسکی مخلوق میں، اس

پر اللہ تعالیٰ نے نہ تو کسی مقرب فرشتے کو مطلع کیا ہے اور نہ کسی نبی رسول کو، اور اسمیں تعمق (یعنی باریک طریقے سے اسمیں غور کرنا) اور نظر فکر کرنا خذلان و رسوائی کا ذریعہ اور محرومی کی بیڑھی ہے اور سرکشی میں قدم رکھنا ہے پس اس مسئلہ میں نظر و فکر اور ہر قسم کے دوسرے سے مکمل طور پر بچا جائے، پس بیشک اللہ تعالیٰ نے تقدیر کا علم اپنی مخلوق سے لپیٹ لیا ہے اور اسکے مقصد کو حاصل کرنے سے روک دیا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی مقدس کتاب میں ارشاد فرمایا ہے اس سے سوال نہیں کیا جاسکتا اسکے بارے میں جو وہ کرتے ہیں اور لوگوں سے سوال کیا جائے گا، پس جس شخص نے یہ سوال کیا کہ اللہ تعالیٰ نے ایسا کیوں کیا ہے تو اس شخص نے اللہ تعالیٰ کی کتاب کے حکم کو رد کر دیا اور جس شخص نے اللہ کی کتاب کے حکم کو رد کر دیا تو وہ کافروں میں سے ہوگا، جن مسائل کا ذکر ہوا یہ وہ مسائل ہیں جنکی ضرورت وہ لوگ محسوس کرتے ہیں جو اولیاء اللہ ہیں جنکے دل نور ایمان سے منور ہیں اور یہی راہنمائی فی العلم کا درجہ ہے کیونکہ علم دو قسم پر ہے ایک وہ علم جو مخلوق میں موجود ہے دوسرا وہ علم جو مخلوق میں مفقود ہے پس موجود علم کا انکار کفر ہے اور مفقود علم کا دعویٰ کرنا بھی کفر ہے اور ایمان صحیح نہیں ہو سکتا جب تک موجود علم کو قبول نہ کرے اور پوشیدہ علم کو ترک نہ کر دے۔

تجزیہ عبارت :- مذکورہ بالا عبارت میں امام طحاوی نے مسئلہ تقدیر کو بیان کیا ہے کہ تقدیر اللہ تعالیٰ کا راز ہے اور کسی کو اس پر مطلع نہیں کیا گیا اس میں بحث کرنا اور نظر و فکر کرنا گمراہی کا ذریعہ ہے اور جو راسخ فی العلم ہیں وہ شریعت کے موجود علم پر اعتقاد بھی رکھتے ہیں اور عمل بھی کرتے ہیں، اور جو علم مفقود ہے یعنی تقدیر کا علم اس میں بحث نہیں کرتے اور کامل ایمان کی یہی علامت ہے۔

تشریح

قوله: وَأَصْلُ الْقَدْرِ سِرُّ اللَّهِ فِي خَلْقِهِ لَمْ يُطْلَعْ عَلَى ذَلِكَ مَلَكَ مَقْرَبٌ وَلَا نَبِيٌّ مُرْسَلٌ وَالتَّعَمُّقُ وَالنَّظْرُ فِي ذَلِكَ ذَرِيعَةُ الْخِذْلَانِ، وَسَلَّمَ الْحَرَمَانَ وَدَرَجَةَ الطُّغْيَانِ

مسئلہ تقدیر

یہاں سے امام طحاوی تقدیر کے بارے میں بیان فرماتے ہیں کہ تقدیر میں اصل بات یہ ہے اللہ تعالیٰ کا مخلوق میں ایک راز ہے اور اللہ تعالیٰ کے سوا اسکو کوئی نہیں جانتا، اور تقدیر کا علم اللہ تعالیٰ نے نہ تو کسی مقرب فرشتے کو دیا ہے اور نہ کسی نبی و رسول کو دیا ہے، اور تقدیر کے مسئلہ میں بحث کرنا اور غور و فکر کرنا یہ انسان کے لئے رسوائی کا ذریعہ ہے اور محرومی کی سبب ہے اور سرکشی کا مقام ہے اسلئے تقدیر کے مسئلہ میں نظر و فکر اور بحث کرنے سے بچا جائے۔

مسئلہ تقدیر میں اہلسنت والجماعت کا مذہب :- تمام واقعات کے وقوع سے قبل ہی اللہ تعالیٰ کو ازل ہی سے انکے بارے میں علم کامل ہے اور جو کچھ ہونے والا تھا اللہ تعالیٰ نے اپنے علم ازلی کے مطابق لوح محفوظ میں لکھوا دیا ہے، جو کچھ اب ہو رہا ہے اللہ تعالیٰ کے علم ازلی اور لوح محفوظ کے لکھے ہوئے کے مطابق ہو رہا ہے۔

اہلسنت والجماعت کا یہ بھی مذہب ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بندوں کو اپنے افعال کا اختیار دیا ہے کہ اپنے اختیار سے اپنے افعال کا کسب کرتے ہیں لیکن ان افعال کے خالق اللہ تعالیٰ ہی ہیں اور جو شخص اپنے اختیار سے اچھے اعمال کرے اس پر اجر و انعام ملے گا اور جو شخص برے اعمال کرے اسے سزا ملے گی کیونکہ کسب خیر محمود ہے اور کسب شر مذموم ہے۔

معتزلہ کا مذہب :- معتزلہ کے نزدیک اللہ تعالیٰ نے بندہ میں قدرت تامہ اور اختیار کامل رکھا ہوا ہے لہذا بندہ اپنے اختیار سے اپنے اعمال کا خود خالق ہے بندہ کے کسی عمل جزئی میں بھی اللہ تعالیٰ کی قدرت کا کوئی دخل نہیں ہے انکو قدر یہ کہا جاتا ہے حدیث پاک میں بطور پیشین گوئی کے اس فرقہ کا تذکرہ کیا گیا ہے اور انکی مذمت کی گئی ہے، انکا یہ بھی مذہب ہے کہ پہلے سے کوئی نظام اللہ کے علم میں اور لوح محفوظ میں طے شدہ نہیں ہے جو ہونا ہوتا ہے وہ ساتھ ساتھ نیا

ہورہا ہوتا ہے۔

مسئلہ تقدیر میں سلامتی کی راہ:- مسئلہ تقدیر میں سلامتی کی راہ یہ ہے کہ علوم وحی کی اتباع کی جائے اور شریعت مطہرہ جن عقائد اور اعمال و اخلاق کا حکم دیتی ہے انکو اختیار کیا جائے اور مسئلہ تقدیر میں بحث و مباحثہ اور نظر و فکر سے بچا جائے ورنہ اسکا انجام آخرت کے اعتبار سے ذلت و رسوائی ہے اور دنیا میں سرکشی و گمراہی کا سبب ہے، مسئلہ تقدیر میں انسان کی آزمائش ہے جسمیں کامیابی کا راستہ اتباع تعلیم وحی ہے اور ناکامی اور رسوائی کا راستہ مسئلہ تقدیر میں الجھنا اور عقلی موٹکائیاں چھوڑنا ہے۔

قوله: فَالْحَدْرُ كُلُّ الْحَدْرِ مِنْ ذَلِكَ نَظَرًا أَوْ فِكْرًا أَوْ وَسْوَسَةً فَإِنَّ اللَّهَ تَعَالَى طَوَى عِلْمَ الْقَدْرِ عَنْ آيَاتِهِ، وَنَهَاهُمْ عَنْ مَرَامِهِ كَمَا قَالَ فِي كِتَابِهِ ﴿لَا يُسْتَلَّ عَمَّا يَفْعَلُ وَهُمْ يُسْتَلُونَ﴾ فَمَنْ سَأَلَ: لِمَ فَعَلَ؟ فَقَدَرْدُ حُكْمِ كِتَابِ اللَّهِ وَمَنْ رَدَّ حُكْمَ كِتَابِ اللَّهِ تَعَالَى كَانَ مِنَ الْكَافِرِينَ

مسئلہ تقدیر میں الجھنا گناہ ہے

یہاں سے امام طحاوی فرماتے ہیں مسئلہ تقدیر میں الجھنے سے اور عقلی موٹکائیاں چھوڑنے سے نظر و فکر کرنے سے اور ہر قسم کے وسوسے سے کھل طور پر پرہیز کیا جائے کیونکہ تقدیر کا علم اللہ تعالیٰ نے تمام عالم سے مخفی رکھا ہوا ہے اور تقدیر کے مقصد کو حاصل کرنے سے روک دیا ہے جیسے رب العزت کا ارشاد ہے لَا يُسْتَلَّ عَمَّا يَفْعَلُ وَهُمْ يُسْتَلُونَ (سورۃ الانبیاء پارہ ۱ ص ۱۷۷ آیت ۲۳)

کہ جو کام اللہ تعالیٰ کرتے ہیں اسکی پوچھ نہیں ہوگی اور جو کام لوگ کرتے ہیں اسکی ان سے پوچھ ہوگی، لہذا جس شخص نے تقدیر میں بحث و مباحثہ کر کے یہ کہا کہ اللہ تعالیٰ نے ایسا کیوں کیا تو اسنے اللہ تعالیٰ کی کتاب کے حکم کو رد کر دیا اور جس نے کتاب اللہ کے حکم کو رد کر دیا وہ کافر ہو گیا۔

قوله: فهذا جملة ما يحتاج اليه من هو منور قلبه من اولياء الله تعالى وهي درجة
الراسخين في العلم لان العلم علمان: علم في الخلق موجود وعلم في الخلق
مفقود فانكار العلم الموجود كفر وادعاء العلم المفقود كفرو لا يصح الايمان
الا بقبول العلم الموجود وترك طلب العلم المفقود

علم کی اقسام

یہاں سے امام طحاوی فرماتے ہیں کہ جن مسائل کا ذکر ہوا انکی ضرورت وہ لوگ محسوس کرتے
 ہیں جو اولیاء اللہ ہیں جگے دل نور ایمان سے منور ہیں اور وہ راسخ فی العلم کے درجہ پر فائز ہیں اور یہ
 بات بھی یاد رہے کہ علم دو قسم پر ہیں ایک علم وہ ہے جو مخلوق میں موجود ہے یعنی جو شریعت کے احکام
 ہیں نہ صرف انکا اعتقاد رکھنا ضروری ہے بلکہ انکے مطابق عمل کرنا بھی ضروری ہے اور دوسرا وہ علم
 جو مخلوق میں موجود نہیں ہے یعنی تقدیر کا علم جسکو اللہ تعالیٰ نے مخلوق سے لپیٹ لیا ہے جس پر کسی
 مقرب فرشتے اور نبی اور رسول کو بھی مطلع نہیں کیا گیا ہے۔

لہذا موجود علم کو نیکنہ اور اسکا اعتقاد رکھنا اور اس پر عمل کرنا ضروری ہے اور اسکا انکار کرنا کفر ہے اسی
 طرح علم مفقود کا دعویٰ کرنا بھی کفر ہے کیونکہ تقدیر کا علم مخلوق سے پوشیدہ ہے اس وقت تک ایمان
 مکمل نہیں ہو سکتا بلکہ ایمان صحیح نہیں ہو سکتا جب تک کہ موجود علم کو قبول نہ کر لے اور تقدیر پر بحث
 مباحثہ کرنے کو ترک نہ کر دے۔

فوائد تقدیر

راسخین فی العلم کا راستہ تقدیر کو ماننا ہے اسمیں کئی فوائد ہیں۔

پہلا فائدہ:- تقدیر پر ایمان رکھنے والا خواہ کتنے ہی مصائب آجائیں ان مصائب کے آنے

پر زیادہ گہرا تا نہیں کیونکہ اسکو یقین ہے کہ یہ مصیبت تقدیر میں لکھی ہوئی تھی جو ہر حال میں مجھے پہنچی تھی اور اس مصیبت کو پہنچنے والے میرے خالق اور مالک ہیں جو مجھ پر مہربان بھی ہیں اور حکیم بھی ہیں اس مصیبت کے اندر بھی انکی کوئی حکمت ضرور ہوگی اسلئے وہ صدمہ بہت جلد دور ہو جاتا ہے بخلاف تقدیر کو نہ ماننے والا ایسے موقعوں پر خود کشی وغیرہ میں یا کسی اور قدم اٹھانے میں مبتلا ہو جاتا ہے۔

دوسرا فائدہ: تقدیر پر ایمان رکھنے والا ناجائز اسباب کو اختیار کر کے مجرم نہیں بنتا کیونکہ اسکو یقین ہے ہونا تو وہی ہے جو میرے مقدر میں لکھا ہوا ہے پھر میں ناجائز اسباب اور ناجائز تدابیر اختیار کر کے اللہ تعالیٰ کا مجرم کیوں بنوں بخلاف تقدیر کو نہ ماننے والا بے دھڑک ناجائز تدابیر اور اسباب اختیار کرتا ہے۔

تیسرا فائدہ: تقدیر پر یقین رکھنے والا تکبر اور غرور اور خود پسندی میں مبتلا نہیں ہوتا وہ ڈرتا رہتا ہے نامعلوم مستقبل میں میری تقدیر میں کیا لکھا ہوا ہے اور یہ جو میری اچھی حالت ہے اس میں میرا ذاتی کوئی کمال نہیں یہ تو صرف اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقدر ہے بخلاف تقدیر کو نہ ماننے والا اچھی حالت میں عجب اور خود پسندی میں مبتلا ہو جاتا ہے اور خوبیوں کے موجود ہونے پر تکبر اور غرور میں مبتلا ہو جاتا ہے۔

چوتھا فائدہ: تقدیر پر ایمان رکھنے والا اسباب کے جمع ہونے پر اسباب پر فریفتہ نہیں ہوتا وہ سمجھتا ہے کوئی سبب اس وقت تک مؤثر نہیں ہو سکتا جب تک میری تقدیر میں نہ لکھا ہو اور رب العزت اثر نہ ڈالیں اور اسباب مہیا نہ ہونے پر مایوس نہیں ہوتا اور ہمت نہیں ہارتا وہ یقین رکھتا کہ ان تھوڑے اسباب میں بھی اللہ تعالیٰ اثر ڈال کر میرا کام بنا سکتے ہیں بخلاف تقدیر پر یقین نہ رکھنے والا زور دار اسباب کے جمع ہونے پر فریفتہ ہو جاتا ہے کیونکہ اسکی نظر اسباب پر ہوتی ہے تقدیر

پر نہیں اور اسباب مہیا نہ ہونے پر ہمت ہار کر مایوس ہو کر بیٹھ جاتا ہے اور کوشش بھی چھوڑ دیتا ہے

لوح و قلم

وَنُومِنُ بِاللُّوحِ وَالْقَلَمِ بِجَمِيعِ مَا فِيهِ فَلَمَّا اجْتَمَعَ الْخَلْقُ كُلُّهُمْ عَلَى شَيْءٍ
كَتَبَ اللَّهُ فِيهِ أَنَّهُ كَائِنٌ لِيَجْعَلُوهُ غَيْرَ كَائِنٍ لَمْ يَقْدِرُوا عَلَيْهِ، جَفَّ الْقَلَمُ بِمَا
هُوَ كَائِنٌ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ

وَمَا أَخْطَأَ الْعَبْدُ لَمْ يَكُنْ لِيُصِيبَهُ وَمَا أَصَابَهُ لَمْ يَكُنْ لِيُخْطِئَهُ وَعَلَى الْعَبْدَانِ يَعْلَمُ أَنَّ
اللَّهَ قَدْ سَبَقَ عِلْمَهُ فِي كُلِّ شَيْءٍ كَائِنٍ مِنْ خَلْقِهِ وَقَدْ ذَلِكَ بِمَشِيئَتِهِ
تَقْدِيرًا مُحْكَمًا مُبْرَمًا، لَيْسَ فِيهِ نَاقِضٌ وَلَا مُعَقَّبٌ وَلَا مُزِيلٌ وَلَا مُغَيِّرٌ وَلَا مُحَوِّلٌ
وَلَا آتِلٌ وَلَا تَالِضٌ مِنْ خَلْقِهِ فِي سَمَاوَاتِهِ وَأَرْضِهِ وَذَلِكَ مِنْ عَقْدِ الْإِيمَانِ
وَأَسْوَئِ الْمَعْرِفَةِ وَالْإِعْتِرَافِ بِتَوْحِيدِ اللَّهِ وَرَبُّوبِيَّتِهِ كَمَا قَالَ تَعَالَى فِي كِتَابِهِ
الْعَزِيزِ: ﴿وَوَخَّلَقَ كُلَّ شَيْءٍ فَلَئِنَّهُ تَقْدِيرًا﴾ وَقَالَ تَعَالَى: ﴿هُوَ كَانَ أَمْرُ اللَّهِ
فَلَمَّا مَقْلُورًا﴾ فَيُوَيْلُ لِمَنْ صَارَ لَهُ اللَّهُ فِي الْقَلْبِ حَصِيمًا، وَأَخْضَرَ لِلنَّظْرِ فِيهِ
قَلْبًا سَفِيمًا، لَقَدْ أَلَمَسَ بِهِمْ فِي مَحْضِ الْغَيْبِ سِرًّا كَيْتِيمًا وَعَادِبِمَا قَالَ فِيهِ
أَفَا كَأَيْتِيمًا.

ترجمہ: ہم لوح و قلم اور جو کچھ انہیں مرقوم ہے سب پر ایمان رکھتے ہیں پس اگر تمام
خلوق اس بات پر متفق ہو جائے کہ جو اللہ تعالیٰ نے لکھ دیا کہ وہ ہونے والا ہے تاکہ اسکو نہ ہونے
دیں تو اس پر قادر نہ ہونگے، اور جو کچھ قیامت تک ہونے والا ہے قلم اسکو تحریر کر کے خشک ہو چکی
ہے اور جو چیز بندے سے خطا کر جائے یعنی اسکو نہ پہنچے تو وہ اسکو کبھی پہنچنے والی نہ تھی اور جو چیز اسکو
پہنچی ہے وہ اس سے کبھی خطا کرنے والی نہ تھی اور بندے پر لازم ہے کہ اس بات کا یقین رکھے کہ

اللہ تعالیٰ کا علم اسکی مخلوق میں سے ہر موجود ہونے والی چیز سے متعلق پہلے ہی سے موجود ہے، اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کو اپنی مشیت کے ساتھ محکم اور قطعی تقدیر کے ساتھ ایک اندازے سے مقدر کیا ہے، جسکو کوئی توڑنے والا نہیں اور نہ اسکو کوئی پیچھے ہٹانے والا اور نہ کوئی زائل کرنے والا ہے اور نہ اسیں کوئی کسی قسم کا تغیر و تبدل کرنے والا ہے اور نہ اسکو کوئی پھیرنے والا ہے، اور نہ اسیں کوئی زیادتی اور کمی کرنے والا ہے اسکی ساوی اور راضی مخلوق میں سے کوئی بھی اسکی طاقت نہیں رکھتا، مذکورہ چیزیں ایمان کی بنیاد اور معرفت کے اصول اور اللہ تعالیٰ کی توحید اور اسکی ربوبیت کے اعتراف پر مشتمل ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان مبارک ہے اپنی کتاب عزیز میں، اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کو پیدا کیا اور اس نے اسکی تقدیر بنائی ہے نیز اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے، اللہ تعالیٰ کا امر تقدیر کے مطابق ہے، پس ہلاکت ہے اس شخص کے لئے جو تقدیر کے بارے میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ جھگڑنے والا بن گیا اور اسے تقدیر میں غور و فکر کرنے کیلئے اپنے بیمار دل کو معروف کیا اپنے وہم کے ساتھ غیب امور کی کرید میں ایک پوشیدہ اور مخفی راز کو تلاش کرنے کی کوشش کی اور جو بات اس نے اس بارے میں کہی اسکی وجہ سے وہ جھوٹ باندھنے والا گنہگار ثابت ہوا۔

تجزیہ عبارت :- مذکورہ عبارت میں امام طحاوی نے لوح محفوظ میں جو کچھ لکھا جا چکا ہے اسکو بیان کیا ہے کہ اسی لکھے ہوئے کے مطابق ہو رہا اور مخلوق میں سے کوئی بھی نہ اسکو بدل سکتا ہے اور نہ اسیں کی زیادتی کر سکتا ہے۔

تشریح

قوله: وَنُومِنُ بِاللُّوحِ وَالْقَلَمِ بِجَمِيعِ مَا فِيهِ فَلَمَّا قُلْنَا لَكُمْ فَلَمَّا اجْتَمَعَ الْخَلْقُ كُلُّهُمْ عَلَىٰ سِيءٍ كَتَبْنَا إِلَيْهِ أَنَّ كَاتِبِينَ لِيَجْعَلُوهُ غَيْرَ كَاتِبِينَ لَمْ يَقْبَلُوا عَلَيْهِ، جَفَّ الْقَلَمُ بِمَا هُوَ كَاتِبٌ إِلَىٰ يَوْمِ الْقِيَامَةِ

لوح و قلم پر ایمان ضروری ہے

یہاں سے بھی امام طحاویٰ تقدیر کے مسئلہ کو بیان کر رہے ہیں کہ ہم لوح و قلم پر ایمان رکھتے ہیں اور جو کچھ اس میں لکھا ہوا ہے اس پر بھی ایمان رکھتے ہیں۔

اور جو چیز لوح محفوظ میں لکھی ہوئی ہے کہ یہ ہو کر رہے گی اگر ساری مخلوق جمع ہو کر اسکو روکنا چاہے تو ساری مخلوق اسکو روکنے پر قادر نہ ہوگی۔

اسی طرح اگر تمام مخلوق جمع ہو جائے کہ جو کچھ اللہ تعالیٰ نے لوح محفوظ میں نہیں لکھا اسکو کر کے دکھائیں تو ساری مخلوق اس پر قادر نہ ہوگی اور جو کچھ قیامت تک ہونے والا ہے قلم اسکو تحریر کر کے خشک ہو چکا ہے۔

لوح و قلم سے کیا مراد ہے؟

لوح محفوظ سے وہ کتاب یا تختی مراد ہے جس میں تمام مخلوق کی تقدیریں لکھی ہوئی ہیں اور قلم سے مراد وہ قلم ہے جسکو اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمایا کہ اس کے ساتھ لوح محفوظ میں تمام کائنات کی تقدیریں تحریر فرمائیں۔

جیسا کہ علامہ ابن صامت بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضور اقدس ﷺ سے سنا آپ ﷺ فرماتے تھے کہ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے قلم کو پیدا فرمایا اور اس سے فرمایا کہ لکھ اس نے دریافت کیا یا اللہ میں کیا لکھوں اللہ تعالیٰ نے فرمایا قیامت کے قائم ہونے تک ہر چیز کی تقدیر لکھو۔

(رواہ ابوداؤد)

قوله: وَمَا أَحْطَا الْعَبْدُ لِمَ يَكُنْ لِيُصِيبَهُ وَمَا أَصَابَهُ لِمَ يَكُنْ لِيُخْطِئَهُ وَعَلَى الْعَبْدِ أَنْ يَعْلَمَ أَنَّ اللَّهَ قَدْ سَبَقَ عِلْمَهُ فِي كُلِّ شَيْءٍ كَاتِبِينَ مِنْ خَلْقِهِ وَقَدْ رَدَّ ذَلِكَ بِمَشِيئَتِهِ تَقْدِيرًا مُعْجَمًا مُبْتَرَمًا، لَيْسَ فِيهِ نَاقِضٌ وَلَا مُعَقَّبٌ وَلَا مُزِيلٌ وَلَا مُغَيِّرٌ وَلَا مُعْوَلٌ

وَلَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَلَا نَأْتِيهِ مِنْ خَلْقِهِ فِي سَمَائِهِ وَأَرْضِهِ

مسئلہ تقدیر کی مزید وضاحت

یہاں سے امام طحاویٰ مسئلہ تقدیر کی وضاحت کر رہے ہیں کہ جو چیز بندہ سے خطا کر جائے یعنی اسکو حاصل نہ ہو تو اس پر یقین رکھے کہ اس کو وہ کبھی بھی حاصل ہونے والی نہ تھی اور اسکی تقدیر میں لکھی ہوئی نہ تھی، اور جو چیز اسکو حاصل ہو جائے تو وہ اس سے کبھی خطا کرنے والی نہ تھی اسکو ضرور مل کر رہی تھی کیونکہ اسکی تقدیر میں لکھی ہوئی تھی، اسی کو ایک شاعر کہتا ہے:-

هَذَا قَضَى اللَّهُ كَأَنَّ لَمْ يَحَالَ

وَالشَّقِيُّ الْجَهُولُ مَنْ لَمْ يَحَالَ

اللہ تعالیٰ نے جو کچھ تقدیر میں لکھ دیا ہے وہ لامحالہ ہو کر رہے گا اور بد بخت جاہل ہے وہ انسان جو اپنے حال پر ملامت کرتا ہے۔

قوله: وَعَلَى الْعَبْدَانِ يَعْلَمُ الخ

یہاں سے امام طحاویٰ مسئلہ تقدیر کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ہر شخص کو یہ اعتقاد اور یقین رکھنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کا علم تمام مخلوق کے بارے میں پہلے ہی سے موجود ہے کیوں کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز کی تقدیر پہلے ہی سے لکھ چکے ہیں، جو نہایت محکم اور مضبوط ہے جسکو کوئی توڑنے والا نہیں اور نہ اسکو کوئی پیچھے ہٹانے والا ہے اور نہ اس تقدیر کو کوئی زائل کرنے والا ہے اور نہ اس میں کوئی کسی قسم کا تغیر و تبدل کرنے والا اور نہ اسکو کوئی پھیرنے والا ہے اور نہ اس میں کوئی زیادتی اور کمی کرنے والا ہے اسکی سادگی اور ارضی مخلوق میں سے کوئی بھی اسکی طاقت نہیں رکھتا،

امام طحاویٰ مسئلہ تقدیر کے ساتھ ساتھ معتزلہ کا بھی رد کر رہے ہیں جو اس کے قائل ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا علم ازلی نہیں یعنی اللہ پاک بندوں کے افعال کو نہیں جانتے ہاں جب بندے کوئی کام کر لیتے ہیں پھر اللہ تعالیٰ کو علم ہوتا ہے انکار دہ کرتے ہوئے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کو تمام مخلوق کے بارے میں علم

پہلے ہی سے ہے۔

قوله: وَذَلِكَ مِنْ عَقْدِ الْإِيمَانِ وَأُصُولِ الْمَعْرِفَةِ وَالْإِعْتِرَافِ بِتَوْحِيدِ اللَّهِ وَرَبُوبِيَّتِهِ كَمَا سَأَلَ تَعَالَى فِي كِتَابِهِ الْعَزِيزِ: «وَوَخَّلَقَ كُلَّ شَيْءٍ فَقَلْبَهُ تَقْدِيرًا وَكَوَقَالَ تَعَالَى: «وَوَكَّانَ أَمْرُ اللَّهِ قَدَرًا مَقْدُورًا» فَهَوِيَ لِمَنْ صَارَ لَهُ اللَّهُ فِي الْقَدْرِ حَصِينًا، وَأَحْضَرَ لِلنَّظَرِ فِيهِ قَلْبًا سَاقِيًا، لَقَدْ انْتَمَسَ بِهِمْ فِي مَحْضِ الْغَيْبِ سِرًّا كَيْفِيًّا وَعَادِيًّا قَالِ فِيهِ أَلَا كَأَنَّمَا

مسئلہ تقدیر اصول ایمان میں سے ہے

یہاں سے امام طحاوی ایمان بالقدر کی جو احکامات گزری ہیں انکی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ مذکورہ چیزیں ایمان کے عقائد اور معرفت کے اصول نیز اللہ تعالیٰ کی توحید اور انکی ربوبیت کا اعتراف کہلاتی ہیں جیسے رب العزت کا ارشاد ہے ”وَوَخَّلَقَ كُلَّ شَيْءٍ فَقَلْبَهُ تَقْدِيرًا“ کہ اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کو پیدا کیا ہے اور انکی خاص تقدیر شہرانی ہے اور دوسری جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے ”وَوَكَّانَ أَمْرُ اللَّهِ قَدَرًا مَقْدُورًا“ اللہ تعالیٰ کا حکم طے شدہ تقدیر کے مطابق ہے، آگے امام طحاوی اس شخص کے بارے جو تقدیر میں الجھنے سے باز نہ آئے فرمایا ایسے انسان کیلئے ہلاکت ہے جو تقدیر کے مسئلہ میں اللہ تعالیٰ کا مخالف بن گیا اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ جھگڑنے لگا اور وہ تقدیر میں غور و فکر کرنے کے لئے بیمار دل لے کر آیا اور وہ محض اپنے وہم کے ساتھ غیب کی تلک تائیموں میں غلطی چیزوں کو تلاش کرتا ہے اور جو اسنے باتیں کی ہیں انکی وجہ سے وہ جموٹا گنہگار ثابت ہوا۔

محمد امجد علی ہونا اللہ حمد

فاضل دارالعلوم فیصل آباد و فاضل عربی،

استاذ الحدیث جامعہ اسلامیہ عربیہ مدنی ٹاؤن غلام محمد آباد فیصل آباد پاکستان

عرش و کرسی

وَالْعَرْشُ وَالْكُرْسِيُّ حَقٌّ، وَهُوَ عَزَّوَجَلَّ مُسْتَفْنٍ عَنِ الْعَرْشِ وَمَادُونَهُ مُحِيطٌ بِكُلِّ شَيْءٍ وَبِمَا قَوْلُهُ، وَقَدْ أَعْجَزَ عَنِ الْإِحَاطَةِ خَلْقَهُ، وَنَقُولُ: إِنَّ اللَّهَ اتَّخَذَ إِبْرَاهِيمَ خَلِيلًا، وَكَلَّمَ مُوسَى تَكَلِيمًا، إِيْمَانًا وَتَضْيِيقًا وَتَسْلِيمًا

ترجمہ:۔ عرش اور کرسی برحق ہیں اور اللہ عزوجل عرش اور غیر عرش سے بے نیاز ہے اور وہ ہر چیز اور جو اسکے اوپر ہے اس پر احاطہ کرنے والا ہے اور اس نے مخلوق کو اپنا احاطہ کرنے سے عاجز کر دیا ہے۔

اور ہم کہتے ہیں اس بات پر ایمان رکھتے ہوئے اور اسکی تصدیق کرتے ہوئے اور اسکو مانتے ہوئے کہ اللہ تعالیٰ نے ابراہیمؑ کو اپنا خلیل بنایا اور حضرت موسیٰؑ سے ہم کلام ہوئے۔

تجزیہ عبارت:۔۔ مذکورہ عبارت میں صاحب کتاب نے اللہ تعالیٰ کے عرش اور کرسی کو بیان کیا ہے اور حضرت ابراہیمؑ کو خلیل اللہ ہونے کا اعزاز اور حضرت موسیٰؑ کو جو کلیم اللہ ہونے کا اعزاز ملا ہے اسکو بیان کیا ہے۔

تشریح

قوله: وَالْعَرْشُ وَالْكُرْسِيُّ حَقٌّ، وَهُوَ عَزَّوَجَلَّ مُسْتَفْنٍ عَنِ الْعَرْشِ وَمَادُونَهُ مُحِيطٌ بِكُلِّ شَيْءٍ وَبِمَا قَوْلُهُ، وَقَدْ أَعْجَزَ عَنِ الْإِحَاطَةِ خَلْقَهُ

عرش اور کرسی برحق ہیں اور اللہ عزوجل عرش اور مادون عرش سے مستغنی ہیں۔

عرش اور کرسی برحق ہیں

جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اسکا تذکرہ فرمایا ”ذُو الْعَرْشِ الْمَجِيدُ فَعَالُ لِمَا يُرِيدُ“ (سورۃ البروج آیت ۱۵ پارہ ۳۰) کہ عرش کا مالک بڑی شان والا ہے جو چاہتا ہے کر دیتا ہے۔

دوسری جگہ رب العزت کا ارشاد ہے

”اِنَّ لِلّٰهِ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ“ (سورۃ البقرہ آیت ۲۶ پارہ ۱۹)

کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ عرش عظیم کا مالک ہے،

تیسری جگہ رب العزت کا ارشاد ہے ”وَيَخْمِلُ عَرْشَ رَبِّكَ فَوْقَهُمْ يَوْمَئِذٍ لَمَّانِيَةً“

(سورۃ المائدہ آیت ۱۷ پارہ ۲۹)

کہ تیرے رب کے عرش کو اس دن آٹھ فرشتوں نے اٹھا رکھا ہوگا، اور حضور اقدس ﷺ کا ارشاد ہے کہ مجھے اجازت دی گئی کہ میں حاملین عرش فرشتوں کے بارے میں وضاحت کروں کہ انکے کندھوں اور کان کی لوؤں کے درمیان سات سات سو سال کی مسافت ہے (ابوداؤد)

ابن ابی حاتم میں ہے کہ کندھے اور کان کی لو کے درمیان اتنا فاصلہ ہے کہ پرندے سات سات سو سال تک اڑتے رہیں گے۔

اور کرسی کے بارے میں رب العزت کا ارشاد ہے

”وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ“ (سورۃ البقرہ آیت ۲۵۵ پارہ ۳)

کہ اسکی کرسی آسمانوں اور زمین کو وسیع ہے حضرت ابو ذرؓ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا جسکا مفہوم ہے کہ ساتوں آسمان اور ساتوں زمینیں اللہ تعالیٰ کی کرسی کے سامنے اسی طرح ہیں جس طرح بہت بڑے میدان کے درمیان انگوٹھی کا حلقہ رکھ دیا جائے اور کرسی سے عرش کی بڑائی بھی ایسی ہی جیسے بہت بڑے میدان میں انگوٹھی کا حلقہ ہو اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ ساتوں آسمان اور ساتوں زمینیں اللہ تعالیٰ کی کرسی کے سامنے اسی طرح ہیں جس طرح بہت بڑی تھال کے اندر سات درہم رکھ دیے جائیں (تفسیر مظہری)

قوله: مُسْتَعْفِنَ عَنِ الْقُرْشِ الْخ

اللہ تعالیٰ عرش سے مستغنی ہیں

لیکن اللہ تعالیٰ عرش اور کرسی اور اس سے کے علاوہ اشیاء سے مستغنی ہیں وہ انکے محتاج نہیں اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کا ہر جانب سے احاطہ کرنے والے ہیں، اور اللہ تعالیٰ تمام مخلوقات پر غالب ہیں جیسے رب العزت کا ارشاد ہے ”وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهِ“ (سورۃ الانعام آیت ۱۸ پارہ ۷)

اور وہ اپنے بندوں پر غالب ہے اور اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو اپنے احاطہ سے عاجز کر دیا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ وراء الوراہ ذات ہے اسکی عظمت اور بلندی اور قدرت تک کسی کی رسائی ہو ہی نہیں سکتی۔

قوله: وَنَقُولُ: إِنَّ اللَّهَ اتَّخَذَ إِبْرَاهِيمَ خَلِيلًا، وَكَلَّمَ مُوسَىٰ تَكَلِيمًا، إِيْمَانًا وَتَصَدِيقًا وَتَسْلِيمًا

صفات ابراہیم و موسیٰ اور جمہیہ فرقہ کا عقیدہ

یہاں سے امام طحاوی جمہیہ فرقہ کا رد فرما رہے ہیں جنکا عقیدہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ابراہیم کو اپنا خلیل نہیں بنایا کیونکہ غلت کمال محبت کا نام ہے جو جانمیں سے محبت کا تقاضا کرتی ہے اور محبت اور محبوب کے درمیان مناسبت کا ہونا ضروری ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ قدیم ہیں، اور ابراہیم مخلوق ہیں تو قدیم اور محدث کے درمیان کچھ مناسبت نہیں ہے تو ان میں محبت کیسے ہوگی، اسی طرح جمہیہ فرقہ نے اللہ تعالیٰ کا موسیٰ سے ہم کلام ہونے کا بھی انکار کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ قدیم ہیں اور موسیٰ مخلوق اور محدث ہیں تو قدیم اور مخلوق کے درمیان کچھ مناسبت نہیں تو ان میں کلام کیسے ہو سکتی ہے۔

جمہیہ فرقہ کا رد:- جمہیہ فرقہ کا رد قرآن بھی کرتا ہے کیونکہ رب العزت کا ارشاد ہے

”وَاتَّبَعَ مِلَّةَ إِبْرَاهِيمَ حَنِيفًا وَاتَّخَذَ اللَّهُ إِبْرَاهِيمَ خَلِيلًا“ (سورۃ النساء آیت ۱۲۵ پارہ ۵)

کہ اس نے اتباع کی دین ابراہیم کی جو ایک ہی طرف کا تھا اور اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم

کو ظلیل بنایا، اور حضرت موسیٰ کے بارے میں کرب العزت کا ارشاد ہے ”وَكَلَّمَ اللَّهُ مُوسَىٰ تَكْلِيمًا“ (سورۃ النساء آیت ۱۶۳ پارہ ۶)

اور اللہ تعالیٰ حضرت موسیٰ سے ہم کلام ہوئے، اور جہیہ کا رد حدیث مبارکہ بھی کر رہی ہے اور حدیث مبارکہ میں بھی حضرت ابراہیمؑ کا ظلیل اللہ ہونے کو بیان کیا گیا ہے جیسا کہ حضور اقدس ﷺ کا ارشاد ہے کہ مجھے اللہ نے ظلیل بنایا جیسا کہ اسے حضرت ابراہیمؑ کو ظلیل بنایا ہے نیز آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا اگر میں نے زمین والوں میں سے کسی کو ظلیل بنانا ہوتا تو حضرت ابوبکر صدیقؓ کو ظلیل بنانا لیکن میں تو اللہ کا ظلیل ہوں (رواہ مسلم)

علت اس کامل محبت کا نام ہے کہ انہیں محبت مستغرق ہو جائے باقی اللہ تعالیٰ کی محبت اور غلت کی کیفیت معلوم نہیں کہ وہ کس طرح ہے ”کَمَا يَلِيْقُ بِشَاهِبِهِ“ جس طرح اللہ تعالیٰ کے لائق ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کی دوسری صفات ”کَمَا يَلِيْقُ بِشَاهِبِهِ“ ہیں۔

امام طحاویؒ جہیہ فرقہ کا رد کرتے ہوئے فرماتے ہیں ہم تو اسکے قائل ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیمؑ کو ظلیل بنایا ہے اور اللہ تعالیٰ حضرت موسیٰ سے ہم کلام ہوئے ہیں اس پر ہمارا ایمان ہے ہم اسکی تصدیق کرتے ہیں اور اسکو تسلیم کرتے ہیں۔

وَنُؤْمِنُ بِالْمَلَائِكَةِ وَالنَّبِيِّينَ، وَالْكِتَابِ الْمُنزَلِ عَلَى الْمُرْسَلِينَ، وَنُشْهَدُ أَنَّهُمْ كَانُوا عَلَى الْحَقِّ الْمُبِينِ وَنَسْمِي أَهْلَ قِبَلِنَا مُسْلِمِينَ مَادَامُوا بِمَا جَاءَ بِهِ النَّبِيُّ ﷺ مُعْرِضِينَ، وَلَهُ بِكُلِّ مَقَالٍ وَأَخْبَرِ مُصَدِّقِينَ غَيْرِ مُكَلِّبِينَ .

وَلَا نَحْوُضُ فِي اللَّهِ وَلَا نَعَارِي فِي دِينِ اللَّهِ تَعَالَى وَلَا نَجَادِلُ فِي الْقُرْآنِ وَنَعْلَمُ أَنَّهُ كَلَامُ رَبِّ الْعَالَمِينَ، نَزَلَ بِهِ الرُّوحُ الْأَمِينُ فَعَلَّمَهُ سَيِّدُ الْمُرْسَلِينَ مُحَمَّدًا ﷺ وَصَحْبَهُ أَجْمَعِينَ وَكَلَامُ اللَّهِ تَعَالَى لَا يَسَاوِيهِ شَيْءٌ مِنْ كَلَامِ الْمَخْلُوقِينَ، وَلَا نَقُولُ بِخَلْقِ الْقُرْآنِ، وَلَا نَخَالِفُ جَمَاعَةَ الْمُسْلِمِينَ .

ترجمہ:- ہم فرشتوں اور انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام پر ایمان رکھتے ہیں اور ان کتابوں پر بھی ایمان رکھتے ہیں جو رسولوں پر نازل ہوئیں اور ہم گواہی دیتے ہیں کہ وہ واضح حق پر تھے اور ہم تمام اہل قبلہ کو مسلمان اور مومن سمجھتے ہیں جب تک کہ وہ حضور اقدس ﷺ کے لائے ہوئے دین کا اعتراف کریں اور آپ ﷺ کے ہر قول اور خبر کی تصدیق کریں تکذیب نہ کریں،

اور نہ ہم اللہ تعالیٰ کے بارے میں بحث کرتے ہیں اور نہ ہم اللہ تعالیٰ کے دین کے بارے میں شک کرتے ہیں اور نہ ہم قرآن پاک کے بارے میں جھگڑتے ہیں اور اس بات کا یقین رکھتے ہیں کہ وہ رب العالمین کا کلام ہے اسکو روح الامیں لے کر اترا ہے اور سید المرسلین حضرت محمد ﷺ کو اسکی تعلیم دی ہے وہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اور مخلوق کے کلام میں سے کوئی شی بھی اسکے برابر نہیں ہو سکتی اور ہم قرآن پاک کو مخلوق نہیں کہتے ہیں ہم مسلمانوں کی جماعت کی مخالفت نہیں کرتے۔

تجزیہ عبارت :- مذکورہ عبارت میں مصنف نے فرشتوں اور انبیاء علیہم السلام اور ان (انبیاء) پر جو آسمانی کتابیں اتریں اس پر ایمان لانے کا ذکر کیا ہے اور اہل قبلہ کے مسلمان اور مومن ہونے کا ذکر کیا ہے جبکہ وہ دین محمدی ﷺ کی تصدیق کرتے ہوں اور قرآن مجید کو رب العالمین کا کلام ہونے کو واضح کیا ہے اور اسکے مخلوق ہونے کی نفی کی ہے۔

تشریح

ملائکہ اور کتب منزلہ کا بیان

قوله: وَنُؤْمِنُ بِالْمَلَائِكَةِ وَالنَّبِيِّينَ، وَالْكِتَابِ الْمُنزَلِ عَلَى الْمُرْسَلِينَ، وَنَشْهَدُ أَنَّهُمْ كَانُوا عَلَى الْحَقِّ الْمُبِينِ

فلا سفہ اور اہل بدعت کا نظریہ :- فلا سفہ اور اہل بدعت، فرشتوں اور رسولوں اور انکی

آسمانی کتابوں پر ایمان نہیں رکھتے اور فرشتوں اور انبیاء اور آسمانی کتابوں کا انکار کرتے ہیں۔

اہلسنت والجماعت کا عقیدہ: فرشتے ایک خاص نوع کے اللہ تعالیٰ کے بندے ہیں جو فطری طور پر اللہ تعالیٰ کے حکم پر پورا عمل کرتے ہیں اور یہ خیر اور اطاعت پر پیدا کیے گئے ہیں شر اور مصیبت کی انکے اعدا و صلاحیت ہی نہیں، یہ نور سے پیدا کیے ہیں اور ہماری نظروں سے غائب ہیں اور یہ نہ مرد ہیں اور نہ عورت ہیں اور ان میں تو والد اور تاسل کا سلسلہ نہیں ہوتا، ان میں سے بعض فرشتے پہاڑوں پر بعض بادلوں پر، بعض بارش پر مقرر ہیں بعض اعمال کفنے پر بعض قبر میں سوال و جواب پر، نیز مختلف کاموں پر فرشتے مامور ہیں اور جن کاموں پر اللہ تعالیٰ نے انہیں مقرر کیا ہے انہی میں گئے رہتے ہیں اور زرہ برابر بھی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہیں کرتے جیسے رب العزت کا ارشاد ہے "لَا يَفْضُونَ اللَّهَ مَا أَمَرَهُمْ وَيَقْعَلُونَ مَا يُؤْمَرُونَ"

(سورہ الاحقاف آیت ۶ پارہ ۲)

وہ فرشتے نافرمانی نہیں کرتے اللہ تعالیٰ کی جو حکم دیں، اور وہی کرتے ہیں جو انکو حکم دیا جاتا ہے، ان فرشتوں کی گفتی کو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا، لیکن اتنی بات معلوم ہے کہ فرشتے بہت سے ہیں اور ان میں سے چار مقرب فرشتے اور مشہور ہیں (۱) حضرت جبرائیلؑ، جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی اور آسمانی کتابیں اور احکام پیغمبروں کے پاس لاتے تھے (۲) حضرت اسرافیلؑ، جو قیامت میں صور پھونکیں گے (۳) حضرت میکائیلؑ جو بارش برسانے اور مخلوق کو رزق پہنچانے کے کام پر مقرر ہیں (۴) حضرت عزرائیلؑ جو مخلوق کی جان نکالنے پر مقرر ہیں۔

قوله والنبيين، والكتب المنزلة الخ

فلا سفہ اور اہل بدعت کا رد

یہاں سے امام طحاویؒ فلا سفہ اور اہل بدعت جو انبیاء علیہم السلام اور آسمانی کتابوں کا انکار کرتے ہیں انکار کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ہم انبیاء پر ایمان رکھتے ہیں اور جو اللہ تعالیٰ نے آسمانی

کتابیں اتاری ہیں اس پر ایمان لاتے ہیں اور ہم کو اسی دیتے ہیں کہ انبیاءؑ واضح حق پر تھے۔

اور انبیاءؑ وہ مبارک ہستیاں ہوتیں ہیں جو اللہ تعالیٰ کے منتخب بندے اور انسان ہوتے ہیں اللہ تعالیٰ انہیں اپنے احکام بندوں تک پہنچانے کے لئے مبعوث فرماتے ہیں وہ سچے ہوتے ہیں اور کبھی ان سے جھوٹ اور گناہ سرزد نہیں ہوتا وہ بچپن ہی سے ولی کامل ہوتے ہیں اور انکی ولایت بمنزلہ سمندر کے ہوتی ہیں اور تمام لیلوں کی ولایت بمنزلہ قطرہ کے ہوتی ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کے احکام پورے پورے پہنچاتے ہیں اس میں کسی بیشی نہیں کرتے اور نہ ہی کسی حکم کو چھپاتے ہیں، البتہ رسول اور نبی میں تموڑے سا فرق ہے ”الرَّسُولُ بِنِعْمَةِ اللَّهِ تَعَالَىٰ إِلَى الْخَلْقِ لِتُبَلِّغَ الْأَحْكَامَ وَقَلْدَيْشْتَرَطُ فِيهِ الْكِتَابُ بِخِلَافِ النَّبِيِّ فَإِنَّهُ أَعْمٌ“

کہ رسول وہ انسان ہے جسکو اللہ تعالیٰ نے مخلوق کی طرف احکام شرعیہ پہنچانے کے لئے مبعوث فرمایا ہے اور اسکو نبی شریعت اور کتاب دی گئی ہو، بخلاف نبی کے اسے چاہے نئی شریعت اور کتاب دی گئی ہو یا نہ دی گئی ہو بلکہ وہ پہلی ہی شریعت اور کتاب کا تابع ہو۔

ان انبیاء علیہم السلام پر چھوٹی بڑی بہت سی کتابیں نازل ہوئیں مگر بڑی کتابیں چار ہیں (۱) توراہ حضرت موسیٰ علیہم السلام پر نازل ہوئی (۲) زبور حضرت داؤد علیہم السلام پر نازل ہوئی (۳) انجیل حضرت عیسیٰ علیہم السلام پر نازل ہوئی (۴) قرآن مجید ہمارے پیغمبر حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر نازل ہوا، لیکن صحیفوں کی تعداد معلوم نہیں البتہ اتنی بات معلوم ہے کہ کچھ صحیفے حضرت آدم علیہم السلام پر اور کچھ حضرت شیث علیہم السلام پر کچھ حضرت ابراہیم علیہم السلام پر نازل ہوئے انکے علاوہ اور بھی صحیفے ہیں جو بعض پیغمبروں پر نازل ہوئے، یہ سارے انبیاء علیہم السلام برحق نبی تھے ہم سب پر ایمان رکھتے ہیں کسی کے درمیان تفریق نہیں کرتے کہ بعض کو مانیں اور بعض کو نہ مانیں جیسے یہود وغیرہ نے کہا ”نؤمن ببعض و نکفر ببعض“ بلکہ ہم سب کو مانتے ہیں۔

قوله: وَنُسِمَىٰ أَهْلَ قَلْبِنَا مُسْلِمِينَ مُؤْمِنِينَ مَا دَامُوا بَاعًا جَاءَ بِهِ النَّبِيُّ

عَلَيْهِمْ سَعْتَرَيْنِ، وَلَهُ بِكُلِّ مَقَالٍ وَأَعْبَرِ مُصَلِّينَ غَيْرِ مُكَلِّبِينَ

اہل قبلہ مسلمان ہیں اور معتزلہ اور خوارج کا رد

معتزلہ اور خوارج کا مذہب یہ ہے کہ مرتکب کبیرہ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے البتہ معتزلہ کہتے ہیں اسلام سے تو خارج ہو گیا لیکن کفر میں داخل نہیں ہوا ان کے نزدیک ”منزلۃ بین منزلتین“ کہ اسلام اور کفر کے درمیان الٹکا ہوا ہے لیکن خوارج کہتے ہیں کہ مرتکب کبیرہ اسلام سے نکل کر کفر میں داخل ہو جاتا ہے۔

امام طحاویؒ ان دونوں فرقوں کا رد کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ہم تمام اہل قبلہ کو مسلمان اور مؤمن سمجھتے ہیں اہل قبلہ سے مراد وہ لوگ ہیں جو بیت اللہ کی طرف رخ کر کے نماز پڑھتے ہیں اور اسلام کے بدی ہیں اگرچہ وہ گنہگاروں اور اہل بدعت کے زمرہ میں شمار ہوتے ہیں لیکن کسی گناہ کی وجہ سے ہم انکو کافر نہیں کہتے جب تک وہ حضور اقدس ﷺ کے لائے ہوئے دین کو تسلیم کریں اور حضور اقدس ﷺ کے اقوال اور افعال کی تصدیق کریں۔

کیونکہ ایمان کی حقیقت محض تصدیق قلبی ہے، لہذا مؤمن اس وقت تک دائرہ اسلام سے خارج نہیں ہوگا جب تک تصدیق قلبی کی ضد یا منافی کامرتکب نہ ہو، محض غلبہ شہوت، یا حیثیت، یا عار، یا سستی کی بناء پر کبیرہ گناہ کا ارتکاب کر لینا، خاص کر کہ جب اس حال میں بھی عذاب الہی کا اسکو اندیشہ ہو، معافی کا امیدوار ہو اور توبہ کر لینے کا عزم رکھتا ہو یہ ساری باتیں تصدیق قلبی کے منافی نہیں ہیں ہاں اگر حلال یا خفیف سمجھ کر کبیرہ گناہ کا ارتکاب کرے تو یقیناً یہ کفر ہے۔

قوله: وَلَا نَخْوَضُ فِي اللَّهِ وَلَا نُمَارِي فِي دِينِ اللَّهِ تَعَالَى

اللہ تعالیٰ کی ذات کے بارے میں بحث کرنا ناجائز ہے

یہاں سے امام طحاویؒ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی ذات کے بارے میں بحث کرنا ناجائز نہیں ہے کیونکہ عقل

انسانی اللہ تعالیٰ کی ذات کو سمجھنے سے عاجز اور قاصر ہے، اس لئے حضرت امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں کہ کسی شخص کے لئے جائز نہیں کہ وہ اپنی طرف سے اللہ تعالیٰ کی ذات کے بارے میں کوئی کلمہ کہے بلکہ جس طرح اللہ تعالیٰ نے اپنا وصف بیان کیا ہے اسی کو دہرایا جائے، علامہ شبلیؒ کا قول ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات کے بارے میں بحث کرنا ادب کے منافی ہے، پھر امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ ہم اللہ تعالیٰ کی ذات کے بارے میں بحث نہیں کرتے ہم دین اسلام کے بارے میں کسی سے جھگڑتے نہیں یعنی ہم اہل حق کے سامنے باطل پرستوں اور بدعتیوں کے شبہات پیش نہیں کرتے ہیں کہ ہم اہل حق کو راہ حق سے پھیرنا چاہتے ہوں، اسلئے کہ انہیں راہ حق سے پھیرنا انکو باطل کی طرف بلانے اور حق کو غلط مطلق کرنے اور دین اسلام کو فاسد بنانے کے مترادف ہے۔

قوله: وَلَا تُجَادِلْ فِي الْقُرْآنِ وَتَعْلَمُ أَنَّ كَلَامَ رَبِّ الْعَالَمِينَ، نَزَلَ بِهِ الرُّوحُ الْأَمِينُ فَعَلَّمَهُ سَيِّدَ الْمُرْسَلِينَ مُحَمَّدًا صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَصَحْبَهُ أَجْمَعِينَ

قرآن پاک رب العالمین کا کلام ہے

یہاں سے امام محمدؒ فرماتے ہیں ہم قرآن پاک کے بارے میں جھگڑ نہیں کرنے جس طرح کہ بد دین اور کفار نے قرآن پاک کے بارے میں طرح طرح کی باتیں کہی ہیں بلکہ ہم تو اس بات کا یقین رکھتے ہیں کہ وہ رب العالمین کا کلام ہے جسکو روح الامین حضرت جبرائیلؑ اللہ تعالیٰ کی طرف سے لے کر نازل ہوئے ہیں اور حضرت جبرائیلؑ نے سید المرسلین حضرت محمدؐ کو اسکی تعلیم دی ہے جیسے رب العزت کا ارشاد ہے ”وَإِنَّهُ لَتَنْزِيلُ رَبِّ الْعَالَمِينَ نَزَلَ بِهِ الرُّوحُ الْأَمِينُ عَلَى قَلْبِكَ لِتَكُونَ مِنَ الْمُنذِرِينَ بِلِسَانٍ عَرَبِيٍّ مُبِينٍ وَإِنَّهُ لَفِي زُبُرِ الْأُولِينَ“ (سورۃ اشعراء آیت ۱۹۲ تا ۱۹۹)

اور یہ قرآن پاک اتارا ہوا ہے پروردگار عالم کا، اسکو لیکر اترا ہے فرشتہ امانت دار، اس نے تیرے دل پر اتارا ہے تاکہ ہوں آپ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لوگوں کو ڈرانے والے، فصیح عربی زبان میں ہے اور بے شک

یہ لکھا ہوا ہے پہلوں کی کتابوں میں،

قوله: وَكَلَامَ اللَّهِ تَعَالَى لَا يُسَاوِيهِ شَيْءٌ مِنْ كَلَامِ الْمَخْلُوقِينَ. وَلَا نَقُولُ بِخَلْقِ الْقُرْآنِ، وَلَا نَعْتَلِفُ جَمَاعَةَ الْمُسْلِمِينَ

کلام اللہ کے مساوی مخلوق کا کلام نہیں

یہ قرآن پاک اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اور مخلوق کا کلام اسکے برابر نہیں ہو سکتا جیسے رب العزت کا ارشاد ہے "قُلْ لَنْ يَجْتَمِعَ الْإِنْسُ وَالْجِنُّ عَلَىٰ أَنْ يَأْتُوا بِمِثْلِ هَذَا الْقُرْآنِ لَا يَأْتُونَ بِمِثْلِهِ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيرًا" (سورۃ بنی اسرائیل آیت ۸۸ پارہ ۱۵) آپ ﷺ کہہ دیجئے کہ اگر انسان اور جن اس بات پر مجتمع ہوں کہ اس قرآن جیسا بنا لائیں تو اس جیسا ہرگز نہ لائیں گے اگرچہ بعض بعض کے لئے مددگار بن جائیں،

دوسری جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے "أَمْ يَقُولُونَ الْفِتْرَةُ قُلْ فَاتُوا بَعْشَرَ سُورَةِ مِثْلِهِ مُفْتَرِينَ وَادْعُوا مَنِ اسْتَطَعْتُمْ مِنْ دُونِ اللَّهِ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ" (سورۃ صافات آیت ۱۳ پارہ ۱۲) کیا یہ کہتے ہیں کہ گمراہ لایا ہے تو قرآن کو، آپ ﷺ کہہ دیجئے تم بھی دس سورتیں اس جیسی گمراہ کر لے آؤ اور تم بلا جسکو تم بلا سکتے ہو اللہ کے سوا اگر تم سچے ہو،

تیسری جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے "وَإِنْ كُنْتُمْ فِي رَيْبٍ مِمَّا نَزَّلْنَا عَلَىٰ عَبْدِنَا فَأْتُوا بِسُورَةٍ مِثْلِهِ وَادْعُوا شُهَدَاءَكُمْ مِنْ دُونِ اللَّهِ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ" (سورۃ البقرہ آیت ۲۳ پارہ ۱) اگر تم شک میں ہو اس قرآن کے بارے میں جسکو ہم نے اپنے بندے پر نازل کیا تو تم لاؤ اس جیسی ایک سورت اور بلا لو اپنے حماقتوں کو اللہ کے سوا اگر تم سچے ہو،

لہذا نتیجہ یہ نکلا کہ قرآن پاک اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اللہ تعالیٰ کے کلام کے برابر کسی طرح مخلوق کا کلام نہیں ہو سکتا۔

قوله ولا نقولُ بِخَلْقِ الْقُرْآنِ اِلْح

خلق قرآن کا مسئلہ

معتزلہ کا مذہب :- یہ ہے کہ قرآن پاک مخلوق اور حادث ہے اور اللہ تعالیٰ کی کلام نفسی نہیں ہے بلکہ یہ اللہ تعالیٰ سے الگ ہے اور قرآن پاک اللہ تعالیٰ کی صفت ازلی نہیں ہے بلکہ حادث ہے،

اہلسنت والجماعت کا مذہب :- یہ ہے کہ قرآن پاک جو کلام نفسی ہے یہ اللہ تعالیٰ کی صفات ازلیہ میں سے ہے یہ کلام اللہ غیر مخلوق ہے اور یہ کلام نفسی حروف اور صوت سے مرکب نہیں ہے اور کلام الہی جسکو کلام نفسی کہا جاتا ہے وہ ثابت ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا متکلم ہونا اجمالاً اور تو اتر اعم الانبیاء ثابت ہے متکلم وہی ہے جو متصف بالکلام ہو لہذا اللہ تعالیٰ کلام نفسی قدیم سے متصف ہیں،

معتزلہ کی تردید :- امام طحاوی معتزلہ کی تردید کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ہم قرآن پاک کے بارے میں یہ نہیں کہتے کہ وہ مخلوق ہے جیسے معتزلہ کا عقیدہ ہے بلکہ قرآن پاک اللہ تعالیٰ کی صفت ہے اور قدیم ہے ہم مسلمانوں کی جماعت کی مخالفت بھی نہیں کرتے کیونکہ قرآن پاک کو مخلوق کہنا مسلمانوں کے اجماعی نظریے کے خلاف ہے کیونکہ اہلسنت والجماعت کا اجماعی عقیدہ ہے کہ قرآن پاک غیر مخلوق ہے اور اللہ تعالیٰ کی صفت ہے جو قدیم ہے لہذا اس اجماع کی مخالفت کرنا گمراہی ہے، باقی اہل سنت والجماعت اور معتزلہ کے درمیان خلق قرآن کے مسئلہ میں شدید اختلاف رہا ہے،

حضرت امام احمد بن حنبل کا معتزلہ سے مقابلہ :- حضرت امام احمد بن حنبل

کے دور میں اس مسئلہ نے خوب زور پکڑا اور نامون الرشید بادشاہ معتزلہ کا حامی تھا، حضرت امام احمد بن حنبلؒ نے معتزلہ کی زوردار مخالفت کی حتیٰ کہ نامون الرشید بادشاہ نے حضرت امام احمد بن حنبلؒ کو جیل میں قید کر دیا اور انکو روزانہ کوڑے لگائے جاتے تھے لیکن حضرت امام احمد بن حنبلؒ نے کوڑوں کے ڈر سے اپنے موقف میں ذرہ برابر بھی چلک پیدا نہیں کی حتیٰ کہ امام احمد بن حنبلؒ جیل میں شہید ہو گئے اور انکے جنازے میں ہزاروں انسان شریک تھے اور اس جنازے کو دیکھ کر بہت سے عیسائی مسلمان ہو گئے، حضرت امام احمد بن حنبلؒ کا استقلال ایسا تھا کہ امام احمد بن حنبلؒ کے ہونٹ نے کوڑے کھاتے کھاتے حرکت کی، پاس کھڑے ہوئے نے کہا کہ نامون الرشید کے لئے بددعا کر رہے ہیں، امام احمد بن حنبلؒ نے فرمایا کہ میں نامون الرشید کے لئے بددعا نہیں کر سکتا کیونکہ مجھے حضور اقدس ﷺ کا ادب مانع ہے کیونکہ نامون الرشید حضور اقدس ﷺ کے چچا حضرت عباسؓ کی اولاد میں سے تھا میں نے یہ دعا کی یا اللہ کوڑے لگتے ہوئے میری سترنگی نہ ہو تو اللہ تعالیٰ نے میری دعوتی کمر کے ساتھ چپکادی،

جب امام احمد بن حنبلؒ کا آخری وقت تھا تو آخری وقت میں بار بار یہ دعا فرما رہے تھے ”رحم اللہ ابوالہیثم“ کہ اللہ تعالیٰ ابوالہیثم پر رحم کرے، بیٹے نے پوچھا ابا جان ابوالہیثم کون ہے امام احمد بن حنبلؒ نے فرمایا یہ وہ ڈاکو تھا جس نے مجھے جیل میں کہا تھا اے امام احمد بن حنبلؒ میں ڈاکو ہوں لیکن کوڑوں کے ڈر سے میں نے کبھی ڈاکہ اور چوری نہیں چھوڑی آپ کوڑوں کے ڈر سے حق کو نہ چھوڑنا ورنہ سارے مسلمان پھسل جائیں گے اور معتزلہ کو غلبہ ہو جائے گا اور اللہ کے قرآن پر درجہ آئے گا اسکی بات نے میری ہمت اور حوصلہ کو مزید بڑھا دیا،

جب حضرت امام احمد بن حنبلؒ کی شہادت ہوئی کسی نے خواب میں دیکھا اور پوچھا اللہ تعالیٰ نے کیا معاملہ فرمایا تو امام احمد بن حنبلؒ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنے سامنے کھڑا کیا اور فرمایا اے احمد! میرے قرآن کی وجہ سے تجھے ہارا بیٹا گیا تمہاری کمر پر کوڑے برسائے گئے اب اسکے بدلے

میرے چہرہ انور کی زیارت تمہارے لیے ہمیشہ کے لیے حلال ہے، پھر امام احمد بن حنبلؒ نے پوچھا یا اللہ! آپ کا قرب کیسے حاصل ہو سکتا ہے رب العزت نے فرمایا ”تلاوة القرآن“ پوچھا سمجھ کر تلاوت سے یا بلا سمجھے بھی رب العزت نے فرمایا فہم او بلا فہم“ چاہے معانی مطالب کو سمجھ کر تلاوت کرے یا بغیر معانی مطالب سمجھے تلاوت کرے۔

وَلَا نَقُولُ لَا يَضُرُّمَعَ الْإِسْلَامَ ذَنْبٌ لِمَنْ عَمِلَهُ، وَنَرْجُو لِلْمُحْسِنِينَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ، وَلَا نَأْمَنُ عَلَيْهِمْ، وَلَا نَشْهَدُهُمْ بِالْحِنَةِ، وَنَسْتَغْفِرُ لِمُسِيئِهِمْ وَنَخَافُ عَلَيْهِمْ وَلَا نَقْطَعُهُمْ وَالْأَمْنُ وَالْإِيَّاسُ يَنْقَلَانِ عَنِ الْعِلَّةِ وَسَبِيلُ الْحَقِّ بَيْنَهُمَا لِأَهْلِ الْقِسْبَةِ، وَلَا يَخْرُجُ الْعَبْلَمِينَ الْإِيْمَانِ إِلَّا بِحُجُودٍ مَا أَدْخَلَهُ فِيهِ، وَالْإِيْمَانُ هُوَ الْإِفْرَارُ بِاللِّسَانِ وَالتَّصْدِيقُ بِالْحَنَانِ وَأَنْ جَمِيعَ مَا أَنْزَلَ اللَّهُ فِي الْقُرْآنِ، وَجَمِيعَ مَا صَحَّ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ مِنَ الشَّرْعِ وَالْبَيَانِ كُلِّهِ حَقٌّ، وَالْإِيْمَانُ وَاحِدٌ وَأَهْلُهُ فِي أَصْلِهِ سَوَاءٌ التَّضَافُلُ بَيْنَهُمْ بِالتَّقْوَى وَمُخَالَفَةِ الْهَوَى، وَالْمُؤْمِنُونَ كُلُّهُمْ أَوْلِيَاءُ الرَّحْمَنِ، وَأَكْرَمُهُمْ أَطْوَعُهُمْ وَاتَّبَعُهُمْ لِلْقُرْآنِ، وَالْإِيْمَانُ هُوَ الْإِيْمَانُ بِاللَّهِ وَمَلَائِكَتِهِ وَكُتُبِهِ وَرُسُلِهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ،

وَالْبُعْثُ بَعْدَ الْمَوْتِ، وَالْقَدَرِ خَيْرٌ وَشَرٌّ وَخُلُوهُ وَمَرْهٍ مِنَ اللَّهِ تَعَالَى وَنَحْنُ مُؤْمِنُونَ بِذَلِكَ كُلِّهِ وَلَا نَفْرِقُ بَيْنَ أَحَدٍ مِنْ رُسُلِهِ وَنُصَلِّيَهُمْ كُلَّهُمْ عَلَى مَا جَاءَ وَابِهِ .

ترجمہ:۔ اور ہم یہ بھی نہیں کہتے کہ اسلام کے ساتھ کوئی گناہ ضرر نہیں دیتا گناہ کرنے والے کے لئے اور ہم نیک کام کرنے والوں کے حق میں امید رکھتے ہیں (کہ اللہ تعالیٰ ان سے درگزر فرمائیں گے) لیکن انکے بارے ہم بے خوف بھی نہیں ہوتے اور نہ ہم انکے بارے میں جنت کی گواہی دیتے ہیں اور ہم بدکار مؤمنوں کیلئے مغفرت کی دعا کرتے ہیں اور ہم انکے بارے

میں (اللہ تعالیٰ کی گرفت کا) خوف کرتے ہیں اور ہم انکے بارے میں ناامید بھی نہیں ہوتے اور عذاب سے بے خوف ہونا اور رحمت خداوندی سے مایوس ہونا دونوں ہی انسان کو مصلحتِ اسلام سے خارج کر دیتے ہیں جبکہ اہل قبلہ کے لئے حق کاراستہ دونوں باتوں کے درمیان درمیان ہے اور بندہ ایمان سے خارج نہیں ہوتا مگر وہ اس بات کا انکار کر دے جس بات نے اسکو ایمان میں داخل کیا ہے۔

اور ایمان وہ اقرار باللسان اور تصدیق بالقلب کا نام ہے اور جو کچھ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں نازل کیا ہے اور جو کچھ حضور اقدس ﷺ سے امور شرع میں صحیح طریق سے ثابت ہے اور جو کچھ آپ ﷺ نے بیان فرمایا ہے وہ سب برحق ہے اور ایمان واحد یعنی بسیط ہے اور ایمان والے اصل ایمان میں برابر ہیں اور ان میں تفاوت تقویٰ اور خواہش نفسانی کی مخالفت کی بناء پر ہے۔

اور مؤمن سب رحمن کے اولیاء یعنی دوست ہیں اور ان میں سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو سب سے زیادہ اطاعت گزار ہو اور قرآن پاک کی سب سے زیادہ اتباع کرنے والا ہو، ایمان سے مراد اللہ تعالیٰ اور اسکے فرشتوں اور اسکی کتابوں اور اسکے رسولوں اور آخرت کے دن اور موت کے بعد اٹھائے جانے پر اور اسکی طرف سے اچھی اور بری تقدیر اور خوشگوار اور ناموافق تقدیر پر ایمان لانا ہے اور ہم ان سب پر ایمان رکھتے ہیں اور ہم اسکے رسولوں میں سے کسی کے درمیان تفریق نہیں کر سکتے اور ہم سب کی تصدیق کرتے ہیں جو دین و شریعت لائے ہیں۔

تجزیہ عبارت:۔۔ مذکورہ عبارت میں امام طحاوی نے فرقہ ہرجیہ اور فرقہ معتزلہ اور خوارج

کا رد کیا ہے، پھر ایمان کی تعریف کی ہے اور اس بات کو واضح کیا ہے کہ اصل ایمان میں سب مسلمان برابر ہیں ان میں تفاضل تقویٰ اور عدم تقویٰ کی بناء پر ہے اور اس بات کو بیان کیا ہے کہ سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جس میں زیادہ اطاعت اور زیادہ اتباع ہو اور آخر میں ایمان کی

مراد بیان کی ہے۔

تشریح

قوله: وَلَا نَقُولُ لَا يَضُرُّمَعَ الْإِسْلَامَ ذَنْبٌ لِمَنْ عَمِلَهُ

ایمان کے ساتھ گناہ مضر ہیں اور مرجیہ کا رد

مرجیہ کا مذہب یہ ہے کہ جس طرح کفر کے ہوتے ہوئے کوئی اطاعت مفید و مقبول نہیں اسی طرح ایمان یعنی تصدیق کے ہوتے ہوئے کوئی گناہ مضر نہیں اور اس پر کوئی سزا نہ ہوگی،

امام طحاوی انکار کرتے ہوئے فرماتے ہیں ہم یہ بھی نہیں کہتے کہ ایمان کے ساتھ کوئی گناہ مضر نہیں دیتا بلکہ گناہ مضر دیتا ہے کیونکہ قرآن وحدیث میں نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ وغیرہ طاعت ضروریہ کے چھوڑنے پر سخت وعیدیں وارد ہوئی ہیں، اسی طرح گناہوں کے ارتکاب کرنے والوں کے لیے قرآن وحدیث میں بہت سخت وعیدیں وارد ہوئی ہیں، اگر معصیت نقصان نہ دیتی ہوتی تو وعیدیں وارد نہ ہوتیں، حقیقت یہ ہے کہ مرجیہ کے مذہب پر حقائق ایمان، نیکی اور پاکبازی کا کوئی احترام باقی نہیں رہتا، بدکار اور فاسق لوگوں کے لئے اس مذہب نے گناہوں کا دروازہ کھول دیا ہے۔

قوله: وَنَرْجُو لِلْمُحْسِنِينَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ، وَلَا نَأْمَنُ عَلَيْهِمْ، وَلَا نَشْهَدُهُمْ بِالْجَنَّةِ، وَنَسْتَغْفِرُ لِمَسِيئِهِمْ وَنَخَافُ عَلَيْهِمْ وَلَا نَقْنَطُهُمْ وَالْأَمْنُ وَالْإِنْيَاسُ يَنْقَلَانِ عَنِ الْمِلَّةِ وَسَبِيلُ الْحَقِّ بَيْنَهُمَا لِأَهْلِ الْقِبْلَةِ، وَلَا يَخْرُجُ الْقَبْلِيُّ مِنَ الْإِيمَانِ إِلَّا بِجَحْدٍ وَمَا أَدْخَلَهُ فِيهِ

اعمال ایمان کا جزء نہیں اور معتزلہ اور خارجیہ کا مذہب اور انکار

یہاں سے امام طحاوی معتزلہ اور خارجیہ کا رد کر رہے ہیں معتزلہ اور خارجیہ کا مذہب یہ ہے کہ اعمال ایمان کا جزء ہیں اعمال کے بغیر ایمان حاصل نہیں ہو سکتا، اگر کسی شخص نے فرائض اور واجبات کو ترک کر دیا اور کبیرہ گناہ کا ارتکاب کر لیا تو دونوں فرقوں کے نزدیک وہ مؤمن نہیں رہا، پھر آگے انکا اختلاف ہے خوارج کہتے ہیں کہ مرتکب کبیرہ مؤمن نہیں رہا بلکہ کافر ہو گیا، معتزلہ کہتے ہیں کہ مرتکب کبیرہ ایمان سے تو خارج ہو گیا لیکن کافر نہیں ہوا یہ کفر و ایمان کے درمیان ایک مرتبہ مانتے ہیں۔

معتزلہ اور خوارج کا استدلال:۔ حدیث میں ہے ”لَا يَزْنِي الزَّانِي حِينَ يَزْنِي وَهُوَ مُؤْمِنٌ“ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کبیرہ گناہ کرنے سے آدمی ایمان سے نکل جاتا ہے۔

اہلسنت والجماعت کی طرف سے جوابات:۔ قرآن و حدیث کی نصوص سے صراحتاً یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ مرتکب کبیرہ ایمان سے خارج نہیں ہوتا اور صحابہؓ اور تابعینؒ کا بھی اس بات پر اجماع ہے کہ مرتکب کبیرہ ایمان سے خارج نہیں ہوتا، لہذا جس حدیث کا ظاہر اسکے خلاف ہو تو نصوص اور اجماع کے تقاضا سے ان میں تاویل کرنی پڑے گی،

جواب اول:۔ کہ زنا وغیرہ گناہ کے وقت کمال ایمان اور نور ایمان باقی نہیں رہتا، نفس ایمان کی نفی نہیں بلکہ اس حدیث پاک کے اندر کمال ایمان کی نفی ہے۔

جواب ثانی:۔ اس حدیث پاک میں نفی نفی کے معنی میں ہے اور نفی اور نفی فصیح عربی میں ایک دوسرے کی جگہ استعمال ہوتی رہتی ہیں تو حدیث کا مطلب ہوگا کہ مؤمن کو حالت ایمان میں زنا وغیرہ نہ کرنا چاہیے یعنی اسکی حالت ایمان ایسی بری حرکات سے مانع ہے۔

جواب ثالث:۔ یہ ایمان سے نکلنے کی وعید ان گناہ گاروں کے لئے ہے جو حلال سمجھ

کر ایسا گناہ کریں اور قرآن مجید کے حرام کردہ حکم کو حلال سمجھ کر کرنے والا واقعی کافر ہو جاتا ہے۔

جواب رابع: اس حدیث میں حالت ایمان سے نکلنے کا فیصلہ مال اور انجام کے خطرہ کے پیش نظر کیا گیا ہے، حدیث کا یہ مطلب نہیں کہ زنا کی وجہ سے ایمان سے نکل گیا بلکہ مطلب یہ ہے اگر اسکی ایسی حرکتیں جاری رہیں تو آئندہ اسکے کفر تک پہنچنے کا خطرہ ہے کیونکہ گناہوں میں یہ تاثیر ہے کہ گناہ کی وجہ سے مزید گناہ کی استعداد پیدا ہوتی ہے اگر کبائر پر توبہ نہ کی جائے تو کفر کی استعداد پیدا ہو جاتی ہے۔

اہلسنت والجماعت کا مذہب: یہ ہے کہ اعمال ایمان کا جز نہیں ہیں البتہ طاعات کرنے اور معاصی سے بچنے کی اشد ضرورت ہے، اگر طاعات ضروریہ نہ کی جائیں اور معاصی کا ارتکاب کیا جائے تو ایمان کمزور ہو جاتا ہے اسکے دخول فی النار کا خدشہ ہے مرتکب کبیرہ اہلسنت والجماعت کے نزدیک ایمان سے خارج تو نہیں ہوتا البتہ فاسق ہے لیکن مخلد فی النار نہ ہوگا۔

اہلسنت والجماعت کے دلائل اور ضمناً معترکہ اور خوارج کی تردید

دلیل اول: قرآن مجید میں مرتکب کبیرہ کو ایمان کے ساتھ خطاب کر کے توبہ کرنے کا حکم دیا ہے جیسے رب العزت کا ارشاد ہے "يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّبِعُوا لِي لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ" (سورۃ تہیم آیت ۸ پارہ ۲۷)

یہاں مرتکب معاصی کو "الَّذِينَ آمَنُوا" کہا گیا تو معلوم ہوا معاصی کے ارتکاب کی وجہ سے آدمی ایمان سے خارج نہیں ہوتا۔

دلیل ثانی: قرآن مجید نے مرتکب کبیرہ پر ایمان کا اطلاق کیا ہے مثلاً فرمایا "وَإِنَّ

طَائِفَتَانِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ اقْتَلَبَا فَاضِلُّهُمَا بِبَيْنِهِمَا" (سورۃ الحجرات آیت ۹ پارہ ۲۶)

اگر مومنین کے دو گروہ آپس میں لڑ پڑیں تو تم انکے درمیان صلح کرو اور، تو آپس میں قتال ایک معصیت ہے اسکے باوجود انکو مومن کہا ہے تو معلوم ہوا کبیرہ گناہ کے ارتکاب کی وجہ سے آدمی ایمان سے خارج نہیں ہوتا۔

دلیل ثالثہ: حضرت ابوذرؓ کی حدیث جسکا مفہوم یہ ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے

بشارت دی کہ جو "لا الہ الا اللہ" پڑھے اور اسی پر خاتمہ ہو جائے تو وہ جنت میں داخل ہوگا تو ابوذرؓ نے اس پر سوال کیا وان زنی وان سرق حضور اقدس ﷺ نے جواب دیا وان زنی وان سرق ابوذرؓ نے پھر پوچھا وان زنی وان سرق، تو حضور اقدس ﷺ نے پھر جواب دیا وان زنی وان سرق، تو حضرت ابوذرؓ نے پھر وہی کلمات لوائے وان زنی وان سرق تو حضور اقدس ﷺ نے پھر جواب دیا وان زنی وان سرق علی رغم النفي ابی ذؤ (مکھوہ شریف) یہ حدیث واضح دلالت کرتی ہے کہ کبیرہ گناہ کے ارتکاب کی وجہ سے آدمی ایمان سے خارج نہیں ہوتا۔

دلیل رابعہ: عبارت بن صامت کی حدیث ہے جسکا مفہوم یہ ہے کہ

حضور اقدس ﷺ نے بعض کبیرہ گناہ کا تذکرہ کرنے کے بعد فرمایا کہ جو شخص ان کبائر میں سے کوئی گناہ کر لے اور اللہ تعالیٰ اسکی پردہ پوشی فرمائیں یعنی دنیا میں اسکو سزا نہ ملے اسکے بارے میں یہ ارشاد فرمایا "فَهُوَ أَلَى اللَّهِ إِنْ شَاءَ عَفَى عَنْهُ وَإِنْ شَاءَ عَاقَبَهُ" (مکھوہ شریف) یعنی مرتکب کبیرہ تحت المشیئة ہے خواہ اللہ تعالیٰ معاف کر دے خواہ سزا دے، تو معلوم ہوا کبیرہ گناہ کا ارتکاب کرنے والا ایمان سے خارج نہیں ہوتا اگر ایمان سے خارج ہوتا تو اسکی معافی کا سوال ہی نہ پیدا ہوتا اس قسم کی سینکڑوں نصوص ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ مرتکب کبیرہ ایمان سے خارج نہیں ہوتا۔

قوله: وَتَرْجُوَ الْمُحْسِنِينَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ، وَلَا تَأْمَنُ عَلَيْهِمْ اِلْح

جنت اور دوزخ کا فیصلہ مشیت باری تعالیٰ پر موقوف ہے

امام طحاوی فرماتے ہیں کہ ہم تک کام کرنے والوں کے حق میں امید رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان سے درگزر فرمائیں گے لیکن انکے بارے میں ہم بے خوف بھی نہیں ہوتے اور نہ انکے لیے قطع طور پر جنت کی گواہی دیتے ہیں اور بدکار مومنوں کیلئے ہم مغفرت کی دعا کرتے ہیں اور ان پر اللہ تعالیٰ کی گرفت کا خوف بھی کرتے ہیں لیکن ہم انکو رحمت خداوندی سے بالکل مایوس بھی نہیں کرتے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کی پکڑ سے بالکل بے فکر ہو جانا اور اسکی رحمت سے مایوس ہو جانا یہ دونوں باتیں ہی انسان کو طرقت اسلام سے خارج کر دیتی ہیں جبکہ مسلمانوں کیلئے حق کا راستہ ان دونوں باتوں کے درمیان درمیان ہے جیسا کہ حدیث میں آتا ہے ”الْإِيمَانُ بَيْنَ الْخَوْفِ وَالرَّجَاءِ“ کہ ایمان خوف اور امید کے درمیان درمیان ہے۔

آگے امام طحاوی معتزلہ اور خارجیہ کا رد کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ بندہ اس وقت تک ایمان سے خارج نہیں ہوتا جب تک کہ وہ اس بات کا انکار نہ کر دے جس بات نے اسکو ایمان میں داخل کیا تھا یعنی ضروریات دین میں سے کسی بات کا انکار کر دے جسکے اقرار سے وہ ایمان میں داخل ہوا تھا اسی کے انکار سے ایمان سے خارج ہو جائیگا۔

قوله: وَالْإِيمَانُ هُوَ الْإِقْرَارُ بِاللِّسَانِ وَالتَّصْدِيقُ بِالْجَنَانِ وَأَنْ جَمِيعَ مَا نَزَلَ اللَّهُ فِي

الْقُرْآنِ، وَجَمِيعَ مَا صَحَّ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ: الشَّرْعَ وَالْبَيَانَ كَلِمَةً حَقًّا

یہاں سے امام طحاوی ایمان کی تعریف کر رہے ہیں کہ ایمان وہ اقرار باللسان اور تصدیق بالقلب کا نام ہے اور جو کچھ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں نازل کیا ہے اور جو کچھ حضور اقدس ﷺ سے امور شرع میں صحیح طریق ثابت ہے اور جو کچھ آپ ﷺ نے بیان فرمایا ہے وہ سب برحق ہے۔

تعريف ايمان میں اختلاف

مذہب اول: حضرت امام شافعی اور حضرت امام مالک اور حضرت امام احمد بن

حنبل اور جمہور محدثین کا مذہب یہ ہے کہ ایمان تین چیزوں کا نام ہے (۱) اقرار باللسان (۲) تصدیق بالقلب (۳) عمل بالارکان، تو ان حضرات کے نزدیک ایمان مرکب ہے

مذہب ثانی: حضرت امام ابوحنیفہ اور ان کے تبعین کا ہے کہ ایمان شرعی تصدیق

قلبی اور اقرار لسانی کا نام ہے تو امام ابوحنیفہ کے نزدیک ایمان کے دو جز ہیں لیکن اقرار لسانی اگر اہ کے وقت ساقط ہو جاتا ہے یہی مذہب ابو منصور ماتریدی کا ہے۔

مذہب ثالث: معتزلہ اور خوارج کا ہے ان کے نزدیک اعمال ایمان کا جز ہیں

اعمال کے بغیر ایمان حاصل نہیں ہو سکتا اگر کسی نے فرائض اور واجبات کو ترک کر دیا اور کبائر کا ارتکاب کیا تو معتزلہ اور خوارج دونوں کے نزدیک وہ ایمان سے خارج ہو گیا پھر انکا آپس میں اختلاف ہے، خوارج کہتے ہیں کہ مرتکب کبیرہ ایمان سے نکل کر کفر میں داخل ہو گیا، لیکن معتزلہ کہتے ہیں ایمان سے تو خارج ہو گیا لیکن کفر میں داخل نہیں ہوا کفر اور ایمان کے درمیان ایک مرتبہ مانتے ہیں۔

مذہب رابع: مرجیہ کا ہے کہ اعمال کا ایمان سے کوئی تعلق نہیں ایمان صرف

تصدیق کا نام ہے اور طاعات ایمان کے لئے کوئی ضروری نہیں اور ایمان کے ساتھ کوئی معصیت معسر نہیں جیسے کفر کے ساتھ کوئی نیکی نافع نہیں۔

مذہب خامس: کرامیہ کا ہے ان کے نزدیک ایمان صرف اقرار لسانی کا نام

ہے اگرچہ اقرار کرنے والا منافق ہی کیوں نہ ہو، جب اسے اقرار کر لیا تو وہ مسلمان اور مؤمن ہے لیکن

انکا مذہب مراحتہ باطل ہے کیونکہ تو اتر سے یہ بات ثابت ہے کہ کلمہ شہادت صرف زبان کے ساتھ پڑھنے سے مسلمان نہیں ہوتا جب تک دل سے تصدیق نہ کرے کیونکہ منافق بھی زبان سے کلمہ پڑھتے تھے لیکن قرآن نے انکو منوں کی صف میں شامل نہیں کیا بلکہ منافقوں کی صف میں شامل کیا ہے اور قرآن نے انکو اموی ایمان، کمان سے ایمان کی لٹی کی ہے جیسے قرآن پاک میں ہے ”وَمَنْ

النَّاسِ مَنْ يَخْرُجُ مِنْ بَيْتِهِ وَهُوَ مُسْلِمٌ، مَلُومٌ الْأَيْمِرِ وَمَا هُمْ بِمُؤْمِنِينَ“ (سورۃ بقرہ آیت ۸ پارہ ۱)

اور دوسری جگہ ہے ”وَالظَّالِمَةُ إِنَّ الْمُنَافِقِينَ لَكَاذِبُونَ“ (سورۃ منافقون آیت ۲۸ پارہ ۱۸)

قوله: وَالْإِيمَانُ وَاجِبٌ وَفِيهِ مَوَازٍ أَضِلُّهُ فِي أَضْلِهِ مَوَازٍ التَّفَاضُلُ بَيْنَهُمْ بِالتَّقْوَىٰ وَمُخَالَفَةُ الْهَوَىٰ، وَالْمُؤْمِنُونَ كُلُّهُمْ أَوْلِيَاءُ الرَّحْمَنِ، وَأَكْرَمَهُمْ أَطْوَعُهُمْ وَأَتْعَبَهُمْ لِلْقُرْآنِ

ایمان بسیط ہے مرکب نہیں

یہاں سے امام طحاوی فرماتے ہیں کہ ایمان واحد اور بسیط ہے اہل ایمان اصل ایمان میں برابر ہیں یعنی جن باتوں پر ایمان لانا ضروری ہے ان میں سب ایمان والے برابر ہیں اگرچہ کیفیت میں سب برابر نہیں ہیں، کیفیت کے اعتبار سے بعض کا ایمان بعض سے بڑھا ہوا ہے اسلئے امام رازی فرماتے ہیں اصل ایمان تو بسیط ہے کہ صرف تصدیق قلبی کا نام ہے کامل ایمان وہ ہے جس میں اعمال بھی داخل ہوں اعمال کی کمی بیشی کیوجہ سے کیفیت ایمان میں کمی بیشی ہوتی رہتی ہے۔

قوله: وَالتَّفَاضُلُ بَيْنَهُمْ بِالتَّقْوَىٰ الخ

نور ایمان اعمال سے بڑھتا ہے

یہاں سے امام طحاوی فرماتے ہیں کہ اصل ایمان میں سب ایمان والے برابر ہیں ان میں تفاضل اور تفاوت تقویٰ اور خواہش نفسانی کی مخالفت کی بناء پر ہے اور اذنی کے التزام کیوجہ سے ہے جسمیں تقویٰ اور خواہش نفس کی مخالفت اور اذنی کا التزام زیادہ پایا جائے گا اسکا نور ایمان

اور کیفیت ایمان بڑھا ہوا ہوگا اور جسمیں یہ چیزیں نہیں پائی جائیں گی اسکا نور ایمان مدہم اور کیفیت ایمان کمزور ہوگی اسلئے کیفیت ایمان اور نور ایمان بڑھانے کیلئے تقویٰ کا التزام اور خواہشات نفس کی مخالفت لازمی ہے۔

قوله: وَالْمُؤْمِنُونَ كُلُّهُمْ أَوْلِيَاءُ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

مؤمنین اولیاء الرحمن ہیں

یہاں سے امام طحاوی فرماتے ہیں کہ مؤمن سب رحمن کے دوست ہیں جیسے رب العزت کا ارشاد ہے

الْآيَاتُ الْاُولِيَاءِ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْۙ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ (سورۃ یونس آیت ۶۲ پارہ ۱۱)

خبردار بھگ جو لوگ اللہ تعالیٰ کے دوست ہیں نہ انکو کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ غم زدہ ہونگے،

اور دوسری جگہ ارشاد ہے ”اللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يُخْرِجُهُمْ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا اَوْلِيٰٓئُهُمُ الطَّاغُوْتُ يُخْرِجُوْنَهُمْ مِنَ النُّوْرِ اِلَى الظُّلُمٰتِ“

(سورہ البقرہ آیت ۲۵۷ پارہ ۳) اللہ تعالیٰ دوست ہیں ایمان والوں کے، نکالتا ہے انکو اندھیروں سے

روشنی کی طرف اور جو لوگ کافر ہیں انکے دوست شیاطین ہیں نکالتے ہیں انکو روشنی سے اندھیروں

کی طرف۔

لہذا ان آیات مبارکہ سے بھی ثابت ہوا کہ تمام مؤمن رحمن کے دوست ہیں اور اللہ تعالیٰ کے ہاں

سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو پرہیزگاری اور معرفت کی بناء پر زیادہ مطہج ہو اور جو زیادہ سے

زیادہ قرآن پاک کی اتباع کرنے والا ہو جیسے رب العزت کا ارشاد ہے

”اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ“ (سورہ الحجرات آیت ۱۳ پارہ ۲۶)

تم میں سے زیادہ عزت والا اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ ہے جو تم میں سے زیادہ پرہیزگار ہے،

اور جیسے حضور اقدس ﷺ کا ارشاد ہے جسکا مفہوم ہے کسی عربی کو عجمی پر اور کسی عجمی کو عربی پر اور کسی

سفید رنگ والے کو سیاہ رنگ والے پر اور کسی سیاہ رنگ والے کو سفید رنگ والے پر کوئی فضیلت

نہیں ہاں وہ زیادہ فضیلت والا ہے جو زیادہ پرہیزگار ہے اور تمام لوگ حضرت آدمؑ کی اولاد میں اور آدمؑ مٹی سے بنے ہیں (مسند احمد)

لہذا نتیجہ یہ نکلا کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں عزت کا معیار فقیری اور مالداری نہیں بلکہ عزت کا معیار تقویٰ اور اتباع قرآن ہے۔

قوله: وَالْإِيمَانُ هُوَ الْإِيمَانُ بِاللَّهِ وَمَلَائِكَتِهِ وَكُتُبِهِ وَرُسُلِهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ

ایمانیات کا اجمالی تذکرہ

یہاں سے امام طحاویؒ ایمانیات کا ذکر کر رہے ہیں کہ جن پر ایمان لانا ضروری ہے کہ ایمان سے مراد اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات پر ایمان لانا اور اسکی کتابوں اور اسکے رسولوں اور آخرت کے دن اور مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونے پر ایمان لانا اور تقدیر پر ایمان لانا کہ اچھی اور بری اور تلخ اور شیریں سب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور ہم ان سب پر ایمان لاتے ہیں، اسی ایمان کو حدیث جبرائیل میں اسی تفصیل سے بیان کیا گیا ہے اور ایمان مفصل میں بھی اسی کا ذکر ہے ”أَمَنْتُ بِاللَّهِ وَمَلَائِكَتِهِ وَكُتُبِهِ وَرُسُلِهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَالْقَدْرِ خَيْرِهِ وَشَرِّهِ مِنَ اللَّهِ تَعَالَى وَالْبَعْثِ بَعْدَ الْمَوْتِ“ (ماخوذ مسلم ج نمبر ۱، ص ۲۹)

قوله: وَلَا تَفْرُقْ بَيْنَ أَحَدٍ مِنْ رُسُلِهِ وَنُصَلِّ لَهُمْ كُلَّهُمْ عَلَى مَا جَاءَ وَابِهِ

سب رسولوں اور نبیوں پر ایمان لانا ضروری ہے

یہاں سے امام طحاویؒ فرماتے ہیں کہ ہم سب پیغمبروں اور رسولوں پر ایمان لاتے ہیں اور ہم اللہ کے رسولوں کے درمیان تفریق نہیں کرتے کہ بعض پر ایمان لائیں اور بعض کا انکار کر دیں یہود و نصاریٰ کی طرح نہیں ہیں جنہوں نے کہا تھا ”وَيَقُولُونَ نُوْمِنُ بِبَعْضٍ وَنُكْفِرُ بِبَعْضٍ وَيُرِيدُونَ أَنْ يَتَّخِذُوا بَيْنَ ذَلِكَ سَبِيلًا أُولَٰئِكَ هُمُ الْكٰفِرُونَ حَقًّا“ (سورۃ النساء آیت ۱۵۰، ۱۵۱ پارہ ۶)

اور یہ کہتے ہیں کہ ہم بعض پر ایمان لاتے ہیں اور بعض کا انکار کرتے ہیں اور یہ ایمان اور کفر کے درمیان ایک راستہ نکالنا چاہتے ہیں اور ایسے لوگ یقیناً کافر ہیں اور انبیاءؑ جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے دین اور شریعت لیکر آئے ہیں ہم اسکی تصدیق کرتے ہیں کہ اپنے اپنے زمانہ میں اسکی شریعت برحق تھی اور ان پر آسمانی کتابیں اور صحیفے اترے وہ لوگوں کی رشد و ہدایت کا ذریعہ تھے اور امتوں کے لئے اپنے اپنے پیغمبرؑ کی اتباع راہ نجات تھی لیکن حضور اقدس ﷺ کی نبوت آنے کے بعد پہلے انبیاءؑ کی شریعتیں منسوخ ہو گئیں اور اسکی آسمانی کتابیں بھی منسوخ ہو گئیں اب ساری انسانیت کے لئے راہ نجات صرف آپ ﷺ کی شریعت کی اتباع میں ہے۔

(وَأَهْلُ الْكِبَالِ مِنْ أُمَّةٍ مُحَمَّدٍ ﷺ فِي النَّارِ لَا يَخْلُدُونَ إِذْ أَمَاتُوا وَهُمْ مَوْجِدُونَ وَإِنْ لَمْ يَكُونُوا تَائِبِينَ، بَعْدَ أَنْ لَقُوا اللَّهَ عَارِفِينَ مُؤْمِنِينَ، وَهُمْ فِي مَشِيئِهِ وَحُكْمِهِ إِنْ شَاءَ غَفَرَ لَهُمْ وَعَفَا عَنْهُمْ بِفَضْلِهِ، كَمَا قَالَ اللَّهُ تَعَالَى فِي كِتَابِهِ الْعَزِيزِ "إِنَّ اللَّهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَلِكَ لِمَنْ يَشَاءُ"

وَأَنْ شَاءَ عَذَّبَهُمْ فِي النَّارِ بِقَدْرِ جَنَابَتِهِمْ بِعَذَابِهِ ثُمَّ يُخْرِجُهُمْ مِنْهَا بِرَحْمَتِهِ وَشَفَاعَةِ الشَّافِعِينَ مِنْ أَهْلِ طَاعَتِهِ ثُمَّ يَبْعَثُهُمْ إِلَى جَنَّتِهِ وَذَلِكَ بِأَنَّ اللَّهَ مَوْلَى أَهْلِ مَعْرِفَتِهِ وَكَمْ يَجْعَلُهُمْ فِي الدَّارَيْنِ كَأَهْلِ نَكَرَتِهِ الَّذِينَ خَابُوا مِنْ هِدَايَتِهِ وَكَمْ يَنَالُوا مِنْ وَلائِهِ.

اللَّهُمَّ يَا وَلِيَّ الْإِسْلَامِ وَأَهْلِهِ مَسْكُنًا بِالْإِسْلَامِ حَتَّى نَلْقَاكَ بِهِ)

ترجمہ: حضرت محمد ﷺ کی امت کے وہ لوگ جو کبیرہ گناہ کے مرتکب ہیں ہمیشہ جہنم میں نہیں رہیں گے جبکہ انکی موت تو حید پر ہوئی ہو اگرچہ انہوں نے کہاڑ سے توبہ بھی نہ کی ہو، البتہ انکی ملاقات اللہ تعالیٰ سے اس حال میں ہوئی کہ وہ اللہ تعالیٰ کو پہچاننے والے، تو حید کا یقین رکھنے والے تھے، ایسے لوگ اللہ تعالیٰ کی مشیت اور اسکے حکم کے تحت داخل ہیں اگر اللہ

تعالیٰ چاہیں تو انکو بخش دیں اور اپنے فضل کے ساتھ انکو معاف کر دیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب عزیز میں فرمایا ہے، بیشک اللہ تعالیٰ شرک کو معاف نہیں فرمائیں گے اسکے علاوہ جسکو چاہیں گے معاف فرمادیں گے، اگر اللہ تعالیٰ چاہیں تو اپنے عدل سے انکے گناہ کے اندازہ کے مطابق انکو جہنم میں عذاب دیں پھر انکو اپنی رحمت اور اطاعت گزاروں کی شفاعت سے جہنم سے نکال دیں پھر انہیں جنت میں بھیج دیں یہ اس لئے ہے کہ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کا دوست ہے جو اس کی معرفت رکھتے ہیں اور ایسے لوگوں کو اللہ تعالیٰ دونوں جہانوں میں ان لوگوں کی طرح نہیں بنائے گا جو اسکی معرفت نہیں رکھتے اور جو اسکی ہدایت حاصل کرنے سے نامراد رہے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی دوستی حاصل نہیں کر سکے۔

اے اللہ! آپ اسلام اور اہل اسلام کے دوست ہیں ہم کو اسلام پر مضبوط اور ثابت قدم رکھنا یہاں تک کہ ہم تجھ سے جا ملیں۔

تجزیہ عبارت :- مذکورہ بالا عبارت میں امام طحاویؒ معتزلہ اور خوارج کا رد کرتے ہوئے فرما رہے ہیں کہ کبیرہ گناہ کا مرتکب ابدالاباد جہنم میں نہیں رہے گا بشرطیکہ ایمان پر اسکی وفات ہوئی ہو، اور آخر میں صاحب کتاب نے موت تک اسلام پر ثابت قدمی کی دعا کی ہے۔

تشریح

قوله وَأَهْلُ الْكِبَائِرِ مِنْ أُمَّةٍ مُحَمَّدٍ ﷺ فِي النَّارِ لَا يَغْلُدُونَ إِذَا مَا تَوَّأَوْهُمْ
مُوتَحِلُونَ

مرتکب کبیرہ میں معتزلہ اور خوارج کا مذہب اور انکار

یہاں سے امام طحاویؒ معتزلہ اور خارجیہ کا رد کر رہے ہیں جو کہتے ہیں کہ مرتکب کبیرہ دائرہ اسلام سے نکل جاتا ہے اور اسکی سزا ابدالاباد جہنم ہے، پھر انکا آگے اختلاف ہے، معتزلہ کہتے ہیں کہ کبیرہ

گناہ کے ارتکاب کی وجہ سے اسلام سے تو نکل گیا لیکن کفر میں داخل نہیں ہوا، خوارج کہتے ہیں مرتکب کبیرہ اسلام سے نکل کر کفر میں داخل ہو گیا،

امام طحاوی انکار کرتے ہوئے فرماتے ہیں امت محمدیہ کے اہل کبار ہمیشہ دوزخ میں نہیں رکھے جائیں گے جب انکی موت توحید اور ایمان پر ہوئی ہو اگرچہ کبیرہ گناہ پر بغیر توبہ کے مرے ہوں، یہ مرتکب کبیرہ شرک کے علاوہ اللہ تعالیٰ کی مشیت اور حکم کے تحت داخل ہونگے اگر اللہ تعالیٰ چاہیں گے تو بغیر جہنم میں سزا دینے اپنے فضل اور کرم سے انکو معاف فرمادیں گے جیسے رب العزت کا ارشاد ہے "إِنَّ اللَّهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَلِكَ لِمَنْ يَشَاءُ"

(سورۃ النساء آیت ۴۸ پارہ ۵)

کہ اللہ تعالیٰ شرک کو معاف نہیں کریں گے شرک کے لئے جتنے بھی گناہ ہوں گے وہ معاف فرمادیں گے جن کے لئے چاہیں گے، اگر بغیر شرک کے ہوں تو یہ انکا فضل و کرم ہے اگر سزا دے کر معاف فرمائیں تو یہ اسکا عدل ہے۔

شرک شرعاً اور عقلاً معاف نہیں ہوگا

شرک سب سے بڑا گناہ اور جرم ہے یہ شریعت کی رو سے بھی معاف نہیں ہوگا جیسے رب العزت کا ارشاد ہے "إِنَّ اللَّهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُشْرَكَ بِهِ" اور شرک جیسے عظیم جرم کو عقلاً معاف کرنا بھی ممنوع ہے کیونکہ عقل کا تقاضا یہ ہے کہ اچھے اور برے اور نیک اور بد میں امتیاز ہو شرک اتنا بڑا جرم ہے جسکی اباحت اور جواز کا احتمال ہی نہیں اور اللہ تعالیٰ حکیم ہے تو شرک کو معاف کرنا تقاضائے حکمت اور تقاضائے عقل کے خلاف ہے، نیز شرک اپنے شرک کے حق ہونے کا اعتقاد رکھتا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ سے معافی اور مغفرت چاہتا ہی نہیں تو اسے معاف کرنا حکمت اور عقل کے بھی خلاف ہے۔

فائدہ: یہاں جو امام طحاوی نے والی الکبار میں لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ فرمایا اللہ تعالیٰ کی قید

اتفاق ہے احترازی نہیں ہے، یہ مطلب نہیں کہ امت محمدیہ ﷺ کے کبیرہ گناہ معاف ہو گئے باقی انبیاء کی امتوں کے کبیرہ گناہ معاف نہیں ہو گئے بلکہ جو ایمان کی حالت میں مرا ہو وہ جنت میں ضرور داخل ہوگا اگرچہ کبیرہ گناہ کا مرتکب کیوں نہ ہو جیسا کہ ایک حدیث کا مفہوم ہے کہ جہنم سے ان لوگوں کو بھی نکال لیا جائے گا جکے دلوں میں رائی کے دانے کے برابر بھی ایمان ہوگا (بخاری و مسلم)

قوله: وَإِنْ شَاءَ عَلَيْهِمْ فِي النَّارِ بِقَدْرِ جَنَاتِهِمْ بَعْدَ ذَلِكَ لَمْ يَخْرُجْهُمْ مِنْهَا بِرَحْمَتِهِ

مرتکب کبیرہ ہمیشہ جہنم میں نہیں رہیں گے

یہاں سے امام طحاوی فرماتے ہیں کہ مرتکب کبیرہ کو اگر اللہ تعالیٰ اسکے گناہ کے بقدر جہنم میں عذاب دے تو یہ اسکا عدل ہے لیکن مرتکب کبیرہ جہنم میں ہمیشہ نہیں رہیں گے بعض کو اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے جہنم سے نکال کر جنت میں پہنچادیں گے بعض کو حضور اقدس ﷺ کی شفاعت سے جہنم سے نکال کر جنت میں پہنچادیں گے، جیسے حضور اقدس ﷺ کا ارشاد ہے ”شفاعتی لاهل الکبائر من امتی“ کہ میری امت کے اہل کبائر کے حق میں میری شفاعت ہوگی اور بعض کو صلحاء اور اطاعت گزاروں کی شفاعت سے جہنم سے نکال کر جنت میں پہنچادیں گے، اور یہ اللہ تعالیٰ کی ساری رحمتیں اسلئے ہیں کہ اللہ تعالیٰ مولیٰ اور آقا اور دوست ہیں ان لوگوں کے جو اسکی معرفت رکھتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات پر یقین رکھتے ہیں مؤمنوں اور مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ دونوں جہانوں میں ان کافروں اور مشرکوں کی طرح نہیں بنائیں گے جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی معرفت ہی حاصل نہیں کی اور اللہ تعالیٰ کی ہدایت حاصل کرنے سے ناکام اور نامراد رہے اور اللہ تعالیٰ کی دوستی حاصل نہیں کر سکے۔

امام طحاوی کی دعا:۔ امام طحاوی نے معتزلہ اور خوارج کا رد کرنے اور اپنے مدعی کے اثبات کے بعد ایک زبردست دعا کی ہے جس میں تعلیم ہے کہ یہ اور اس جیسی دعا مانگنی چاہیے وہ

دعا یہ ہے ”اللَّهُمَّ يَا وَلِيَّ الْإِسْلَامِ وَأَهْلِهِ مَسْكِنًا بِالْإِسْلَامِ حَتَّى نَلْقَاكَ بِهِ“ اے اللہ! آپ اسلام اور اہل اسلام کے ولی اور متولی اور کارساز ہیں ہم کو اسلام پر مضبوط اور ثابت قدم رکھنا یہاں تک کہ ہم تجھ سے اسلام کی حالت میں ہی ملاقات کریں، اور یہ دعا درحقیقت اسی دعا کا کس ہے جو حضرت یوسف نے کی تھی ”رَبِّ لَقَدْ إِنبَغِينِي مِنَ الْمُلْكِ وَعَلَّمْتَنِي مَنْ تَأْوِيلُ الْأَحَادِيثِ فَاطِرَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ أَنْتَ وَلِيِّ الْإِنْسَانِ وَالْأَجْرَةِ تَوَلَّيْنِي مُسْلِمًا وَالْحَقِيقِي بِالصَّالِحِينَ“ (سورۃ یوسف آیت ۱۰۱ پارہ ۱۳)

اور اس دعا کا کس ہے جو جادوگر حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لائے تھے اور انہوں نے فرعون کے ظلم کرنے پر دعا مانگی تھی ”رَبَّنَا اغْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا وَتَوَلَّيْنَا مُسْلِمِينَ“ (سورۃ اعراف آیت ۱۲۶ پارہ ۹) وَتَرَى الْمُضَلُّوۃَ عَلَفَ كُلِّ بَرٍّ وَفَاجِرٍ مِنْ اَهْلِ الْقِبْلَةِ وَنُصَلِّيْ عَلٰی مَنْ مَاتَ مِنْهُمْ وَلَا نُنَزِّلُ اَحَدًا مِنْهُمْ جَنَّةً وَلَا نَارًا وَلَا نَشْهَدُ عَلَيْهِمْ بِكُفْرٍ وَلَا شِرْكَ وَلَا بَغْيًا مَّا لَمْ يَظْهَرْ مِنْهُمْ مِنْ ذٰلِكَ شَيْءٍ وَنَدْرُسُرُ اَبْرَاهِمَ اِلَى اللّٰهِ تَعَالٰی.

وَلَا تَرَى السَّيْفَ عَلٰی اَحَدٍ مِنْ اُمَّةٍ مَّحْمُودَةٍ وَلَا مِنْ وَجِبَ عَلَيْهِ السَّيْفُ. وَلَا تَرَى الْخُرُوجَ عَلٰی الْمُنْتَهَا، وَوَلَا اَمُورَ نَارًا وَجَارُوا وَلَا تَدْعُو عَلٰی اَحَدٍ مِنْهُمْ وَلَا تَنْزِعُ يَدَايِنَ طَاعِيَهُمْ وَتَرَى طَاعَتَهُمْ مِنْ طَاعَةِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ فَرِيضَةً، مَا لَمْ يَأْمُرُوا بِمَعْصِيَةِ وَتَدْعُو لَهُمْ بِالصَّلَاحِ وَالنُّجَاحِ وَالْمَعَالِفِ وَتَتَّبِعُ السُّنَّةَ وَالْجَمَاعَةَ وَتَجْتَبِ الشُّدُوذَ وَالْخِلَافَ وَالْفِرْقَةَ وَتَجْتَبِ اَهْلَ الْعَدْلِ وَالْاِمَانَةِ، وَتُبْهِضُ اَهْلَ الْجَوْرِ وَالْخِيَانَةِ، وَتَرَى الْمَسْحَ عَلٰی الْخَفِيِّ فِي السَّفَرِ وَالْحَضَرِ، كَمَا جَاءَ فِي الْاَثَرِ الْحَسَنِ وَالْجِهَادِ فَرَضَانَ مَا ضَيَّانَ مَعَ اَوْلٰى الْاَمْرِ مِنَ اُمَّةِ الْمُسْلِمِيْنَ بِرِهِمْ وَفَاجِرِهِمْ لَا يُبْطَلُهُمَا شَيْءٌ وَلَا يَنْقُضُهُمَا.

ترجمہ:- اور ہم اہل قبلہ میں سے ہر نیک اور بد کے پیچھے نماز پڑھنا جائز سمجھتے ہیں

اس طرح جو ان میں سے فوت ہو جائے اسکی نماز پڑھنا جائز سمجھتے ہیں اور ہم ان میں سے کسی کو قطعی طور پر جنتی اور دوزخی ہونے کا حکم نہیں لگاتے اور ہم ان پر کفر و شرک اور نفاق کی گواہی نہیں دیتے جب تک ان میں سے کسی سے اس قسم کی کوئی بھی ظاہر نہ ہو اور ہم انکے باطنی حالات کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کرتے ہیں۔

اور ہم حضرت محمد ﷺ کی امت کے کسی فرد پر تلوار چلانا جائز نہیں سمجھتے سوائے اس شخص کے جس پر چلانا واجب ہو چکا ہو۔

اور ہم اپنے ائمہ اور حکام کے خلاف بغاوت کرنا جائز نہیں سمجھتے اگرچہ وہ ظلم کرتے ہوں اور نہ ہی انکے خلاف بددعا کرتے ہیں اور نہ ہی انکی اطاعت سے ہاتھ کھینچتے ہیں اور ہم انکی اطاعت کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے مطابق فرض خیال کرتے ہیں جب تک کہ وہ کسی معصیت کا حکم نہ دیں اور ہم انکے لئے صلاحیت اور کامیابی اور عافیت کی دعا کرتے ہیں، ہم سنت اور جماعت کی اتباع کرتے ہیں اور ہم علیحدگی اور اختلاف اور فرقہ بندی سے اجتناب کرتے ہیں اور ہم اہل عدل اور اہل امانت سے محبت کرتے ہیں ظلم اور خیانت کرنے والوں سے بغض رکھتے ہیں،

اور ہم سفر و حضر میں موزوں پر سح کرنا جائز سمجھتے ہیں جیسا کہ حدیث میں آیا ہے، مسلمان حکام اور ائمہ کی معیت میں حج اور جہاد قیامت تک جاری رہنے والے فرائض ہیں خواہ حکام نیک ہوں یا فاسق، اس حج اور جہاد کو نہ کوئی چیز باطل کر سکتی ہے اور نہ ہی انکو توڑ سکتی ہے۔

تجزیہ عبارت :- مذکورہ عبارت میں امام طحاوی نے اہل قبلہ میں سے خواہ نیک ہو یا

فاجر اسکے پیچھے نماز پڑھنے اور اسکی نماز جنازہ پڑھنے کا ذکر کیا ہے اور ائمہ اور حکام کی اطاعت کرنے کا ذکر کیا ہے بشرطیکہ وہ معصیت کا حکم نہ دیں اور اہلسنت والجماعت کی اتباع اور موزوں پر سح کرنے کو ذکر کیا ہے اور حج اور جہاد کی فرضیت قیامت تک جاری رہے گی اسکو واضح کیا ہے

تشریح

قوله: وَتَرَى الْمَلَأَةَ خَلْفَ كُلِّ بَرٍّ وَفَاجِرٍ مِنْ أَهْلِ الْقِبْلَةِ، وَنُصِّلِي عَلَى مَنْ مَاتَ مِنْهُمْ

اہل قبلہ کے پیچھے نماز کا حکم

یہاں سے امام طحاوی فرماتے ہیں کہ ہم اہل قبلہ میں سے ہر نیک اور فاسق کے پیچھے نماز پڑھنا جائز سمجھتے ہیں بشرطیکہ اس کا عقیدہ درست ہو صرف عمل میں کوتاہی کرتا ہو جیسے حجاج بن یوسف ثقفی کی اقتدا میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ اور حضرت انس بن مالکؓ نماز ادا کیا کرتے تھے (رواہ البخاری)۔ حالانکہ حجاج بن یوسف ظالم اور فاسق انسان تھا، اور حضور اقدس ﷺ کا ارشاد ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ ائمہ تمہاری نمازوں کی امامت کرائیں گے اگر وہ درست ادا ہوگی کریں گے تو تمہاری اور انکی نمازیں درست ہوگی اور اگر انکی ادا ہوگی درست نہ ہوگی تو تمہاری نمازیں صحیح تصور ہوگی انکی نمازیں خراب ہوگی (رواہ البخاری)۔

ایسے امام کے پیچھے نماز پڑھنا درست ہے جو فاسق فاجر ہو بشرطیکہ اس کا عقیدہ صحیح ہو، اس طرح جو امام مقرر ہے اگرچہ فاسق ہی کیوں نہ ہو اسکے پیچھے جمعہ اور عیدین کی نماز درست ہے، اسی طرح عرفہ میں حج کا امام اسی قسم کا اگر ہو تو اسکی اقتدا میں ہی نماز ادا کی جائے گی، اسی طرح مستور الحال امام کے پیچھے نماز پڑھنا درست ہے اس سے یہ پوچھنے کی ضرورت نہیں کہ آپ کا عقیدہ کیسا ہے آپ کے اعمال کیسے ہیں سلف صالحین کا یہی مسلک ہے۔

اس طرح اہل قبلہ میں سے جو فوت ہو جائے اسکی نماز جنازہ پڑھنا درست ہے خواہ وہ فاسق و فاجر ہی کیوں نہ ہو بشرطیکہ اسکے نفاق کا یقین نہ ہو اگر اسکے کفر اور نفاق کا علم ہو پھر اسکی نماز جنازہ نہیں پڑھی جائے گی، جیسے حضرت حذیفہؓ کو حضور اقدس ﷺ نے منافقین کی فہرست بتائی تھی

حضرت عمر فاروقؓ اسکا جنازہ نہیں پڑھا کرتے تھے جسکا جنازہ حضرت حدیفہؓ نہیں پڑھتے تھے، اور جو مسلمان ہو خواہ فاسق و فاجر ہی کیوں نہ ہو اسکی نماز جنازہ بھی پڑھی جائے گی اور اسکے لیے مغفرت کی دعا بھی کی جائے گی جیسے رب العزت کا ارشاد ہے ”فَاعْلَمْ أَنَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْبِكَ وَلِلْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ“ (سورہ عمّٰت ۱۹ پارہ ۲۶)

پس جان لو کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور اپنے لیے گناہوں کی معافی مانگو اور مومن مرد اور عورتوں کے لیے بھی۔

قوله وَلَا تَنْزِيلُ أَحَدًا مِنْهُمْ جَنَّةً وَلَا نَارًا

کسی پر قطعی جنتی یا جہنمی کا حکم نہ لگایا جائے

یہاں سے امام طحاویؒ فرماتے ہیں کہ ہم اہل قبلہ میں سے کسی پر قطعی اور یقینی طور پر جنتی یا جہنمی ہونے کا حکم نہیں لگاتے اور نہ ان میں کسی کے کفر و شرک یا نفاق کی گواہی دیتے ہیں جب تک ان میں سے کسی کفر و شرک اور نفاق کا ظہور نہ ہو، باقی رہے اسکے باطنی حالات اور اسرار، انہیں ہم اللہ تعالیٰ کے سپرد کرتے ہیں ”نحنُ نحکم بالظواہر واللہ یعلم بالسرائر“ کہ ہم ظاہر کو دیکھ کر حکم لگائیں گے اور اسکے باطن میں کیا ہے یہ اللہ تعالیٰ ہی جانتے ہیں۔

امام طحاویؒ کی بات کا مقصود یہ ہے کہ ہم اہل قبلہ میں سے کسی انسان کے بارے میں قطعی اور یقینی حکم نہیں لگا سکتے کہ فلاں جنتی ہے اور فلاں جہنمی ہے، ہاں جسکے بارے میں نصوص قطعیہ سے معلوم ہو جائے کہ یہ جنتی ہے انہیں یقینی اور قطعی طور پر جنتی کہا جائے گا جیسے عشرہ مبشرہ صحابہ کرامؓ کے بارے میں حضور اقدس ﷺ نے لسان نبوت سے انکے جنتی ہونے کی خوشخبری دی ہے، اسی طرح جسکا جہنمی ہونا قطعی نصوص سے ثابت ہے انہیں بھی جہنمی کہا جائے گا جیسے ابولہب، ابو جہل، ابوطالب وغیرہ قرآن و حدیث کی نصوص سے انکی موت کفر پر ثابت ہے اور کسی معین شخص کے بارے میں توقف اختیار کیا جائے گا اسکے بارے میں حتمی طور پر جنتی یا جہنمی ہونے کا حکم نہیں لگایا جائے گا باقی اسکے

باطن میں کیا ہے اس پر بحث کرنے سے روکا گیا ہے۔

جیسے اللہ رب العزت کا ارشاد ہے ”وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ إِنَّ السَّمْعَ

وَالْبَصْرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ أُولَئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُولًا (سورۃ بنی اسرائیل آیت ۳۶ پارہ ۱۵)

اور جس چیز کا تجھے علم نہیں اسکے پیچھے مت پڑ کہ کان اور آنکھ اور دل ان سب اعضاء سے سوال ہوگا،

دوسری جگہ ارشاد ہے ”يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اجْتَنِبُوا كَثِيرًا مِّنَ الظَّنِّ إِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ إِثْمٌ

وَلَا تَجَسَّسُوا وَلَا يَغْتَبِ بَعْضُكُم بَعْضًا (سورۃ الحجرات آیت ۱۲ پارہ ۲۶)

اے ایمان والو! بعض بدگمانی سے بچ بے شک بعض بدگمانیاں گناہ ہیں اور تم جاسوسی نہ کرو

اور تمہارا بعض بعض کی غیبت نہ کرے۔

قوله وَلَا تَرَى السَّيْفَ عَلَى أَحَدٍ مِّنْ أُمَّةٍ مَّحَمَّدٌ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَجَبَ عَلَيْهِ السَّيْفُ أَخ

مسلمان کا قتل اور حکام کے خلاف بغاوت جائز نہیں

یہاں سے امام طحاوی فرماتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ کی امت کے کسی فرد پر تلوار چلانا اور قتل

کرنا جائز نہیں کیونکہ مسلمان کی جان، مال اور عزت اسلام کی وجہ سے محفوظ ہے سوائے اس شخص

کے جس پر تلوار واجب ہو چکی ہو کہ شریعت کی رو سے اسکو قتل کرنا جائز اور مباح ہو کہ شادی شدہ زنا

کرے اسکو رجم کیا جائے گا یا کسی مسلمان کو قتل کرے اسے قصاصاً قتل کیا جائے گا یا مرتد ہو جائے تو

اسکو قتل کیا جائے گا۔

اور اسی طرح ائمہ اور حکام وقت کے خلاف بغاوت کرنا جائز نہیں اگرچہ وہ ظالم ہی کیوں نہ ہو

اور انکے خلاف بددعا نہیں کی جائے گی بلکہ انکی اصلاح کی کوششیں اور دعائیں کی جائیں گی

اور انکی اطاعت سے ہاتھ نہیں کھینچا جائے گا بلکہ انکی اطاعت کی جائے گی، امام طحاوی فرماتے ہیں

کہ ہم ائمہ اور حکام وقت کی اطاعت کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی طرح فرض سمجھتے ہیں جب تک کہ وہ

کسی معصیت کا حکم نہ دیں اگر وہ کسی معصیت کا حکم دیں پھر انکی اطاعت ہرگز نہیں کی جائے

کی ”لَا طَاعَةَ لِمَخْلُوقٍ فِي مَعْصِيَةِ الْخَالِقِ“ کہ یہاں خالق کی نافرمانی ہو رہی ہو اس میں مخلوق کی اطاعت نہیں کی جائے گی اور ہم انکے بارے میں صلاحیت اور عافیت اور کامیابی کی دعا کریں گے اسی کو رب العزت نے اپنی مقدس کتاب میں اس انداز سے بیان فرمایا ہے ”يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ“ (سورۃ النساء آیت ۵۹ پارہ ۵)

اے ایمان والو! تم اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرو اور رسول ﷺ کی اطاعت کرو اور جو تم میں سے حاکم ہیں انکی بھی اطاعت کرو۔

اور اسی کو حدیث مبارکہ میں بیان کیا گیا ہے، حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضور اقدس ﷺ کا ارشاد ہے جسکا مفہوم یہ ہے کہ جس نے میری اطاعت کی اس نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی اور جو شخص امیر کی اطاعت کریگا اس نے میری اطاعت کی اور جو شخص امیر کی نافرمانی کریگا اس نے میری نافرمانی کی (بخاری و مسلم)

قوله: وَتَتَّبِعُ السُّنَّةَ وَالْجَمَاعَةَ وَتَجْتَنِبُ الشُّذُودَ وَالْخِلَافَ وَالْفِرْقَةَ وَتُحِبُّ أَهْلَ الْعَدْلِ وَالْأَمَانَةِ، وَتُبْغِضُ أَهْلَ الْجَوْرِ وَالْخِيَانَةِ

یہاں سے امام طحاویؒ فرماتے ہیں کہ ہم اہلسنت والجماعت کی اتباع کرتے ہیں اور ہم علیحدگی اور اختلاف اور فرقہ بندی سے اجتناب کرتے ہیں اور ہم اہل عدل اور اہل امانت سے محبت کرتے ہیں اور ظلم اور خیانت کرنے والوں سے بغض رکھتے ہیں۔

اہل سنت والجماعت کی وجہ تسمیہ اور تعارف

اہل سنت والجماعت یہ ماخوذ ہے حدیث پاک کے اس جملہ ”مَا اَنَا عَلَيْهِ وَاَصْحَابِي“ سے پوری حدیث یوں ہے عن عبد اللہ بن عمرؓ وَقَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ اِنْ بَنِي اِسْرَائِيلَ تَفَرَّقَتْ عَلٰی ثَلَاثِ مِلَّةٍ وَسَبْعِيْنَ مِلَّةً وَتَفْتَرِقُ اُمَّتِي عَلٰی ثَلَاثٍ وَسَبْعِيْنَ مِلَّةً كُلُّهُمْ فِي النَّارِ اِلَّا مِلَّةً وَاَحَدَةً قَالَ وَاَمِنْ هِيَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ مَا اَنَا عَلَيْهِ وَاَصْحَابِي (رواه الترمذی)

بنی اسرائیل بہتر فرقوں میں بٹ گئے میری امت بہتر فرقوں میں بے کی یہ سب جہنم میں ہو گئے سوائے ایک جماعت کے، صحابہؓ نے عرض کیا یہ (نجات پانے والی جماعت) کونسی ہے فرمایا وہ راستہ جس پر میں ہوں اور میرے صحابہؓ ہیں ”ما انا علیہ“ سے مراد حضور اقدس ﷺ کی سنت مطہرہ مراد ہے اور اصحابی سے مراد الجماعۃ ہے جس پر صحابہ کرامؓ نے اتفاق کیا ہو،

تو حاصل یہ نکلا کہ حضور اقدس ﷺ کی سنت مطہرہ اور جماعت صحابہؓ کے پیروکار وہ اہل سنت والجماعت ہیں یہ وہ مبارک طبقہ ہے جسکے عقائد و نظریات اور اصول بالکل وہی ہیں جو حضور اقدس ﷺ اور حضرات صحابہ کرامؓ کے توسط سے اگلوٹے ہیں اور کتاب اللہ اور سنت رسول ﷺ کا جو مطلب حضرات صحابہ کرامؓ نے پیش کیا ہے اسکو اپنے ظاہر پر رکھتے ہوئے تسلیم کیا ہے اس سے ذرہ برابر بھی انحراف نہیں کیا فلاسفہ اور معتزلہ کی طرح انہوں نے عقائد و نظریات میں ترمیم و تحریف اور غلط تاویلیں نہیں کی، چنانچہ محبوب سبحانی حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ اپنی کتاب غنیۃ الطالبین میں فرماتے ہیں مؤمن پر لازم ہے سنت اور جماعت کا اتباع کرنا، پس سنت وہ ہے جسکو حضور اقدس ﷺ نے مقرر فرمایا اور جماعت وہ جس پر خلفائے راشدین کی خلافت میں صحابہؓ نے اتفاق کیا ہو۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا ارشاد:- فرماتے ہیں جو شخص کسی طریقہ کی پیروی کرنا چاہے وہ فوت شدہ لوگوں کے طریقے کی پیروی کرے اس لیے کہ زندہ شخص فقہ سے محفوظ نہیں ہوتا، ”اَوَلَيْكَ اَصْحَابُ مُحَمَّدٍ ﷺ كَانُوا الْفَضْلَ هٰذِهِ الْاُمَّةِ اَبْرَءًا فُلُوْنَا وَ اَعَمَّقَهَا عَلَمًا وَاَقْلَهَا كَلْفًا اَخْتَارَهُمُ اللّٰهُ لِصُخْبَةِ نَبِيِّهِ وَاَقَامَةَ دِينِهِ فَاَعْرِفُوْا لَهُمْ فَضْلَهُمْ وَاتَّبِعُوْهُمْ عَلٰى اَثَرِهِمْ وَتَمَسَّكُوْا بِمَا اسْتَطَعْتُمْ مِنْ اَخْلَاقِهِمْ وَسَبِيْرِهِمْ فَاِنَّهُمْ كَانُوْا اَعْلٰى الْهُدٰى الْمُسْتَقِيْمِ (مکتوٰۃ شریف)

اور وہ جسکی پیروی کرنی چاہیے وہ حضرت محمد ﷺ کے اصحابؓ ہیں جو اس امت کے بہترین لوگ

تھے دلوں کے اعتبار سے انتہاء درجہ کے نیک، علم کے اعتبار سے کامل اور بہت کم تکلف کرنے والے، پسند کیا تھا انکو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کی صحبت کے لیے اور اپنے دین کو قائم کرنے کے لیے پس انکی بزرگی کو سمجھو اور انکے نقش قدم پر چلو اور جہاں تک ممکن ہو انکے عادات اور اخلاق کو اختیار کرو پس بے شک یہی لوگ صراط مستقیم پر قائم تھے۔

قوله: وَنُحِبُّ أَهْلَ الْعَدْلِ وَالْأَمَانَةِ الخ

اہل عدل اور اہل امانت سے محبت ایمان کامل کی علامت ہے

یہاں سے امام طحاوی فرماتے ہیں کہ ہم اہل عدل اور اہل امانت سے محبت کرتے ہیں ظلم اور خیانت کرنیوالوں سے بغض رکھتے ہیں یہ کمال درجہ کا ایمان اور کمال درجہ کی عبودیت ہے "أَلْحَبُّ لِلَّهِ وَالْبُغْضُ لِلَّهِ" کے تحت اگر کسی سے محبت ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کے لیے اور اگر کسی ظالم اور خائن سے بغض ہے وہ بھی اللہ تعالیٰ کے لیے، کہ جن عدل کرنے والے اور امانت داروں سے اللہ تعالیٰ کو محبت ہے ایمان والوں کو بھی ان سے محبت ہے اور جن ظلم کرنے والوں اور خیانت کرنے والوں اور فساد یوں سے اللہ تعالیٰ کو بغض اور دشمنی ہے تو ہم بھی اللہ تعالیٰ کی موافقت کرتے ہوئے ان سے دشمنی اور بغض رکھتے ہیں جیسا کہ حدیث پاک میں ہے "عَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَلْتٌ مَنْ كُنَّ فِيهِ وَجَدِيهَةٌ خَلَاوَةٌ الْإِيمَانِ مَنْ كَانَ اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِمَّا سِوَاهَا وَمَنْ أَحَبَّ عَبْدًا لَا يُحِبُّهُ إِلَّا لِلَّهِ وَمَنْ يَكْرَهُ أَنْ يَعُوذَ لِي الْكُفْرَ بَعْدَ أَنْ أَنْقَذَهُ اللَّهُ مِنْهُ كَمَا يَكْرَهُ أَنْ يُلْقَى فِي النَّارِ" (رواہ البخاری و مسلم)

کہ حضور اقدس ﷺ کا ارشاد ہے جسکا مفہوم یہ ہے کہ جس شخص میں تین چیزیں پائی جائیں وہ ایمان کی حلاوت کو پالے گا کہ جس شخص کو اللہ تعالیٰ اور اسکا رسول ﷺ انکے ماسوائے سے زیادہ محبوب ہو اور وہ شخص کہ اسکو کسی بندے سے محبت ہو تو وہ صرف اللہ تعالیٰ کیلئے محبت ہو اور وہ شخص جو کفر کی طرف جان بگاڑے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے نکالا ہو اسکو ایسے ہی ناپسند ہو جیسے آگ میں

ڈالا جانا اسکو تا پسند ہے۔

اس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ اہل عدل اور اہل امانت سے جو مؤمن کو محبت ہے وہ اللہ ہی کیلئے اور اسی سے ایمان مکمل ہوتا ہے۔

قوله: وَتَرَى الْمَسْحَ عَلَى الْخُفَّيْنِ فِي السَّفَرِ وَالْحَضَرِ، كَمَا جَاءَ فِي الْأَثَرِ

یہاں سے امام طحاوی فرماتے ہیں کہ ہم سفر اور حضر میں موزوں پر مسح کے جواز کے قائل ہیں جیسا کہ حدیث میں آیا ہے۔

اور امام طحاوی روافض اور خوارج کا رد کر رہے ہیں جو مسح علی الخفین کے قائل نہیں۔

مسح علی الخفین کا جواز

اہل سنت والجماعت کا اتفاق ہے کہ موزوں پر مسح کرنا جائز ہے، روافض کے ہاں عجیب بات ہے کہ انکے نزدیک ننگے پاؤں پر تو مسح جائز ہے لیکن انکے نزدیک موزوں پر مسح کرنا جائز نہیں، موزوں پر مسح کے بارے میں احادیث تو اتر کی حد تک پہنچی ہوئی ہیں،

حضرت حسن بصری فرماتے ہیں میں نے ستر صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کو موزوں پر مسح کا قائل پایا جن میں عشرہ مبشرہ بھی شامل ہیں، علامہ ابن عبد البر فرماتے ہیں کہ میں نہیں جانتا کہ سلف صالحین میں سے کسی نے مسح علی الخفین کا انکار کیا ہو۔

امام ابو حنیفہ فرماتے ہیں ”سَأَلْتُ بِالْمَسْحِ حَتَّى جَاءَ نَبِيٌّ مِثْلُ ضَوْءِ النَّهَارِ“ کہ میں اس وقت تک مسح علی الخفین کا قائل نہیں ہوا جب تک اس سلسلہ میرے سامنے روایات روز روشن کی طرح کھل کر سامنے نہیں آئیں حضرت امام ابو حنیفہ سے کسی نے سوال کیا کہ اہلسنت والجماعت میں سے ہونگی کیا علامت ہے تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا ”أَنَّ لِفَضْلِ الشَّيْخَيْنِ وَتُحِبُّ الْخُفَّيْنِ وَتَرَى الْمَسْحَ عَلَى الْخُفَّيْنِ“ کہ تو شیخین یعنی حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو تمام صحابہ پر فضیلت دے اور تو آپ ﷺ کے دونوں دامادوں یعنی

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے محبت کرے اور مسیح علیٰ النجین کو جائز سمجھے، امام کرختی فرماتے ہیں ”أَخَافُ الْكُفْرَ عَلَى مَنْ لَا يَرَى الْمَسِيحَ عَلَى النُّجَيْنِ“ کہ جو شخص مسیح علیٰ النجین کے جواز کا اعتقاد رکھے مجھے اسکے کافر ہونے کا خوف ہے کیونکہ مسیح علیٰ النجین کے جواز میں احادیث تو اتاری حد تک پہنچی ہوئی ہیں باقی مسیح علیٰ النجین کی احادیث کتب احادیث سے معلوم کی جاسکتی ہیں۔

قوله: الْحَجُّ وَالْجِهَادُ فَرَضَانِ مَا ضَيَّانَ مَعَ أَوْلَى الْأَمْرِ مِنَ ائِمَّةِ الْمُسْلِمِينَ بِرِوَاهِمْ وَفَاجِرِهِمْ لَا يَنْبَغُ لَهَا شَيْءٌ وَلَا يَنْقُضُهَا

حج اور جہاد کا بیان

امام طحاوی فرماتے ہیں کہ مسلمان حکام اور ائمہ کی معیت میں حج اور جہاد قیامت تک جاری رہنے والے فرائض ہیں خواہ وہ حکام نیک ہوں یا بد اسلئے حج اور جہاد کو کوئی چیز باطل نہیں کر سکتی اور نہ انکو توڑ سکتی ہے، یہاں جو فرمایا کہ اولوالامر خواہ نیک ہوں یا بد، اسکی وجہ یہ ہے کہ حج اور جہاد دونوں ایسے فرائض ہیں جو سفر سے تعلق رکھتے ہیں اسی وجہ سے ایسے حکام کی ضرورت ہے جو لوگوں کی صحیح راہ نمائی کر سکیں اور دشمنوں کا مقابلہ کر سکیں اور یہ کام جس طرح صالح اور متقی حاکم کے ساتھ پورا ہوتا ہے اسی طرح فاسق اور فاجر حاکم کے ساتھ بھی پورا ہو سکتا ہے۔

حج کا لغوی اور شرعی معنی

حج کا لغوی معنی ”القصْد“ یعنی قصد اور ارادہ کرنا اور اسکا شرعی معنی ”قَصْدُ بَيْتِ اللَّهِ فِي وَقْتٍ مُعَيَّنٍ بِشَرَايِطٍ مَخْصُوصَةٍ“ بعض نے یوں بیان کیا ہے ”زِيَارَةُ مَكَانٍ مَخْصُوصٍ فِي زَمَنِ مَخْصُوصٍ بِفِعْلِ مَخْصُوصٍ“ کہ مخصوص اوقات میں مخصوص افعال کے ساتھ بیت اللہ کی زیارت کرنا۔

حج علی الفور واجب ہے یا علی التراخی

حج ارکان اسلام میں سے ایک اہم رکن ہے حج کی فرضیت کتاب اللہ اور احادیث اور اجماع سے ثابت ہے، حج کی فرضیت پر پوری امت مسلمہ متفق ہے اسکی فرضیت کا منکر کافر ہے،

البتہ اس میں اختلاف ہے کہ حج علی الفور واجب ہے یا علی التراخی، حضرت امام محمدؒ اور حضرت امام شافعیؒ کے نزدیک حج واجب علی التراخی ہے حضرت امام مالکؒ، حضرت امام ابو یوسفؒ، حضرت امام احمد بن حنبلؒ اور حضرت امام ابو حنیفہؒ کی اصح روایت کے مطابق حج واجب علی الفور ہے،

واجب علی الفور کا مطلب یہ ہے کہ جس سال واجب حج کی شرائط پائی گئی ہیں اسی سال حج کرنا واجب ہے تاخیر کرنے کی وجہ سے ہمارا ہوگا،

واجب علی التراخی کا مطلب یہ ہے کہ اسی سال حج کرنا واجب نہیں پوری زندگی میں جب بھی کر لے جائز ہو جائے گا تاخیر کرنے کی وجہ سے گنہگار نہیں ہوگا، اس صورت میں اُسے چاہیے کہ وصیت کر کے جائے کہ میری طرف سے حج کیا جائے، لیکن اگر حج فرض ہونے کے بعد موخر کرنا رہا یہاں تک کہ موت آگئی اور اپنی زندگی میں حج نہ کر سکا تو بالاتفاق گناہ گار ہوگا،

اسی طرح حج فرض ہونے کے بعد تاخیر سے ادا کرے تو وہ حج ادا ہی ہوگا قضاء نہیں ہوگا لیکن جب حج فرض ہو جائے تو جلدی کرنی چاہیے ہو سکتا ہے کہ زندگی و فاقہ کرے اور احادیث مبارکہ میں جلدی کی ترغیب ہے ”عَنْ اَبْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَنْ اَرَادَ الْحَجَّ فَلْيَسْرِعْ“ (مشکوٰۃ شریف)

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص حج کا ارادہ کرے تو اسے چاہیے کہ وہ جلدی کرے،

حج کے فضائل

حج کے بے شمار فضائل ہیں اسلئے جب حج فرض ہو جائے تو جلدی کرنی چاہیے۔

(۱) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ حَجَّ لِلَّهِ فَلَمْ يَرُفْثْ وَلَمْ يَفْسُقْ رَجَعَ كَيَوْمِ وَلَدَتْهُ أُمُّهُ (رواه البخاري ومسلم)

کہ حضور اقدس صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کا ارشاد ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کے لئے حج کرے اس طرح کہ اس حج میں نہ رُفْث ہو یعنی نجس بات نہ ہو اور نہ فسق ہو یعنی حکم عدولی نہ کرے، وہ حج سے ایسا واپس لوٹے گا کہ جس طرح آج اسکو اسکی ماں نے جنا ہے یعنی گناہ سے پاک صاف،

(۲) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْحَجُّ الْمَبْرُورُ لَيْسَ لَهُ جَزَاءٌ إِلَّا الْجَنَّةُ (رواه البخاري ومسلم)

کہ حضور اقدس صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کا ارشاد ہے کہ نیکی والے حج کا بدلہ جنت کے سوا کچھ نہیں یعنی ایسے حج کا بدلہ جنت ہی ہے۔

(۳) عَنْ أَبِي مُوسَى رَفَعَهُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْحَاجُّ يَشْفَعُ لِي أَرْبَعٌ مِائَةً مِنْ أَهْلِ بَيْتٍ أَوْ قَالَ مِنْ أَهْلِ بَيْتِهِ وَيَخْرُجُ مِنْ ذُنُوبِهِ كَيَوْمِ وَلَدَتْهُ أُمُّهُ (رواه ابن ماجہ عن عائشة بنت ابی بکر ص ۱۰۸)

کہ حضور اقدس صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کا ارشاد ہے کہ حاجی کی سفارش چار سو گھرانوں میں مقبول ہوتی ہے یا یہ فرمایا کہ اسکے گھرانے میں سے چار سو آدمیوں کے بارے میں قبول ہوتی ہے اور حاجی اپنے گناہوں سے ایسا پاک ہو جاتا ہے جیسا کہ آج ہی اسکی ماں نے اسکو جنا ہے،

(۴) عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ مُسْلِمٍ يَلْتَمِسُ إِلَيْنِي مِنْ عَن يَمِينِهِ وَشِمَالِهِ مِنْ حَجَرٍ أَوْ شَجَرٍ أَوْ مَدْرٍ حَتَّى نَنْقَطِعَ الْأَرْضَ مِنْ هَهُنَا وَهَهُنَا (رواه الترمذی وابن ماجہ)

کہ حضور اقدس صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کا ارشاد ہے کہ حاجی جب بیک کہتا ہے تو اسکے ساتھ اسکے دائیں اور بائیں طرف جو پتھر، درخت یا ڈھیلے وغیرہ ہوتے ہیں وہ بھی بیک کہتے ہیں اور اس طرح زمین کے متعلق تک یہ سلسلہ چلتا ہے،

جہاد کی حقیقت

جہاد جہد سے مشتق ہے جسکے معنی ہیں مشقت اٹھانا اور طاقت سے زیادہ بوجھ لادنا، اور اصطلاح شریعت میں جہاد کا مفہوم کفار کے ساتھ لڑی جانے والی جنگ میں اپنی طاقت کو اعلائے کلمۃ اللہ اور دین کی سر بلندی کے لئے پانی کی طرح بہا دینا، اپنی طاقت خرچ کرنا خواہ جان پیش کرنے کے ذریعے ہو یا مالی امداد کے ذریعے ہو یا رائے اور تدابیر کے ذریعے ہو یا کسی طریقہ سے بھی اعلاء کلمۃ اللہ کیلئے دشمنان اسلام کے مقابلہ میں اسلامی لشکر کی معاونت و حمایت ہو،

اگر اعلاء کلمۃ اللہ مقصود نہ ہو بلکہ دنیا کا مال و دولت مقصود ہو یا اپنا نام و نمود مطلوب ہو یا شجاعت و مردانگی کا پرچار مقصود ہو یا وطن مقصود ہو تو شریعت میں وہ جہاد نہیں بلکہ ایک قسم کی جنگ ہے، چنانچہ سیدنا ابو موسیٰ اشعریؓ سے روایت ہے کہ دربار نبوت میں سوال کیا گیا کہ انسان کبھی اظہار شجاعت کے لئے جنگ لڑتا ہے اور کبھی قومی غیرت و حمیت کی بناء پر اور کبھی دنیاوی نمود اور شہرت کے لئے ان میں سے کوئی جنگ جہاد فی سبیل اللہ کا مصداق ہے دربار نبوت سے جواب آیا "مَنْ

قَاتَلَ لِحُكُومٍ كَلِمَةَ اللَّهِ هِيَ الْعُلَمَاءُ فَهُوَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ" (رواہ البخاری و مسلم)

کہ جو شخص اسلئے لڑتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا کلمہ بلند رہے پس وہ جہاد فی سبیل اللہ ہے۔

خاصہ :- یہ کہ مسلمانوں کا کفار سے محض خدا کا باغی ہونے کی وجہ سے لڑنا اور اسکے راستے

میں سرفروشی اور جان بازی کا نام جہاد ہے، بشرطیکہ وہ سرفروشی اور جان بازی محض اسلیجے ہو کہ اللہ تعالیٰ کا دین بلند ہو جائے اور اسکے احکام بے حرمتی سے محفوظ ہو جائیں اور دنیا کا کسی قسم کا نفع اور اپنی بہادری کا چرچا مقصود نہ ہو ایسی سرفروشی اور جان بازی کو جہاد کہتے ہیں۔

جہاد کا نصب العین

دنیا میں ہمیشہ خدا کا کلمہ بلند رہے اور خدا کی زمین پر اسکی توحید اور عظمت کا جھنڈا سر بلند رہے

اور خدا کے باغی کفار کا دعویٰ ہمیشہ سرنگوں رہے اور اللہ تعالیٰ کا دین دنیا میں حاکم بن کر رہے اور مسلمان امن و عافیت کے ساتھ خدا کی عبادت اور اطاعت کر سکیں اور کفار دین اسلام میں خلل اندازی نہ کر سکیں اور مسلمان عزت کے ساتھ زندگی بسر کر سکیں اور عدل و انصاف اور امانت و دیانت اور صداقت و شرافت کی حفاظت ہو جائے۔

جہاد کی دو قسمیں

(۱) دفاعی جہاد:- جہاد کی ایک قسم دفاع ہے جسکو دفاعی جہاد کہتے ہیں کہ اگر کفار تم پر ابتداء حملہ آور ہوں اور اسلامی مملکت کے خلاف جنگ شروع کر دیں اور مسلمانوں کی طرف سے جنگ کا اعلان کر دیا جائے تو اس صورت میں ہر مسلمان پر جہاد فرض عین ہوگا اور کفار کا مقابلہ کرنا اور جہاد میں شرکت کرنا اس شہر اور مملکت کے تمام باشندوں پر واجب ہوگا اور ایسے ہی ان لوگوں پر واجب ہوگا جو اس شہر یا مملکت کے قریب رہتے ہیں بشرطیکہ اس شہر یا مملکت کے رہنے والے اپنے شہر اور اپنے ملک کی حفاظت اور دشمنوں کا مقابلہ کرنے کے لئے کافی نہ ہوں، جہاد کی اس قسم کو اللہ جل شانہ نے اس آیت میں بیان فرمایا ہے ”وَقَاتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ الَّذِينَ يُقَاتِلُونَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوا إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِينَ“

اور تم قتال کرو اللہ تعالیٰ کے راستے میں ان لوگوں سے جو تم سے قتال کرتے ہیں اور زیادتی مت کرو بیشک اللہ تعالیٰ زیادتی کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا،

اور اگر اعلان جنگ نہ ہو اور اس علاقے والے کفار کے مقابلہ میں کافی ہوں تو پھر جہاد فرض کفایہ

ہے۔

اقدامی جہاد:- جہاد کی دوسری قسم اقدام ہے جسکو اقدامی جہاد کہتے ہیں یعنی جبکہ کفر کی قوت اور طاقت سے اسلام کی آزادی کو خطرہ ہو تو ایسی حالت میں اسلام مسلمانوں کو حکم دیتا ہے کہ تم

دشمنان اسلام پر جارحانہ اقدام کرو کیونکہ جب دشمنوں کی طرف سے خطرہ ہو تو احتیاط اور حفظ ما تقدم کا مقتضی یہی ہے کہ ان پر اقدام کیا جائے تاکہ اسلام اور مسلمان کفر اور شرک کے فتنہ سے محفوظ ہو جائیں اور بغیر کسی خوف و خطرہ کے امن و امان اور عافیت کے ساتھ اللہ رب العزت کے احکام کو بجالائیں اور کوئی قوت اور طاقت انکو انکے سچے دین سے نہ ہٹا سکے اور کوئی کفریہ طاقت قانون خداوندی کے اجر اور نفاذ میں رکاوٹ نہ بن سکے،

ایسے موقع پر عقل اور فراست اور سیاست کا یہی مقتضی ہے کہ خطرہ کو پیش آنے سے پہلے ہی ختم کر دیا جائے اس انتظار میں رہنا کہ جب خطرہ سر پر آجائے گا اس وقت مدافعت کریں گے یہ اعلیٰ درجے کی حماقت ہے جس طرح شیر اور چیتے کو حملہ کرنے سے قبل ہی ختم کر دینا اور کانٹے سے پہلے ہی سانپ اور چھو کا سر پکچل دینا ظلم نہیں بلکہ اعلیٰ درجے کا تدبیر اور انجام شناسی ہے، اسی طرح کفر اور شرک کا سراٹھنے سے پہلے ہی پکچل دینا اعلیٰ درجے کا تدبیر ہے،

جہاد کی اس قسم کو حق تعالیٰ شانہ نے اس آیت میں بیان فرمایا ہے ”وَلَا تَلَوْهُمُ حَتَّىٰ لَا تَكُونُوا فِتْنَةً وَيَكُفَرُوا بِاللَّهِ“ (سورۃ انفال آیت ۳۹ پارہ ۹)

کہ اے مسلمانوں! تم کفار سے جہاد و قتال کرو کہ کفر و شرک کا فتنہ باقی نہ رہے اور اللہ تعالیٰ کے دین کو پورا پورا غلبہ حاصل ہو جائے۔

جہاد کی پہلی مثال :- جہاد کی مثال اس طرح سمجھئے کہ جب کسی کے ہاتھ میں پھنسی یا پھوڑا نکل آئے تو پہلا درجہ مرہم کا ہے اسکے لگانے سے فاسد مادہ نکل جائے یا تحلیل ہو جائے، دوسرا شتر کا ہے شکاف دیا جائے، تیسرا درجہ یہ ہے کہ ڈاکٹر اس عضو کو کاٹ دے تاکہ دوسرے اعضاء مجھ اس ناسور سے متاثر نہ ہوں، ایسی صورت میں اگر ڈاکٹر کسی کا ہاتھ یا پاؤں کاٹ دے تو سب اسکے ممنون ہوتے ہیں اور اگر انقدر نذرانہ پیش کرتے ہیں اور اسکی مدح سرائی کرتے ہیں کہ ڈاکٹر نے اس کا عضو کاٹ کر باقی اعضاء کو گلے مڑنے سے بچالیا،

کوئی شخص بھی ڈاکٹر کے اس فعل کو وحشیانہ اور ظالمانہ فعل نہیں کہتا، اسی طرح روحانی اطباء انبیاء علیہم السلام اور ان کے تابعین کفر کے پھوڑے پر یہ اذلاء و عظم و نصیحت کا مرہم رکھتے ہیں اور اگر اس کا فائدہ نہ ہو بلکہ اسکے برعکس یہ خطرہ لاحق ہو جائے کہ یہ کفر کا مرض متعدی ہو کر دوسرے اہل ایمان کو بھی خراب کر دے گا تو جہاد و قتال کے ذریعے اس عضو کو کاٹ ڈالتے ہیں تاکہ باقی اعضاء اسکے ضرر سے محفوظ ہو جائیں اور یہ خبیث مادہ آگے نہ بڑھنے پائے۔

جہاد کی دوسری مثال :- اسکی دوسری مثال یوں سمجھئے کہ چوروں اور ڈاکوؤں کی سرکوبی حکومت کے انتظامات اور فرائض میں سے ہے اگر انکی سرکوبی نہ کی جائے تو نظام حکومت درہم برہم ہو جائے گا، اسی طرح جو لوگ دولت ایمان کے رہزن ہوں اور اس بات کے خواہشمند ہوں کہ معاذ اللہ، اہل حق کو بھی اپنے جیسا رہزن اور کافر بنا لیں اور اللہ تعالیٰ کے وفاداروں کی فہرست سے نام کٹوا کر باغیوں کی جماعت میں شامل ہو جائیں ایسے لوگوں سے بھی جہاد و قتال کرنا عین حکمت اور عین مصلحت ہوگا بلکہ فرض اور واجب ہوگا، اسی کو امام طحاوی فرماتے ہیں کہ حج اور جہاد قیامت تک جاری رہنے والے فرائض ہیں اولوالامر مسلمانوں کی رفاقت میں، اس حج اور جہاد کو نہ کوئی چیز باطل کر سکتی ہے اور نہ ہی انکو ختم کر سکتی ہے، یہاں سے امام طحاوی روافض کا بھی رد کرتے ہیں جو کہتے ہیں کہ جہاد فی سبیل اللہ نہیں ہے جب امام مہدی کا ظہور ہوگا اور آسمان سے ایک منادی کرنے والا منادی کریگا کہ تم اسکی اتباع کرو تو پھر جہاد ہوگا۔

وَتُؤْمِنُ بِالْكَرَامِ الْكَاتِبِينَ وَإِنَّ اللَّهَ قَدْ جَعَلَهُمْ حَافِظِينَ. وَتُؤْمِنُ بِمَلِكِ الْمَوْتِ
الْمُؤْتَكِّلِ بِقَبْضِ أَرْوَاحِ الْعَالَمِينَ، وَبِعَذَابِ الْقَبْرِ لِمَنْ كَانَ لَهُ أَهْلًا وَيَسْئَلِ
مُنْكَرٍ وَنَكِيرٍ لِلْمَيِّتِ فِي قَبْرِهِ عَنْ رَبِّهِ وَدِينِهِ وَنَبِيِّهِ عَلَى مَا جَاءَتْ بِهِ الْأَخْبَارُ عَنْ
رَسُولِ رَبِّهِ ﷺ، وَعَنِ الصَّحَابَةِ، وَالْقَبْرِ رَوْضَةً مِنْ رِيَاضِ الْجَنَّةِ أَوْ حُفْرَةً مِنْ
حُفْرِ النَّارِ، وَتُؤْمِنُ بِالْبَعْثِ وَبِجَزَاءِ الْأَعْمَالِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، وَالْعَرْضِ وَالْحِسَابِ

وَقَرَأَةِ الْكِتَابِ وَالْتَوَابِ وَالْعَقَابِ وَالصِّرَاطِ وَالْمِيزَانَ يُؤَزَّنُ بِهِ أَعْمَالُ الْمُؤْمِنِينَ
مِنَ الْخَيْرِ وَالشَّرِّ وَالطَّاعَةِ وَالْمَنْعِيَةِ.

ترجمہ :- اور ہم کراما کاتبین فرشتوں پر ایمان رکھتے ہیں اور بے شک اللہ تعالیٰ نے ان فرشتوں کو ہم پر محافظ و نگران بنایا ہے اور ہم ملک الموت پر ایمان رکھتے ہیں جس کو اللہ تعالیٰ نے تمام عالم کی ارواح قبض کرنے پر مقرر کیا ہے اور ہم عذاب قبر پر ایمان رکھتے ہیں اسکے لیے جو اسکے حق دار ہیں۔

اور ہم منکر کبیر کے سوال پر بھی ایمان رکھتے ہیں جو میت سے اسکی قبر میں اسکے رب کے بارے میں اور اسکے دین کے بارے میں اور اسکے نبی کے بارے میں کیا جائے گا جیسا کہ رسول اللہ ﷺ کی احادیث میں آیا ہے اور حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے ثابت ہے، اور قبر جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے یا دو ذرخ کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا ہے، اور ہم مرنے کے بعد دوبارہ اٹھائے جانے پر اور قیامت کے دن اعمال کی جزاء پر اور اعمال نامے پیش کیے جانے اور حساب پر اور اعمال نامے پڑھے جانے پر اور ثواب اور عذاب اور پل صراط پر ایمان رکھتے ہیں اور ہم میزان پر ایمان رکھتے ہیں جس پر مومنوں کے اعمال کا وزن کیا جائے گا خیر اور شر اور اطاعت اور معصیت میں سے،

تجزیہ عبارت :- مذکورہ عبارت میں امام طحاوی نے کراما کاتبین فرشتوں پر اور ملک الموت پر اور قبر میں منکر کبیر کے سوال پر ایمان لانے کا ذکر کیا ہے اور ساتھ ساتھ قبر جنت کا باشیچہ ہونا یا جنم کا گڑھا ہونا اور ایمان بحث بعد الموت اور جزائے اعمال اور نامہ اعمال کے پڑھے جانے اور میزان پر ایمان کا ذکر کیا ہے،

تشریح

قوله: وَتُؤْمِنُ بِالْكِرَامِ الْكَابِبِينَ

یہاں سے امام طحاوی فرماتے ہیں کہ ہم کرانا کاتبین فرشتوں پر ایمان رکھتے ہیں جنکو اللہ تعالیٰ نے ہم پر نگہبان بنایا ہے جو ہمارے اعمال کی حفاظت کرتے ہیں، ہر انسان کیساتھ دو فرشتے ہوتے ہیں ایک دائیں طرف ہوتا ہے جو اسکی نیکیاں لکھتا ہے اور ایک فرشتہ بائیں طرف ہوتا ہے جو اسکی برائیاں لکھتا ہے ان فرشتوں کو کرانا کاتبین کہا جاتا ہے،

اسکی تائید حضور اقدس ﷺ کے اس ارشاد سے بھی ہوتی ہے جسکا مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان فرشتوں سے فرماتا ہے کہ جب میرا بندہ برائی کا ارادہ کرے تو تم اسے نہ لکھو اگر برائی کر لے پھر لکھو اور جب میرا بندہ نیکی کا ارادہ کرے لیکن کرنے پائے تو اسکے نامہ اعمال میں نیکی لکھ دو اگر وہ نیکی کر لے تو ایک کی جگہ دس نیکیاں لکھ دو (راہ بخاری و مسلم)

دوسری حدیث کا مفہوم ہے کہ فرشتے عرض کرتے ہیں کہ یہ بندہ برائی کا ارادہ رکھتا ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ اس کو خوب جانتا ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اسکا انتظار کرو اگر برائی کرے تو ایک برائی لکھو اگر برائی کا ارادہ چھوڑ دے تو اس پر ایک نیکی لکھ دو کیونکہ اس نے برائی کو میری وجہ سے چھوڑا ہے (راہ بخاری و مسلم)

اسی کو رب العزت اپنی مقدس کتاب میں فرماتا ہے

”وَإِنَّ عَلَيْكُمْ لَحَافِظِينَ كِرَامًا كَابِبِينَ يَعْلَمُونَ مَا تَفْعَلُونَ“ (سورۃ الانفطار آیت ۱۰-۱۲ پارہ ۳۰)

اور تم پر نگہبان مقرر ہیں جو عزت والے عالی قدر ہیں (تمہاری باتوں کو) لکھنے والے ہیں وہ جانتے ہیں جو کچھ تم کرتے ہو،

دوسری جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے ”إِذْ يَتَلَقَى الْمُتَلَقِينَ عَنِ الْيَمِينِ وَعَنِ الشِّمَالِ قَعِيدًا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ إِلَّا لَدَيْهِ رَقِيبٌ عَتِيدٌ“ (سورۃ ق آیت ۱۷-۱۸ پارہ ۲۶)

(جب وہ کوئی کام کرتا ہے) تو دو لکھنے والے جو دائیں بائیں بیٹھے ہیں لکھ لیتے ہیں نہیں کوئی بولتا

کوئی بات زبان سے گمنا یک گمنا بان اسکے پاس تیار رہتا ہے،

تیسری جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے ”أَمْ يَحْسَبُونَ أَنَّا لَا نَسْمَعُ سِرَّهُمْ وَنَجْوَاهُمْ بَلَىٰ
وَرُسُلْنَا إِلَيْهِمْ يَكْتُمُونَ“ (سورہ زخرف آیت ۸۰ پارہ ۲۵)

کیا یہ لوگ خیال کرتے ہیں کہ ہم ان کی پوشیدہ باتوں اور سرگوشیوں کو سنتے نہیں، کیوں نہیں
ہمارے فرشتے ان کے پاس ان کی سب باتوں کو لکھ لیتے ہیں،
ان آیات سے بھی ثابت ہوا کہ کرنا کاتبین فرشتے انسانوں کے اعمال لکھنے پر مقرر ہیں اس پر
ایمان لانا مومنوں کے لئے ضروری ہے،

**قوله: وَتُؤْمِنُ بِمَلَائِكَةِ الْمَوْتِ الَّتِي بَعْضُ أَرْوَاحِ الْعَالَمِينَ، وَبِعَذَابِ الْقَبْرِ
لِمَنْ كَانَ لَهُ أَهْلًا**

یہاں سے امام طحاوی فرماتے ہیں کہ ہم ملک الموت پر ایمان رکھتے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے تمام
عالم کی ارواح قبض کرنے پر مقرر کیا ہے اور ہم عذاب قبر پر ایمان رکھتے ہیں اور عذاب قبر میں وہ
لوگ جتلا ہیں جو اسکے حق دار ہیں،

ملک الموت جان نکالنے پر مقرر ہیں

حضرت عزرائیل علیہ السلام تمام مخلوق کی جان نکالنے پر مقرر ہیں جیسے رب العزت کا ارشاد ہے
”قُلْ يَتَوَفَّاكُم مَّلَكُ الْمَوْتِ الَّذِي وُكِّلَ بِكُمْ ثُمَّ إِلَىٰ رَبِّكُمْ تُرْجَعُونَ“
(سورہ اسجدہ آیت ۱۱ پارہ ۲۱)

کہہ دیجئے موت کا فرشتہ جو تم پر مقرر کیا گیا ہے تمہاری روحیں قبض کر لیتا ہے پھر تم اپنے رب کی
طرف لوٹائے جاؤ گے،

اور عزرائیل کی ماتحتی میں بھی بے شمار فرشتے کام کرتے ہیں، اصل میں ملک الموت ارواح کے
قبض اور انکے نکالنے پر مقرر ہیں پھر انکو رحمت کے فرشتے یا عذاب کے فرشتے لے لیتے ہیں، نیک

آدمیوں کی روح نکالنے والے حضرت عزرائیل علیہ السلام کے ساتھ الگ فرشتے ہوتے ہیں، بدکار آدمیوں کی روح نکالنے کے لیے حضرت عزرائیل علیہ السلام کے ساتھ الگ فرشتے ہوتے ہیں، جیسے رب العزت کا ارشاد ہے ”وَلَوْ تَرَىٰ إِذِ الظَّالِمُونَ فِي غَمَرَاتِ الْمَوْتِ وَالْمَلَائِكَةُ بَاسِطُو أَيْدِيهِمْ آخِرُ جُودِ النَّفْسِكُمْ“ (سورۃ الانعام آیت ۹۳ پارہ ۷)

ادراکاش تم ان ظالموں کو اس وقت دیکھو جس وقت وہ موت کی سختیوں میں ہوتے ہیں اور فرشتے ان پر اپنے ہاتھ بڑھا رہے ہوتے ہیں اور کہتے ہیں کہ نکالو اپنی جانیں، اس آیت سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ ملک الموت کے ساتھ دوسرے فرشتے بھی ہوتے ہیں،

اور دوسری جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے ”حَتَّىٰ إِذَا جَاءَ أَحَدَكُمْ الْمَوْتُ تَوَلَّفَتْهُ رُسُلَنَا وَهُمْ لَا يُفْرِطُونَ“ (سورۃ الانعام آیت ۱۱۱ پارہ ۷)

یہاں تک کہ جب آپنچے تم میں سے کسی کو موت تو ہمارے فرشتے اسکی روح قبض کر لیتے ہیں اور وہ کسی طرح کی کوتاہی نہیں کرتے۔

قوله: وَيُعَذِّبُ الْقَبْرَ لِمَنْ كَانَ لَهُ أَهْلًا

عذاب قبر کا اثبات

تمام کفار اور بعض گناہ گار مسلمانوں کے لئے قرآن اور احادیث متواترہ اور اجماع امت سے عذاب قبر کا ہونا ثابت ہے اور مؤمنین اہل اطاعت کے لئے نعمت اور راحت کا ہونا ثابت ہے اگرچہ امام طحاوی نے صرف عذاب کا ذکر کیا ہے اسکی وجہ یہ ہے چونکہ اکثر افراد کافر ہیں یا فاسق اس لئے عذاب قبر کا وقوع ثواب کے وقوع سے زیادہ ہوتا ہے اس لئے عذاب قبر کو ذکر کیا ہے یا زیادہ تر نصوص میں عذاب قبر کا ذکر موجود ہے اس لئے امام طحاوی نے بھی عذاب قبر کا ذکر کر دیا۔

عذاب قبر پر دلائل

دلیل اول :- ”وَحَاقَ بِآلِ فِرْعَوْنَ سُوءُ الْعَذَابِ، النَّارُ يُعْرَضُونَ

عَلَيْهَا غُلُوبًا وَعَشِيًّا وَيَوْمَ تَقُومُ السَّاعَةُ أَدْخِلُوا آلَ فِرْعَوْنَ أَشَدَّ الْعَذَابِ“

(سورۃ المؤمن آیت ۴۶ پارہ ۲۳) فرعونوں کو سخت عذاب نے گھیر لیا صبح شام ان پر آگ پیش کی جاتی ہے اور جس دن قیامت قائم ہوگی (تو حکم ہوگا) تم فرعونوں کو سخت عذاب میں داخل کرو،

”ویوم تقوم الساعة“ سے معلوم ہوا کہ پہلے جس عذاب کا ذکر ہے وہ قیامت سے پہلے کا ہے اور وہ عذاب برزخ ہی ہے،

حافظ ابن کثیر اپنی تفسیر ابن کثیر میں اس آیت کے تحت ارشاد فرماتے ہیں ”هَلِذِهِ الْآيَةُ أَضَلُّ كِبِيرًا فِي اسْتِدْلَالِ أَهْلِ سِنْتِنَا عَلَى عَذَابِ الْبَرْزَخِ فِي الْقُبُورِ“

دلیل ثانی :- مِمَّا عَطَيْنَهُمْ أَنْزَلْنَا لَهُمْ الْقُرْآنَ (سورۃ نوح آیت ۲۵ پارہ ۲۹)

کہ قوم نوح ”اپنے گناہوں کی وجہ سے غرق کیے گئے پھر ساتھ ہی آگ میں داخل کیے گئے، استدلال عذاب قبر پر یوں ہے کہ فاء تعقیب مع الوصل بلا مہلت کے لئے آتی ہے فا دخلوا ناراً کا مطلب یہ ہوا کہ قوم نوح ”کو ڈبوئے جانے کے فوراً بعد آگ میں داخل کیا گیا یہ آگ قبر اور برزخ ہی کی ہو سکتی ہے کیونکہ نار آخرت تو بہت صدیوں کے بعد آئے گی۔

دلیل ثالث :- ”وَإِنَّ لِلَّذِينَ ظَلَمُوا عَذَابًا دُونَ ذَلِكَ وَلَكِنْ أَكْثَرُهُمْ لَا

يَعْلَمُونَ“ (سورۃ طہ آیت ۴۷ پارہ ۲۷)

اور ان ظالموں کے لئے اسکے سوا اور عذاب بھی ہے اور لیکن انکے اکثر نہیں جانتے، اس میں احتمال ہے کہ اس سے مراد عذاب قبر یا دنیا میں قتل ہونا مراد ہو لیکن عذاب قبر زیادہ واضح ہے کیونکہ اکثر کفار میں سے فوت ہوئے ہیں قتل نہیں ہوئے۔

دلیل رابع :- ”يُبَيِّنُ اللَّهُ لِلَّذِينَ آمَنُوا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ“

۴ (سورۃ ابراہیم آیت ۲۷ پارہ ۱۳)

اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو جو ایمان لائے قول ثابت پر جمادے گا، یہ آیت بھی عذاب قبر کے بارے میں نازل ہوئی کہ جب مؤمن بندہ سے قبر میں سوال کیا جاتا ہے من ربک، وما دینک، ومن نبيک وہ جواب دیتا ہے ربی اللہ، و دینی السلام، و نبی محمد ﷺ (مکھوہ شریف)

دلیل خامس: احادیث میں عذاب قبر اور ثواب قبر کا تذکرہ نہایت صراحت اور

تواتر کے ساتھ وارد ہوا ہے،

عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ سَأَلَ النَّبِيَّ ﷺ بِقَبْرَيْنِ فَقَالَ إِنَّهُمَا لَيُعَذَّبَانِ وَمَا يُعَذَّبَانِ فِي كَبِيرٍ أَمَا أَحَدُهُمَا لَكَانَ لَا يَسْتَتِرُ مِنَ الْبُؤْلِ أَمَا الْآخَرُ فَكَانَ يَمْشِي بِالنَّمِيمَةِ (راوہ البخاری و مسلم)

دلیل سادس: عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ

إِسْتَتَرَ هُوَ عَنِ الْبُؤْلِ فَإِنَّ عَامَّةَ عَذَابِ الْقَبْرِ مِنْهُ (راوہ الحاکم)

دلیل سابع: عَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِنَّ الْعَبْدَ إِذَا وُضِعَ فِي

قَبْرِهِ آتَاهُ مَلَكَانِ فَيُعَذَّبَانِهِ بِمَا اسْأَلْتَهُمَا فِي حَيَاتِهِ مِنْ عَمَلٍ سَاءٍ وَيُضْرَبُ بِمِطْرَقٍ مِنْ حَدِيدٍ ضَرْبَةً فَيَصِيحُ صَيْحَةً يَسْمَعُهَا مَنْ يَلِيهِ غَيْرَ الْقَلْبَيْنِ (راوہ البخاری و مسلم)

دلیل ثامن: عَنْ أَبِي سَعِيدٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَسْلُطُ عَلَى

الْكَافِرِ فِي قَبْرِهِ سَعَقَةٌ تَسْفُونَ بَيْنَنَا تَنْهَسُهُ وَتَلْدَعُهُ حَتَّى تَقُومَ السَّاعَةُ لَوْ أَنَّ بَيْنَنَا مِنْهَا نَفْخٌ بِالْأَرْضِ مَا أَثْبَتَ خَضْرَاءُ (مکھوہ شریف)

بہر حال عذاب قبر کے بارے میں احادیث بکثرت وارد ہیں جو احادیث کی کتب سے دیکھی جاسکتی ہیں،

منکرین عذاب قبر اور انکا اعتراض اور جوابات :- بعض معتزلہ اور روافض اور بعض مرجیہ نے عذاب قبر کا بالکل انکار کیا ہے وہ کسی طرح بھی عذاب قبر کے قائل نہیں اسی طرح انعامات قبر کا بھی انہوں نے انکار کیا ہے،

انکی دلیل یہ ہے کہ میت بے جان اور بے حس جسم ہے نہ اسکے اندر حیات ہے اور نہ علم و ادراک کیونکہ علم و ادراک ذی حیات جسم کا خاصہ ہے لہذا جب اسکونہ تکلیف و الم کا احساس اور ادراک ہو سکتا ہے اور نہ راحت و لذت کا ادراک ہو سکتا ہے تو اسکی تعذیب و معصم حال ہے،

اہل سنت و الجماعت کی طرف سے جواب

جواب اول :- میت کے لئے تعذیب و معصم دونوں امر ممکن ہیں جسکی خبر صادق ﷺ نے متعدد احادیث میں خبر دی ہے اور خبر صادق ﷺ جس امر ممکن کی خبر دیں وہ صحیح ہے اور اس پر بلا تاویل ایمان لانا فرض ہے لہذا میت کیلئے قبر میں تعذیب اور معصم دونوں پر ایمان لانا فرض ہے اور ماننا ضروری ہے،

جواب ثانی :- باقی انکی یہ دلیل کہ میت جماد بے حس ہے نہ اسکی حیات ہے اور نہ احساس پھر عذاب کیسے ہو سکتا ہے، تو اسکا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس بات پر قادر ہیں کہ میت کے جسم کے تمام اجزاء میں یا بعض اجزاء میں اس قدر خاص قسم کی حیات پیدا کر دیں جس سے وہ عذاب کی تکلیف یا معصم کی لذت کا ادراک کر سکے جیسا کہ شہداء کے بارے میں ارشاد باری تعالیٰ ”ہَلْ أَمْتًا“ میں یہی خاص قسم کی حیات مراد ہے، اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ جسم حرکت کرے یا عذاب کا اثر اس پر دیکھا جائے ہو سکتا ہے کہ ڈوبا ہوا پانی کے اندر یا جانوروں کا کھایا ہوا انکے پیٹ میں اور سولی دیا ہوا ہوا میں، وہ عذاب میں مبتلا ہوا اور ہمیں دکھائی نہ دے جیسا جبرائیل علیہ السلام جب وحی لے کر آتے تو حضور اقدس ﷺ کو دکھائی دیتے تھے مگر حاضرین صحابہ ؓ کو دکھائی

نہیں دیتے تھے اور جیسا سویا ہوا شخص خواب میں ہنستا ہے، روتا اور چیخا چلاتا ہے مگر پاس سونے ہوئے کو کچھ ہنسنے نہیں چلتا، اسی طرح میت کو عذاب ہونے کے لئے ہمیں دکھائی دینا ضروری نہیں،

اہل سنت والجماعت کا موقف :- اہل سنت والجماعت کے نزدیک عذاب اور ثواب جسم مع الروح کو ہوتا ہے اور جسم میں ”نوع من الحیاء“ ہوتی ہے لیکن یہ حیات الہی نہیں کہ جس میں کھانے پینے، چلنے پھرنے کی ضرورت ہو قبر میں روح کا جسم کے ساتھ تعلق تو ہے جس سے ایک قسم کی حیات پیدا ہو جاتی ہے یہ تعلق تو تدبیر اور تصرف کا تعلق نہیں، جیسے دنیا کی حیات میں روح کا جسم کے ساتھ تدبیر اور تصرف کا تعلق تھا جس کی وجہ سے جسم میں حرکات محسوس ہوتی تھیں اور جسم کو کھانے، پینے اور آرام کی ضرورت ہوتی تھی قبر میں ایسا تعلق نہیں ایسا تعلق دوبارہ صرف آخرت میں ہوگا۔

قبر سے کیا مراد ہے؟ عذاب قبر میں صرف یہی زمین والی قبر مراد نہیں ہے بلکہ وہ عذاب مراد ہے جو میت کو موت کے بعد حشر سے پہلے ہوگا خواہ اسکو دردوں نے کھایا ہو تو اسکا عذاب وہاں ہوگا اگر پانی میں غرق ہو گیا ہو تو اسکو عذاب وہاں ہوگا اگر آگ میں جلا کر اسکی راکھ کو وہاں میں اڑا دیا گیا ہو تو اسکو عذاب وہاں ہوگا اگر کسی کو نساء میں سولی پر لٹکایا ہوا ہو تو اسکو عذاب وہاں ہوگا، گویا کہ میت جس جگہ ہوگی وہی اسکی قبر ہوگی بہر حال اسکی روح اور جسم کو اسی طرح عذاب ہوگا جس طرح اس انسان کو عذاب ہوتا ہے جو قبر میں دفن کیا گیا ہو،

لیکن امام طحاوی نے عذاب قبر میں عذاب کی نسبت قبر کی طرف اس لیے کر دی چونکہ عام طور پر مردوں کو قبر میں دفن کیا جاتا ہے خصوصاً جو مذہب سادہ کے قائل ہیں ان کے ہاں میت کو قبر میں دفن کیا جاتا ہے اس لیے عذاب کی اضافت قبر کی طرف کر دی ہے،

قَوْلُهُ وَبِسُؤَالِ مُنْكَرٍ وَنَكِيرٍ لِلْمَيِّتِ فِي قَبْرِهِ عَنْ رَبِّهِ وَدِينِهِ وَنَبِيِّهِ الرَّحِّ

یہاں سے امام طحاویؒ فرماتے ہیں ہمارا اس پر بھی ایمان ہے کہ میت سے قبر میں منکر نکیر سوال کرتے ہیں اس کے رب کے بارے میں، اسکے دین کے بارے میں اور جناب نبی کریم ﷺ کے بارے میں جیسا کہ حضور اقدس ﷺ اور صحابہ کرامؓ سے احادیث میں مروی ہے کہ اہل ایمان کے لئے قبر جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے اہل کفر و شرک اور منافقین اور فساق و فجار کے لئے جہنم کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا ہے ان ساری باتوں کی مخبر صادق ﷺ نے خبر دی ہے، اور جس ممکن بات کی مخبر صادق ﷺ نے خبر دی ہے وہ صحیح ہے اور بلا تاویل اس کو مان لینا اس پر ایمان لانا فرض ہے،

قبر میں منکر نکیر کا سوال :- قبر میں منکر نکیر آکر سوال کرتے ہیں اسی کو ایک حدیث مبارکہ میں تفصیل سے بیان کیا گیا ہے،

حضرت براء بن عازبؓ سے روایت ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میت کے پاس دو فرشتے آتے ہیں اسکو بٹھاتے ہیں پھر اس سے سوال کرتے ہیں "مَنْ رَبُّكَ" "مومن جواب دیتا ہے" رَبِّيَ اللَّهُ "پھر دوسرا سوال کرتے ہیں "مَا دِينُكَ" "مومن جواب دیتا ہے" دِينِي الْإِسْلَامُ "پھر تیسرا سوال کرتے ہیں "مَا هَذَا الرَّجُلُ الَّذِي بَعِثَ فِيكُمْ" "مومن جواب دیتا ہے" هُوَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ، وہ دونوں فرشتے اس سے کہتے ہیں "وَمَا يُدْرِيكَ" "مومن جواب میں کہتا ہے" قَرَأْتُ كِتَابَ اللَّهِ فَأَمَنْتُ بِهِ وَصَدَّقْتُ قَوْلَهُ فَذَلِكَ قَوْلُهُ يُبْعَثُ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ الْآيَةُ" حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا "فَيُنَادِي مُنَادٍ مِنَ السَّمَاءِ أَنْ صَدَقَ عَبْدِي فَأَفْرِشُوهُ مِنَ الْجَنَّةِ وَالْبُسُوهُ مِنَ الْجَنَّةِ وَافْتَحُوا لَهُ بَابًا إِلَى الْجَنَّةِ" اس کے لئے جنت کا دروازہ کھول دیا جاتا ہے اس کے پاس جنت کی ہوائیں اور خوشبوئیں آتی رہتی ہیں اور اسکی منہ گائے نظر تک قبر کو فراخ کر دیا جاتا ہے اور جو کافر ہوتا ہے قبر میں اسکی روح اسکے جسم میں لوٹائی

جاتی ہے اور اسکے پاس دو فرشتے آتے ہیں اور اس کو بٹھا کر پوچھتے ہیں "مَنْ رَبُّكَ" وہ جواب میں کہتا ہے "هَاهِ هَاهِ لَا أُذْرِي" پھر دوسرا سوال کرتے ہیں "مَا رَبُّكَ" وہ جواب میں کہتا ہے "هَاهِ هَاهِ لَا أُذْرِي" پھر تیسرا سوال کرتے ہیں "مَا هَذَا الرَّجُلُ الَّذِي بُعِثَ فِيكُمْ" وہ جواب میں کہتا ہے "هَاهِ هَاهِ لَا أُذْرِي" تو ایک منادی آسمان سے نداء دیتا ہے
 فَيُنَادِي مُنَادٍ مِنَ السَّمَاءِ أَنْ كَذَبَ عَبْدِي فَأَفْرِشُوهُ مِنَ النَّارِ وَالْبِسُوهُ مِنَ النَّارِ
 وَافْتَحُوا لَهُ بَابًا إِلَى النَّارِ اور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا اس کی قبر میں جہنم کی گرم پیش آتی رہتی
 ہیں اور اس پر قبر اتنی تنگ کر دی جاتی ہے حتیٰ کہ اس کی پسلیاں ایک دوسری میں دھنس جاتی ہیں پھر
 اس پر ایک ایسا فرش مقرر کر دیا جاتا ہے جو آنکھوں سے اندھا کانوں سے بہرہ ہوتا ہے اسکے پاس
 ایسا لوہے کا گرز ہوتا ہے اگر پہاڑ پر بھی مارا جائے تو وہ ذرہ ذرہ ہو کر مٹی ہو جائے "فَيَضْرِبُهُ
 بِهَا ضَرْبًا تَسْمَعُهُمَا بَيْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ إِلَّا الْقَلْبَيْنِ فَيُصِيرُ قُرَابَهُمَا نَمْلًا يُعَاذُ فِيهِ
 الرُّوحُ" (رواہ ابوداؤد و احمد)

منکر نکیر کی وجہ تسمیہ: - "منکر" اسم مفعول کا صیغہ ہے اگرہے سے ماخوذ ہے جبکہ معنی ہے
 "نہ پہچانا" اور "نکیر" بروزن فعلیل اسم مفعول ہی کے معنی میں ہے تو منکر اور نکیر کا معنی انجمنی
 اور غیر معروف، تو منکر اور نکیر کہنے کی وجہ تسمیہ یہ ہوئی کہ انکی پیدائش اور بناوٹ انسانوں
 اور جانوروں میں سے کسی کے مشابہ نہ ہونے کی وجہ سے وہ پہچانے نہیں جاتے، بعض نے کہا ہے
 کہ متعین طور پر وہی فرشتے سوال کے لئے مقرر ہیں اور ہر مردے سے یہی دو فرشتے سوال
 کرتے ہیں۔

بعض نے کہا ہے کہ ہو سکتا ہے کہ سوال کرنے والے فرشتوں کی ایک جماعت ہو جن میں سے بعض
 کا نام منکر اور بعض کا نام نکیر ہو اور ہر میٹ کے پاس اس جماعت میں سے دو فرشتے سوال کیلئے
 بھیجے جاتے ہوں، ابیاء علیہ السلام سے منکر نکیر سوال نہیں کرتے اسی طرح اطفال مؤمنین پر نہ

مکر کبیر کا سوال ہوگا اور نہ ان پر عذاب قبر ہوگا۔

قَوْلُهُ وَنُؤْمِنُ بِالْبَعْثِ وَبِحَزْأِ الْأَعْمَالِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَالْأَعْرَاضِ وَالْحِسَابِ وَقِرَاءَةِ الْكِتَابِ وَالنُّوَابِ وَالْعِقَابِ وَالصِّرَاطِ

یہاں سے امام طحاوی فرماتے ہیں ہم مرنے کے بعد دوبارہ اٹھائے جانے پر اور قیامت کے دن اعمال کا بدلہ ملنے پر ایمان رکھتے ہیں اور اعمال نامے پیش کیے جانے پر اور حساب اور اعمال نامے پڑھے جانے پر اور ثواب و عذاب اور پل صراط سے گزارے جانے پر ایمان رکھتے ہیں،

بعث بعد الموت کا مطلب :- بعث بعد الموت کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بندوں کے لئے جزاء اور سزا کا دن مقرر فرمایا ہوا ہے جب وہ دن آجائے گا تو سب کو قبروں سے زندہ کر کے اٹھایا جائے گا جسکے بعد اچھے اور برے اعمال کا حساب ہو کر مناسب فیصلہ ہوگا، لہذا احباب و کتاب اور جزاء و سزا کے لئے مردوں کو دوبارہ زندہ کرنے کو اصطلاح شریعت میں بعث بعد الموت کہا جاتا ہے، جسکی کیفیت یہ ہوگی کہ اللہ تعالیٰ مردوں کو قبر سے اس طرح اٹھائیں گے کہ انکے اصلی اجزاء کو بدن کی شکل دے کر دوبارہ اس میں روح ڈال دیں گے قرآن مجید کی نصوص قطعہ سے اسکی حقیقت ثابت ہے لہذا رب العزت کا ارشاد ہے

(۱) "زَعَمَ الَّذِينَ كَفَرُوا أَنْ لَنْ يُبْعَثُوا قُلْ بَلَىٰ وَرَبِّي لَتُبْعَثُنَّ ثُمَّ لَتُنَبَّؤُنَّ

بِمَا عَمِلْتُمْ وَذَلِكَ عَلَى اللَّهِ يَسِيرٌ" (سورۃ النہاں آیت ۷۷-۷۸)

کافر لوگ دعویٰ کرتے ہیں کہ ہرگز وہ اٹھائے نہیں جائیں گے کہہ دیجئے کیوں نہیں، قسم ہے میرے رب کی تم ضرور بالعرور اٹھائے جاؤ گے پھر تم کو بتلایا جائے گا جو کچھ تم نے کیا اور یہ اللہ پر آسان ہے،

(۲) ارشاد باری تعالیٰ ہے "قَالَ مَنْ يُحْسِي الْعِظَامَ وَهِيَ رَمِيمٌ قُلْ يُعِثُّهَا الَّذِي

أَنشَأَهَا أَوَّلَ مَرَّةٍ وَهُوَ بِكُلِّ خَلْقٍ عَلِيمٌ" (سورۃ یسین آیت ۷۸-۷۹-۸۰)

کافر نے کہا جب ہڈیاں بوسیدہ ہو جائیں گی تو ان کو کون زندہ کرے گا کہہ دیجئے انکو وہی زندہ کرے گا جس نے انکو پہلی بار پیدا کیا تھا اور وہ ہر قسم کا پیدا کرنا جانتا ہے۔

(۳) تیسری جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے ”وَأَنَّ السَّاعَةَ آتِيَةٌ لَا رَيْبَ فِيهَا وَأَنَّ اللَّهَ يَبْعَثُ مَنْ فِي الْقُبُورِ“ (سورۃ الحج آیت ۷ پارہ ۱۷)

اور بے شک قیامت آنے والی ہے اس میں کوئی شک نہیں اور بیشک اللہ تعالیٰ اٹھائے گا ان کو جو قبروں میں پڑے ہوئے ہیں،

فلاسفہ پر رد :- امام طحاویؒ نے ”وَنُؤْمِنُ بِالْبَعْثِ“ کہہ کر فلاسفہ پر رد کیا ہے فلاسفہ نے بحث بعد الموت اور معاد جسمانی کا انکار کیا ہے انکی دلیل یہ ہے کہ جو چیز معدوم ہوگئی ہو معدوم کا بحیثیت دوبارہ پیدا کرنا محال ہے یہ انکا محض ایک دعویٰ ہے، اس دعویٰ پر کوئی مستبر دلیل ان کے پاس موجود نہیں اور یہی عقیدہ مشرکین مکہ کا تھا جس پر قرآن مجید نے بارہا انکار کیا ہے اور دوبارہ زندہ ہونے کو ثابت کیا جیسے ما قبل میں تفصیل سے گذر چکا ہے، باقی انکا دعویٰ معدوم کا بحیثیت پیدا کرنا محال ہے یہ انکا دعویٰ بلا دلیل ہے کیونکہ جب معدوم کو پہلی بار موجود کرنا ممکن بلکہ واقع ہے جیسے رب العزت کا ارشاد ہے ”وَكُنْتُمْ أَمْوَاتًا فَأَحْيَاكُمْ“ (سورۃ بقرہ آیت ۲۸ پارہ ۱)

تو اعادہ معدوم یعنی موجود کے معدوم ہونے کے بعد دوبارہ اسکو موجود کرنا خصوصاً جبکہ وہ بالکل معدوم نہ ہوا ہو بلکہ اسکے اجزائے اصلیہ باقی ہوں بدرجہ اولیٰ ممکن ہے اور معاد جسمانی سے یہی مراد ہے کہ اللہ تعالیٰ انسان کے اجزائے اصلیہ کو جو ابتدائے عمر سے آخر تک باقی رہتے ہیں انکو جمع فرما کر ان میں دوبارہ روح ڈال دینگے،

”وَبِحِزَاءِ الْأَعْمَالِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ“ الخ

قیامت کے دن اعمال کی جزا ملے گی :- یہاں سے امام طحاویؒ فرماتے ہیں قیامت کے دن اچھے اعمال پر انعام اور جزا ملے گی اور برے اعمال پر سزا اور عذاب ملے گا اس پر ہمارا

ایمان ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا قیامت قائم کرنے کا مقصد بھی یہی ہے کہ وہ اپنی شانِ صفیٰ عدل اور انصاف کو ظاہر فرمائیں اور نیک لوگوں کو جزا اور برے لوگوں کو سزا دیں، تو اسکے لئے ضروری تھا کہ جن اچھے یا برے اعمال پر قیامت کے دن جزا اور سزا مرتب ہوتی ہے ان اعمال کے درج کیے جانے اور محفوظ کیے جانے کا کوئی انتظام ہونا چاہیے، چنانچہ اللہ تعالیٰ ہر شخص پر کرما کا تین فرشتوں کو مقرر کر رکھا ہے جو اس کے اچھے اور برے اعمال کو ایک کتاب میں لکھتے رہتے ہیں وہی کتاب بندہ کا نامہ اعمال ہے لہذا قیامت کے دن ہر انسان کے عمر بھر کے اقوال و افعال اور حرکات و سکنات جس نامہ اعمال میں کرما کا تین نے قلم بند کیے تھے وہ نامہ اعمال بندہ کے سامنے آجائیں گے اور اسی کے مطابق ثواب اور عقاب ہوگا،

جیسے رب العزت کا ارشاد ہے

(۱) وَنُخْرِجُ لَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ كِتَابًا يَلْقَاهُ مَنْشُورًا اَلْقُرْآنَ كِتَابَكَ كَفَىٰ بِنَفْسِكَ الْيَوْمَ عَلَيْكَ حَسِيبًا (سورۃ نبی اسرائیل آیت ۱۴ پارہ ۱۵)

ہم قیامت کے دن اسکے نامہ اعمال اسکے سامنے کر دیں گے جسکو وہ کھلا ہوا پائے گا اور اس سے کہیں گے تو خود اپنا نامہ اعمال پڑھ لے آج تو خود ہی اپنا حساب کرنے کے لئے کافی ہے

(۲) دوسری جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے "وَوَضِعَ الْكِتَابَ فَتَرَى الْمُجْرِمِينَ مُشْفِقِينَ مِمَّا فِيهِ وَيَقُولُونَ يَا وَيْلَتَنَا مَا لِهَذَا الْكِتَابِ لَا يَغَادِرُ صَغِيرَةً وَلَا كَبِيرَةً

اِلَّا اَخْضَهَا وَوَجَدُوا مَا عَمِلُوا حَاضِرًا وَلَا يَظْلِمُ رَبُّكَ اَحَدًا" (سورۃ الکہف آیت ۳۹ پارہ ۱۵) اور رکھ دی جائے گی کتاب پس تو دیکھے گا مجرموں کو کہ جو کچھ اس میں لکھا ہوا گا اس سے ڈرتے ہوں گے اور کہیں گے ہائے خرابی! یہ کیسی کتاب ہے نہ چھوٹی بات کو چھوڑتی ہے نہ بڑی کو، مگر اس کو لکھ رکھا ہے اور وہ اپنے سامنے پائیں گے جو کچھ انہوں نے کیا ہوگا اور تیرے کسی پر ظلم نہیں کرے گا۔

(۳) تیسری جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: **فَمَا مَنَ أُوَيْيَ كِتْبَهُ بِمِثْنِهِ فَسَوْفَ يُحَامَبُ**
حِسَابًا يَسِيرًا اَوْ يُنْقَلِبُ إِلَىٰ أَهْلِهِ مَسْرُورًا **وَأَمَّا مَن أُوَيْيَ كِتْبَهُ وَرَأَىٰ ظَهْرَهُ فَسَوْفَ**
يَدْعُو النَّبُورَ أَوْ يُصَلِّيَ سَعِيرًا (سورۃ الانشقاق آیت ۷-۸-۹-۱۰-۱۱-۱۲ پارہ ۳۰)

بہر حال جسکو نامہ اعمال داہنے ہاتھ میں دیا جائیگا اس سے حساب آسان لیا جائے گا اور اپنے اہل
 کے پاس خوش خوش آئے گا اور جسکو نامہ اعمال اسکی پیٹھ کے پیچھے سے دیا جائے گا تو وہ موت کو
 پکارے گا اور دوزخ میں داخل ہوگا۔

معتزلہ کا رد:- امام طحاویؒ یہاں سے معتزلہ پر رد کر رہے ہیں معتزلہ نے نامہ اعمال
 اور حساب و کتاب کا انکار کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو سب کچھ معلوم ہے نامہ اعمال لکھنے اور حساب
 و کتاب کی کیا ضرورت یہ تو عبث کام ہے،

امام طحاویؒ انکار د کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ قیامت کے دن اعمال کی جزا اور اعمال ناے پیش
 کیے جانے اور اعمال ناے پڑھے جانے اور اعمال پر ثواب و جزا کا ملنا اس پر ہمارا ایمان ہے
 اور قرآن وحدیث میں یہ تفصیل سے بیان ہوئے ہیں جیسے پہلے بھی گزر چکا ہے، باقی اللہ تعالیٰ
 کو سب کچھ معلوم ہونے کے باوجود نامہ اعمال لکھنے میں کوئی ایسی حکمت ہو جو ہم نہ جانتے ہوں
 اور ہمارے نہ جاننے سے یہ لازم نہیں آتا کہ نامہ اعمال لکھنے میں کوئی حکمت ہو، ہو سکتا ہے کہ نامہ
 اعمال کا تیار کروانا تمام حجت کے لئے بھی ہوگا اور بطور ثبوت کے مجرموں کے سامنے لایا جائے
 گا تاکہ وہ کسی بات کا انکار نہ کر سکیں۔

پہلے صراط حق ہے:- امام طحاویؒ فرماتے ہیں پہلے صراط پر بھی ہم ایمان رکھتے ہیں، صراط
 ایک پہلے ہے جو جہنم کے اوپر تانا گیا ہے جو بال سے زیادہ باریک اور تلواری سے زیادہ تیز ہے اور تمام
 انسانوں کو اس پر سے گزرنے کا حکم ہوگا سب سے پہلے حضور اقدس ﷺ گزریں گے پھر
 دوسرے انبیاء علیہم السلام گزریں گے پھر مومنین اپنے اوصاف کے اعتبار سے کوئی بجلی کی طرح،

کوئی ہوا کی طرح، کوئی دوڑتے ہوئے گھوڑوں کی طرح، کوئی تیز رفتار اونٹوں کی طرح، اس سے گزر جائیں گے اور جہنمیوں کے قدم اس سے پھسل جائیں گے اور جہنمی لوگ کٹ کر جہنم میں گر جائیں گے۔

پہلے صراط پر اندھیرا ہوگا اور ایمان کے علاوہ کوئی روشنی نہ ہوگی مؤمنین اپنے ایمان کی روشنی میں چل کر پہلے صراط عبور کر جائیں گے۔

امام قرطبی نے اور ابو بکر بن احمد سلیمان نجار نے بعلی منبہ سے اور انہوں نے حضور اقدس ﷺ سے روایت کی ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کے دن دوزخ مؤمن سے کہے گی اے مؤمن! تیری روشنی نے میرے شعلوں کو بجادیا ہے،

کفار اور منافقین اندھیرے میں رہ جائیں گے، اسی کو رب العزت نے اپنی مقدس کتاب میں بیان فرمایا ہے

”يَوْمَ لَا يُخْزِي اللَّهُ النَّبِيَّ وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ نُورُهُمْ يَسْعَىٰ بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَبِأَيْمَانِهِمْ يَقُولُونَ رَبَّنَا اغْنِمْنَا لِمَا نُوَزَّلْنَا وَأَغْفِرْ لَنَا إِنَّكَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ“
(سورۃ الاحقاف آیت ۸ پارہ ۱۷)

جس دن اللہ تعالیٰ اپنے نبی اور آپ ﷺ پر ایمان لانے والوں کو رسوا نہیں کریگا، انکا نور ان کے سامنے اور انکے دائیں چلتا ہوگا وہ کہیں گے اے ہمارے رب پورا کر دے ہمارا نور اور ہمیں معاف کر دے بیشک تو سب کچھ کر سکتا ہے،

دوسری جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے ”وَأَن تَصْطَبُوا مِن دَرِّ عَائِسَةَ كَتَابِ اللَّهِ حَتَّىٰ مُقْتَصِبًا تَمَّ“
(سورۃ مریم آیت ۷۱-۷۲ پارہ ۱۶)

اور تم میں سے ہر ایک اس پر وارد ہونے والا ہے، ہو چکا ہے یہ وعدہ تیرے رب کے ہاں حتیٰ فیصلہ طے ہو چکا ہے، پھر ہم پر ہمیزگاروں کو نجات دیدیں گے اور ہم چھوڑ دیں گے ظالموں کو اس میں اوندھے کرے ہوئے،

تفسیر عثمانی میں اس آیت کی تفسیر میں ہے ہر نیک و بد، مجرم و بری اور مؤمن و کافر کے لئے اللہ تعالیٰ قسم کھا چکا ہے اور فیصلہ کر چکا ہے کہ ضرور بالضرور دوزخ پر اسکا گزر ہوگا، کیونکہ جنت میں جانے کا راستہ دوزخ پر گزر کر ہوگا جسے پل صراط کہتے ہیں اس پر لامحالہ سب کا گزر ہوگا خدا سے ڈرنے والے مؤمن اپنے اپنے درجہ کے موافق وہاں سے صحیح سلامت گزر جائیں گے اور گنہگار الجھ کر دوزخ میں گر پڑیں گے۔

معتبر لہ کارو:- امام طحاویؒ نے پل صراط پر ہم ایمان رکھتے ہیں کہہ کر معتزلہ پر رد کیا ہے اور انہوں نے پل صراط کا انکار کیا ہے اور اشکال کیا ہے

اشکال:- کہ ایسے پل صراط سے گزرنا ممکن نہیں اگر ممکن بھی ہو تو مؤمنین کے حق میں عذاب ہے۔

جواب اول:- مؤمنین کے لئے ایسے پل صراط سے گزرنا عذاب نہیں ہے بلکہ مؤمنین کے حق میں اللہ تعالیٰ اس قدر آسان کر دیں گے کہ بعض بجلی کی طرح، کوئی ہوا کی طرح، کوئی دوڑتے ہوئے گھوڑوں کی طرح گزر جائیں گے جیسا کہ احادیث میں آیا ہے۔

جواب ثانی:- ایسا اشکال اور پل صراط کا انکار اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ پر ایمان میں کمی کا نتیجہ ہے ورنہ اس قادر مطلق سے کوئی کام بھی بعید از قیاس نہیں ہے گزرنے والا جانے یا گزارنے والا جانے؟

قوله: وَالْمِيزَانِ يُوزَنُ بِهِ اَعْمَالُ الْمُؤْمِنِينَ مِنَ الْخَيْرِ وَالشَّرِّ وَالطَّاعَةِ وَالْمَعْصِيَةِ.

میزان عدل قائم ہوگی

یہاں سے امام طحاویؒ فرماتے ہیں ہم میزان پر بھی ایمان رکھتے ہیں جس میزان پر مومنوں کے

اعمال خیر و شر اور اطاعت و معصیت میں سے ہر ایک کا وزن کیا جائے گا، اسلامی عقائد میں سے ایک عقیدہ یہ بھی ہے اور اس پر ایمان رکھنا ضروری ہے کہ قیامت کے دن ایک میزان عدل قائم ہوگی جسکے ذریعہ انسانوں کے اقوال و افعال کا وزن کیا جائے گا تاکہ اللہ تعالیٰ کی شان عدل و انصاف کا ظہور ہو جیسے رب العزت کا ارشاد ہے

وَنَضَعُ الْمَوَازِينَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيَامَةِ فَلَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْئًا وَإِنْ كَانَ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِنْ حَرْدَلٍ آتَيْنَاهَا وَكَفَىٰ بِنَاحِسِينَ“ (سورۃ الانبیاء آیت ۲۷ پارہ ۱۷)

اور ہم قیامت کے دن انصاف کی ترازوئیں کھڑی کریں گے پس کسی پر ایک ذرہ بھی ظلم نہ ہوگا اور اگر رائی کے دانے کے برابر بھی کسی کا عمل ہوگا تو ہم اسکو لے آئیں گے اور ہم کافی ہیں حساب کرنے کو۔

دوسری جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے ”وَالْوِزْنَ بِمِثْقَالِ الْحَقِّ فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِينُهُ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ وَمَنْ خَفَّتْ مَوَازِينُهُ فَأُولَٰئِكَ الَّذِينَ خَسِرُوا أَنفُسَهُمْ بِمَا كَانُوا بِآيَاتِنَا يَظْلِمُونَ“ (سورۃ الاعراف آیت ۸-۹ پارہ ۸)

وزن اس دن حق ہوگا جن کے میزان بھاری ہوئے پس وہی فلاح پانے والے ہیں اور جن کے میزان ہلکے ہوئے یہ وہی لوگ ہیں جنہوں نے اپنے آپکو خسارے میں ڈالا اس واسطے کہ وہ ہماری آیتوں کا انکار کرتے تھے۔

فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِينُهُ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ وَمَنْ خَفَّتْ مَوَازِينُهُ فَأُولَٰئِكَ الَّذِينَ خَسِرُوا أَنفُسَهُمْ فِي جَهَنَّمَ خَالِدُونَ“ (سورۃ الاعراف آیت ۱۰۲-۱۰۳ پارہ ۱۸)

پس جسکے عملوں کے تول بھاری ہوئے پس یہی لوگ ہیں فلاح پانے والے اور جسکے عملوں کے تول ہلکے نکلے پس یہی لوگ ہیں جنہوں نے اپنے نفسوں کو خسارے میں ڈالا، اور وہ دوزخ میں ہمیشہ رہیں گے،

معتزلہ کارو:۔ کہ ہم میزان پر ایمان رکھتے ہیں، یہاں سے امام طحاوی معتزلہ کارو کر رہے ہیں جنہوں نے وزن اعمال کا انکار کیا ہے وہ اشکال کرتے ہیں

اشکال (۱):۔ وہ اشکال یہ کرتے ہیں کہ اعمال تو اعراض ہیں اور اعراض کا وزن اور قرار اور بقاء نہیں ہوتا،

جواب:۔ اللہ تعالیٰ کے لئے کوئی مشکل نہیں وہ اعراض کو اجسام بنا سکتا ہے جیسے آج کل جدید سائنس نے اس اشکال کو حل کر دیا ہے جیسے گرمی، سردی، اعراض میں سے ہیں لیکن اسکو مایا جاتا ہے اور آواز جو اعراض کے قبیل سے ہے اسے ریکارڈ کی شکل میں محفوظ کیا جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ کے لیے اعراض کو اجسام کی شکل دیکر میزان میں تولنا کونسا مشکل ہے یا صحائف اعمال تو لے جائیں گے اور صحائف اعمال از قبیل اجسام ہیں،

اشکال (۲):۔ دوسرا اشکال یہ کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کو بغیر کئے بندوں کے اعمال معلوم ^{وزن} ہیں لہذا اللہ تعالیٰ کے لئے ایسی صورت میں وزن کرنا بے فائدہ اور عبث کام ہے

جواب:۔ اللہ تعالیٰ کو اعمال کی مقدار معلوم ہونے کے باوجود وزن کرنا اتمام حجت کے لئے ہو یا بطور ثبوت کے مجرموں کے اعمال کا وزن کیا جائے تاکہ وہ کسی بات کا انکار نہ کر سکیں۔

محمد اصغر علی ہونہا اللہ عنہ

فاضل دارالعلوم فیصل آباد و فاضل عربی،

استاذ الحدیث جامعہ اسلامیہ عربیہ مدنی ٹاؤن غلام محمد آباد فیصل آباد پاکستان

جنت اور جہنم کا بیان

وَالْجَنَّةُ وَالنَّارُ مَخْلُوقَاتَانِ لَا يَفْتِيَانِ وَلَا يَبِيدَانِ. وَإِنَّ اللَّهَ تَعَالَى خَلَقَ الْجَنَّةَ وَالنَّارَ وَخَلَقَ لَهُمَا أَهْلًا لَمَنْ شَاءَ إِلَى الْجَنَّةِ أَدْخَلَهُ فَضْلًا مَنَّهُ وَمَنْ شَاءَ مِنْهُمْ إِلَى النَّارِ أَدْخَلَهُ عَذَابًا مَنَّهُ. وَكُلُّ يَعْصِلُ لِمَا قَدْ فَرَّغَ مِنْهُ وَصَاتِرًا إِلَى مَا خَلَقَ لَهُ. وَالْخَيْرُ وَالشَّرُّ مُقَدَّرَانِ عَلَى الْعِبَادِ، وَالْإِسْطَاعَةُ الَّتِي يَجِبُ بِهَا الْفِعْلُ مِنْ نَحْوِ التَّوْفِيقِ الَّذِي لَا يَجُوزُ أَنْ يُوصَفَ الْمَخْلُوقُ بِهَا كَوْنًا مَعَ الْفِعْلِ وَأَمَّا الْإِسْطَاعَةُ مِنَ الصِّحَةِ وَالْوُسْعِ وَالتَّمَكُّنِ وَسَلَامَةِ الْأَلَاتِ فَهِيَ قَبْلَ الْفِعْلِ وَبِهَا يَتَعَلَّقُ الْخِطَابُ وَهُوَ كَمَا قَالَ اللَّهُ تَعَالَى ﴿لَا يُكَلِّفُ اللَّهُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا﴾

ترجمہ: جنت اور جہنم دونوں پیدا کی ہوئی ہیں ان دونوں پر فنا اور ہلاکت نہیں آئے گی اور اللہ تعالیٰ نے جنت اور جہنم کو پیدا فرمایا اور ان دونوں کے اہل بھی پیدا کیے پس جسکو چاہے گا جنت میں داخل کریگا یہ اسکا فضل ہے، اور جسکو چاہے گا جہنم میں داخل کریگا یہ اس کا عدل ہے، اور ہر شخص وہی عمل کرتا ہے جس کے کرنے کے بارے میں اللہ تعالیٰ فارغ ہو چکے ہیں اور ہر ایک اسی کی طرف لوٹنے والا ہے جسکے لیے اسکو پیدا کیا گیا ہے خیر اور شر دونوں بندوں کے حق میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقدر ہیں،

اور استطاعت وہ ہے جسکے ساتھ فعل واجب ہوتا ہے اسکی توفیق سے ہے یہ وہ توفیق ہے کہ مخلوق کو اسکے ساتھ متصف نہیں کیا جاسکتا یہ استطاعت فعل کے ساتھ مقارن ہوتی ہے اور ایک استطاعت وہ ہے جو صحت اور کام کرنے کی وسعت اور قدرت اور آلات کی سلامتی سے ہے اور یہ استطاعت فعل سے پہلے ہوتی ہے اور اسکے ساتھ خطاب متعلق ہوتا ہے اور وہ جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اللہ تعالیٰ کسی نفس کو اسکی طاقت سے بڑھ کر تکلیف نہیں دیتا۔

تجزیہ عبارت:۔ مذکورہ عبارت میں امام طحاویؒ جنت اور جہنم کے موجود ہونے کو اور ان پر ہلاکت اور فنا نہ آنا اور ان دونوں کے اہل کو بیان کیا ہے اور ساتھ استطاعت کی دو قسمیں بیان کی ہیں۔

تشریح

قوله: وَالْجَنَّةُ وَالنَّارُ مَخْلُوقَتَانِ لَا يَفْنِيَانِ وَلَا يَبِيدَانِ

یہاں سے امام طحاویؒ جنت اور جہنم کے متعلق عقیدہ بتاتے ہیں کہ جنت اور جہنم دونوں پیدا کی ہوئی ہیں ان دونوں پر فنا اور ہلاکت نہیں آئے گی ان دونوں کو اللہ تعالیٰ ہمیشہ رکھے گا اور اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا کرنے سے پہلے ہی جنت اور جہنم کو پیدا کیا ہے اور جنت اور جہنم کے اہل بھی پیدا کیے ہیں جسکو وہ چاہے گا جنت میں داخل کریگا یہ اس کا فضل ہوگا اور جسکو چاہے گا جہنم میں داخل کریگا یہ اس کا عدل ہوگا اور انسان وہی اعمال کرتا ہے جسکے کرنے کے بارے میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے فراغت ہو چکی کہ اللہ تعالیٰ تقدیر میں لکھ چکے کہ فلاں قسم کے اعمال کریگا اور ہوا ایک اسی کی طرف لوٹنے والا ہے جس کے لیے اسکو پیدا کیا گیا خیر اور شر دونوں بندوں کے لیے تقدیر میں لکھی گئی ہیں باقی تقدیر کا مسئلہ تفصیل سے پہلے بیان ہو چکا ہے

معتزلہ کا رد:۔ یہاں سے امام طحاویؒ اکثر معتزلہ کا رد کرتے ہیں جن کا مذہب یہ ہے کہ جنت اور جہنم ابھی موجود نہیں بلکہ قیامت کے دن پیدا کی جائیں گی امام طحاویؒ فرماتے ہیں کہ جنت اور جہنم پیدا ہو چکی ہیں اس پر دلیل حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت حواء علیہا السلام کا قصہ ہے کہ انکو جنت میں ٹھہرایا گیا جیسے رب العزت کا ارشاد ہے

(۱) "وَقُلْنَا يَا آدَمُ اسْكُنْ أَنْتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ وَكَلَامِنَهَا رَغَدًا حَيْثُ شِئْتُمَا"

(سورۃ البقرۃ آیت ۳۵ پارہ ۱) اور ہم نے کہا اے آدمؑ رہا کرتا اور تیری بیوی جنت میں دونوں کھاؤ اس

میں سے جو چاہو جہاں کہیں سے چاہو،

دوسری جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے ”وَمَسَارِعُوَالى مَغْفِرَةٍ مِّن رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمَوَاتُ وَالْأَرْضُ أُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِينَ“ (سورۃ آل عمران آیت ۱۰۳ پارہ ۴)

اور تم دوڑو اپنے رب کی بخشش کی طرف اور اس جنت کی طرف جس کا عرض آسمان اور زمین کے برابر ہے جو تیار کی گئی پر ہمہ نگاروں کے واسطے،

تیسری جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے ”فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِى وَقُودُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ أُعِدَّتْ لِلْكَافِرِينَ“ (سورۃ البقرۃ آیت ۲۴ پارہ ۱)

تم ڈرو اس آگ سے جس کا پودہ من لوگ اور پتھر ہو گئے جو کافروں کے لئے تیار کی گئی ہے

قوله: وَالْجَنَّةُ وَالنَّارُ مَخْلُوقَتَانِ لَا يَفْنِيَانِ اِلَّا

جنت اور جہنم دائمی ہیں اور فرقہ جمہیہ کا رد: اب انکا عقیدہ یہ ہے کہ جنت اور جہنم

اور انکے اہل سب فنا ہو جائیں گے امام طحاوی انکار کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ جنت جہنم پر فنا اور ہلاکت نہیں آئیگی اور اللہ تعالیٰ جنت اور جہنم اور انکے اہل کو ہمیشہ رکھے گا،

جیسے رب العزت کا ارشاد ہے:-

(۱) جَزَاؤُهُمْ عَسَلَرَبِّهِمْ جَنَّتٌ عَدْنٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ

فِيهَا أَبَدًا“ (سورۃ البقرۃ آیت ۸ پارہ ۳۰)

بدلہ ہے انکے رب کے پاس باغات ہیں پھل کی، چل رہی ہوگی انکے نیچے سے نہریں ہمیشہ رہیں گے اس میں۔

دوسری جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے ”إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ وَالْمُشْرِكِينَ فِي نَارِ

جَهَنَّمَ خَالِدِينَ فِيهَا أُولَئِكَ هُمْ شَرُّ الْبَرِيَّةِ“ (سورۃ البقرۃ آیت ۶ پارہ ۳۰)

کہ بے شک جن لوگوں نے کفر کیا اہل کتاب اور مشرکین میں سے جہنم کی آگ میں ہو گئے ہمیشہ

رہیں اس میں اور یہ لوگ مخلوق میں بدتر ہو گئے۔

ایسی بے شمار آیات اور احادیث جنت اور اہل جنت اور جہنم اور اہل جہنم کے ہمیشہ رہنے پر دلالت کرتی ہیں جمیہ، کا قول قرآن وحدیث اور اجماع کے سراسر خلاف ہے انکے پاس جنت اور جہنم کے فنا ہونے کے بارے میں کوئی احتمالی دلیل بھی موجود نہیں چہ جائیکہ انکے پاس حجتِ قاطعہ موجود ہو۔

قوله: وَالْإِسْطَاعَةُ الَّتِي يَجِبُ بِهَا الْفَعْلُ مِنْ نَحْوِ التَّوْفِيقِ

استطاعت کی دو قسمیں

استطاعت کہتے ہیں کام کرنے کی طاقت اور قدرت کا حاصل ہونا اسکی دو قسمیں ہیں

پہلی قسم:۔ وہ قدرت اور طاقت جو اللہ تعالیٰ نے ہر بندے میں رکھی ہے جسکے سبب سے بندہ افعال اختیار یہ کرتا ہے اگر یہ قدرت نہ ہو تو افعال اختیار یہ نہ کر سکے یہ استطاعت ایسی ہے جس کے ساتھ فعل واجب ہوتا ہے یہ اللہ تعالیٰ کی توفیق سے ہوتا ہے یہ توفیق وہ ہے کہ مخلوق اسکے ساتھ موصوف نہیں ہو سکتی، یعنی توفیق مخلوق کی صفت اور انکا کام نہیں یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مخلوق کو نصیب ہوتی ہے اور یہ استطاعت فعل کے ساتھ مقارن ہوتی ہے، یعنی بندہ اگر کسی نیک کام کرنے کا ارادہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسکو اس نیک کام کرنے کی قدرت عطا کرتا ہے اور اسی وقت اگر برے کام کا ارادہ کرتا ہے تو اسکو اس برے کام کی قدرت بخشتا ہے مثلاً اگر چور چوری کا ارادہ کرتا ہے اللہ تعالیٰ اسکو قدرت دے دیتا ہے گویا کہ اس چور نے نیک کام کی استطاعت کو زائل کر دیا اگر وہ چوری نہ کرتا بلکہ نماز کا قصد کرتا تو اسکو نماز کی قدرت عطا ہوتی اسی وجہ سے بندہ افعال قبیح میں ذم اور عقاب کا مستحق ہے اور افعال خیر میں مدح اور ثواب کا مستحق ہے۔

دوسری قسم:۔ یہ ہے کہ اسباب و آلات کا سلامت ہونا اور صحت و تندرستی کا ہونا اور یہ

استطاعت فعل سے پہلے ہوتی، لہذا جو شخص جس چیز کے آلات و اسباب نہیں رکھتا اسکو اس کام کی استطاعت نہیں ہے، لہذا اللہ تعالیٰ اس بندے کو اس کام کے کرنے کا حکم نہیں دیتا، اور جس چیز کے اسباب و آلات رکھتا ہے اسکو کام کرنے کی استطاعت حاصل ہے لہذا اللہ تعالیٰ بندے کو اس کام کے کرنے کا حکم دیتا ہے اس استطاعت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا خطاب متعلق ہوتا ہے،

جیسے رب العزت کا ارشاد ہے لَا يُكَلِّفُ اللَّهُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ“ (سورۃ البقرۃ آیت ۲۸۶ پارہ ۳)

کہ اللہ تعالیٰ کسی نفس کو اسکی طاقت سے بڑھ کر تکلیف نہیں دیتا،

دوسری جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے ”وَلِلَّهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ مَسِيلًا“ (سورۃ آل عمران آیت ۹۷ پارہ ۴)

اور لوگوں پر اللہ تعالیٰ کے لئے بیت اللہ کا حج ہے جو شخص اسکی طرف راستہ چلنے کی استطاعت رکھتا ہو،

تیسری جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے ”فَاتَّقُوا اللَّهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ“ (سورۃ التھان آیت ۱۶ پارہ ۲۸)

تم اللہ تعالیٰ سے ڈرو جتنی تم استطاعت رکھتے ہو۔

وَأَعْمَالُ الْعِبَادِ هِيَ بِخَلْقِ اللَّهِ تَعَالَى وَكَسْبٍ مِنَ الْعِبَادِ وَلَمْ يُكَلِّفَهُمُ إِلَّا مَا يُطِيقُونَهُ، وَلَا يُطِيقُونَ إِلَّا مَا كَلَّفَهُمْ وَهُوَ حَاصِلُ تَفْسِيرِ قَوْلٍ ”لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ“ نَقُولُ لَا حِيلَةَ وَلَا حِرْكََةَ لِأَحَدٍ عَنِ مَعْصِيَةِ اللَّهِ إِلَّا بِمَعُونَةِ اللَّهِ وَلَا قُوَّةَ لِأَحَدٍ عَلَى إِقَامَةِ طَاعَةِ وَالتَّبَاتِ عَلَيْهَا إِلَّا بِتَوْفِيقِ اللَّهِ وَكُلُّ شَيْءٍ يَجْرِي بِمَشِيئَةِ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ وَعِلْمِهِ وَقَضَائِهِ وَقَدَرِهِ غَلَبَتْ مَشِيئَتُهُ الْمَشِيئَاتِ كُلَّهَا وَغَلَبَ قَضَاؤُهُ الْحِيلَ كُلَّهَا يَفْعَلُ مَا يَشَاءُ وَهُوَ غَيْرُ ظَالِمٍ أَبَدًا تَقَدَّسَ عَنْ كُلِّ سُوءٍ وَتَنَزَّاهُ عَنْ كُلِّ عَيْبٍ وَشَيْنٍ لَا يُسْتَلُّ عَمَّا يَفْعَلُ وَهُمْ يُسْتَلُونَ، وَفِي دُعَاءِ الْأَحْيَاءِ لِلْأَمْوَاتِ

وَصَدَقْتِهِمْ مَنفَعَةً لِّلْأَمْوَاتِ، وَاللَّهُ تَعَالَى يَسْجِبُ الدَّعَوَاتِ وَيَقْضِي الْحَاجَاتِ، وَيَمْلِكُ كُلَّ شَيْءٍ وَلَا يَمْلِكُهُ شَيْءٌ وَلَا يَسْتَعْنِي عَنِ اللَّهِ طَرْفَةَ عَيْنٍ وَمَنِ اسْتَعْنَى عَنِ اللَّهِ طَرْفَةَ عَيْنٍ فَقَدْ كَفَرَ وَكَانَ مِنْ أَهْلِ الْخُسْرَانِ وَإِنَّ اللَّهَ تَعَالَى يَغْضِبُ وَيَرْضَى لَا كَا حِدٍ مِنَ الْوَرَى.

ترجمہ:- اور بندوں کے افعال یہ اللہ تعالیٰ کے پیدا کرنے کے ساتھ ہیں اور بندوں کا کسب ہیں اور اللہ تعالیٰ نے بندے کو اسی چیز کا مکلف بنایا ہے جسکی وہ طاقت رکھتا ہے اور بندہ طاقت نہیں رکھتا مگر اسی قدر اسکو تکلیف دی گئی ہے اور یہی حاصل ہے لاحول ولا قوۃ الا باللہ کے قول کی تفسیر کا، تو یوں کہتا ہے کسی کے لئے کوئی حیلہ اور حرکت نہیں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے رکنے کی مگر اللہ تعالیٰ کی اعانت کے ساتھ، اور کسی کے لئے کوئی طاقت حاصل نہیں اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنے پر اور اس پر ثابت قدم رہنے پر مگر اللہ تعالیٰ کی توفیق کے ساتھ، ہر چیز اللہ عزوجل کی مشیت اور اسکے علم اور اسکے فیصلے اور اسکی تقدیر کے ساتھ چلتی ہے، اسکی مشیت تمام مشیوں پر غالب ہے اور اسکا فیصلہ تمام حیلوں اور تدبیروں پر غالب ہے وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے اور وہ قطعاً کسی پر ظلم نہیں کرتا وہ پاک ہے ہر برائی سے اور وہ منزہ ہے ہر عیب سے اور اس چیز سے جو اسکو عیب دار کرے اور جو وہ کرتا ہے اس سے اسکے بارے میں سوال نہیں کیا جاسکتا اور مخلوق سے سوال کیا جائے گا۔

اور زندہ لوگوں کے دعاء کرنے اور صدقات دینے میں مردوں کے لئے فائدہ ہے اور اللہ تعالیٰ ہی دعاؤں کو قبول فرماتا ہے اور تمام حاجتوں کو پورا کرتا ہے اور وہی ہر چیز کا مالک ہے اور کوئی چیز اسکی مالک نہیں اور اللہ تعالیٰ سے آنکھ جھپکنے کے برابر بھی بے پروائی نہیں کی جاسکتی اور جس نے آنکھ جھپکنے کے برابر بھی اللہ تعالیٰ سے بے پروائی اختیار کی پس تحقیق اس نے کفر کیا اور خسارہ پانے والوں میں ہو اور اللہ تعالیٰ ناراض ہوتے ہیں اور خوش ہوتے ہیں لیکن مخلوق کی طرح نہیں،

تجزیہ عبارات :- مذکورہ عبارت میں مصنف نے اس بات کو ثابت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ افعال کے خالق ہیں اور بندہ کا سب سے اور بندوں کو جو مکلف بنایا ہے انکی طاقت کے بقدر اور ساری دنیا کا نظام اللہ تعالیٰ کی مشیت اور علم کے مطابق چل رہا ہے اور انکی مشیت ہر چیز پر غالب ہے اور ساتھ ساتھ اس بات کو ثابت کیا ہے کہ زندگیوں کے اعمال سے مردوں کو قائدہ پہنچتا ہے اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کے مالک ہیں اور اس سے استغناء اور بے پروائی برتنا دینا اور آخرت میں خسران کا ذریعہ ہے۔

تشریح

قوله: وَالْأَعْمَالُ الْعِبَادُ هِيَ بِخَلْقِ اللَّهِ تَعَالَى وَتَكْسِبُ مِنَ الْعِبَادِ

بندوں کے افعال کے خالق اللہ تعالیٰ ہیں

یہاں سے امام طحاوی اس بات کو ثابت کرتے ہیں کہ بندوں کے افعال کے خالق اللہ تعالیٰ ہیں اور افعال کو اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے اور بندوں کے افعال اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہیں اور بندے انکا اکتساب کرتے ہیں اور کسب کرنا بندوں کا فعل ہے۔

معتزلہ اور جبریہ کا رد :- مذکورہ عبارت میں امام طحاوی معتزلہ اور جبریہ کا رد کرتے ہیں، معتزلہ کہتے ہیں کہ بندے کے جو افعال اختیار یہ ہیں مثلاً ایمان اور کفر، طاعت اور معصیت، نیکی اور بدی بندہ خود ان افعال کا خالق اور موجد ہے اللہ تعالیٰ کی قدرت کو اس میں کوئی دخل نہیں۔ جبریہ کہتے ہیں بندہ افعال اختیار یہ میں مجبور محض ہے بندہ کو کسب کا بھی دخل نہیں، بندہ اپنے افعال کا نہ کاسب ہے اور نہ خالق۔

اہل سنت و الجماعت نہ تو معتزلہ کی طرح اللہ تعالیٰ کو بالکل بے دخل مانتے ہیں اور نہ جبریہ کی طرح

بندہ کو مجبور محض مانتے ہیں کہ بندہ کی قدرت اور اختیار کا کوئی دخل نہ ہو، بلکہ اہل سنت والجماعت کہتے ہیں کہ بندوں کے افعال اختیار یہ جو ہیں یہ اللہ تعالیٰ اور بندہ دونوں کی قدرت سے وجود میں آتے ہیں، اللہ تعالیٰ کی قدرت کا تعلق خلق سے ہے کہ اللہ تعالیٰ بندوں کے افعال کے خالق ہیں اور بندہ کی قدرت کا تعلق کسب سے ہے کہ بندہ اپنے افعال کا کاسب ہے یعنی بندہ اگر برے کام کا ارادہ اور کسب کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسکی کیفیت پیدا کر دیتا ہے اور اگر بندہ اچھے کام کا ارادہ اور کسب کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اچھے کام کی کیفیت پیدا کر دیتا ہے۔

معتزلہ کا استدلال:- اگر اللہ تعالیٰ کو خالق کہا جائے تو کفر و شرک، زنا، چوری وغیرہ کا خالق اللہ تعالیٰ ہے تو ایک قبیح چیز کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف لازم آئے گی جو اللہ تعالیٰ کی شان میں بے ادبی ہے،

الزمامی جواب:- بندہ جن آلات و اسباب سے گناہ کرتا ہے انکا خالق تم بھی اللہ تعالیٰ ہی کو مانتے ہو اور جن اعضاء اور جوارح سے بندہ گناہ کرتا ہے انکا خالق بھی تم اللہ تعالیٰ ہی کو مانتے ہو کیا یہ بے ادبی نہیں؟ لہذا جو ابکم ہو جو ابنا

تحقیقی جواب:- خلق قبیح، قبیح نہیں ہے بلکہ کسب قبیح، قبیح ہے، خلق کا معنی اخذات الاستیطاق عینی العبد، بندہ میں طاقت کا پیدا کر دینا اور کسب کا معنی ہے استعمال الاستیطاق الایستیطاق المحدث، اس پیدا کی ہوئی طاقت کو استعمال کرنا، دونوں کے احکام الگ الگ ہیں کسب خیر محمود ہے اور کسب شر مذموم ہے لیکن خلق خواہ کسی چیز کا ہو وہ خالق کا کمال ہے خلق خیر بھی محمود ہے اور خالق کا کمال ہے خلق شر بھی محمود ہے اور یہ بھی خالق کا کمال ہے جیسے نیزہ اور تلوار کا بنانا یہ بنانے والے کا کمال ہے البتہ اگر انکو اچھی جگہ استعمال کیا جائے تو خیر ہے اگر بری جگہ استعمال کیا جائے تو شر ہے، قبیح استعمال اور کسب کی وجہ سے بن رہا ہے نیزہ اور تلوار کا بنانے والا تو ہر حال

میں باکمال سمجھا جائے گا، اسی طرح اللہ تو افعال کے خالق ہیں تو ہر حال میں انکا کمال ہے بلکہ خلق
شر میں حکمتیں مخفی ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ حکیم ہیں انکا کوئی فعل حکمت سے خالی نہیں ہو سکتا باغیچہ
میں پھول مختلف رنگوں والے ہی زینت دیا کرتے ہیں جیسے ذوق شاعر نے کہا ہے

گہنائے رنگارنگ سے ہے رونق چمن

اے ذوق اس جہاں کو ہے زیب اختلاف سے ﴿

تو خیر و شر کے نمونے خالق کی قدرت ہیں اور حسن عالم کا باعث ہیں، قبیح کسب کیوجہ سے بن
رہا ہے تو نتیجہ یہ نکلا خلق قبیح، قبیح نہیں بلکہ کسب قبیح قبیح ہے،

جبریہ کا استدلال:- جبریہ کہتے ہیں بندہ میں کسی درجہ کا اختیار نہیں اور نہ ہی کسی درجہ کی
قدرت ہے یہ مجبور محض ہے کیونکہ اللہ رب العزت کا ارشاد ہے ”مَا تَشَاءُونَ إِلَّا أَنْ يَشَاءَ
اللَّهُ“ (سورہ بقرہ آیت ۲۹ پارہ ۳۰)

نہیں تم چاہتے مگر جو اللہ تعالیٰ چاہیں، اسلئے یہ کہتے ہیں ہماری مشیت ختم اور قدرت و ارادہ ختم ہے
اور ہم مجبور محض ہیں۔

جبریہ کی تردید:- جبریہ کا مذہب انتہائی کمزور ہے یہ وجدان صریح کے بھی خلاف ہے
اور نصوص کے بھی، انسان اپنے وجدان میں بھی اپنے آپکو مختار سمجھتا ہے انسانی وجدان کا فیصلہ یہ
ہے کہ بندے کے اختیار سے افعال ہو رہے ہیں مثلاً اٹھنا، بیٹھنا، چلنا، پھرنا، سونا، جاگنا یہ سب
اپنے اختیار سے ہو رہے ہیں انسان میں اختیار کا ہونا اتنا واضح ہے کہ حیوانات تک سمجھتے ہیں کہ
انسان میں اختیار موجود ہے مثلاً آپ نے کتے کو پتھر یا لاشی ماری تو کتا پتھر یا لاشی کے درپے
ہونے کی بجائے مارنے والے سے انتقام کے درپے ہوتا ہے وہ سمجھتا ہے کہ لاشی مجبور محض ہے
بندہ مختار ہے۔

یہ مذہب نصوص کے بھی خلاف ہے کیونکہ قرآن پاک میں آتا ہے ”لَا يَكْلِفُ اللَّهُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا“ (سورۃ البقرۃ آیت ۲۸۶ پارہ ۳) آدمی میں جس قدر وسعت اور اختیار ہوتا ہے اسی کے مطابق اسکو مکلف بنایا جاتا ہے اگر اس میں وسعت اور اختیار نہ مانا جائے تو شریعت کا لغو ہونا لازم آتا ہے اور مکلف ہونے کا مدار ہی اختیار پر ہے۔

اہل سنت والجماعت کا استدلال:۔ اہل سنت والجماعت نے افراط و تفریط کے مابین حد اعتدال اختیار کی ہے نہ تو معتزلہ کی طرح نصوص میں تحریفات کی ہیں اور نہ ہی جبریہ کی طرح وجدان کا بالکل انکار کیا ہے بلکہ ہمارے ہر فعل اختیاری میں ہمارے اپنے اختیار کا بھی دخل ہے جیسے وجدان صحیح کا فیصلہ ہے اور اللہ تعالیٰ کی قدرت اور مشیت کا بھی دخل ہے جیسا کہ نصوص بتلا رہی ہیں جیسے قرآن پاک میں ارشاد ہے ”وَاللَّهُ خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُونَ“

(سورۃ الصافات آیت ۹۶ پارہ ۲۳) دوسری جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے ”اللَّهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ“
(سورۃ الزمر آیت ۶۲ پارہ ۲۳) تیسری جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے ”وَمَا تَفْعَلُوا مِنْ خَيْرٍ يَعْلَمُهُ اللَّهُ“
(سورۃ البقرۃ آیت ۱۹۷ پارہ ۲)

قولہ: وَلَمْ يَكْلِفْهُمْ إِلَّا مَا يُطِيقُونَ، وَلَا يُطِيقُونَ إِلَّا مَا كَلَّفَهُمْ

انسان بقدر استطاعت مکلف ہے

یہاں سے امام طحاویؒ اس بات کو واضح کر رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے بندوں کو استطاعت کے بقدر مکلف بنایا گیا ہے بندوں کو اسی چیز کی تکلیف دی ہے جسکی وہ طاقت رکھتے ہیں، اور جس چیز کا بندہ کو مکلف بنایا ہے بندہ اسکی طاقت رکھتا ہے کیونکہ بندے اسی چیز کی طاقت رکھتے ہیں جسکی تکلیف اللہ تعالیٰ نے انکو دی ہے اور یہی تفسیر ہے ”لا حول ولا قوة الا باللہ“ کی یعنی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے بچنے کیلئے کوئی حیلہ اور تدبیر نہیں سوائے اللہ تعالیٰ کی انعامت اور نصرت کے، اور کسی اطاعت

کو کرنے اور اس پر ثابت قدم رہنے کے لئے کئی قوت اور طاقت نہیں سوائے اللہ تعالیٰ کی توفیق کے، اور ہر چیز اللہ تعالیٰ کی مشیت اور علم اور قضاء اور قدرت کے ساتھ جاری ہے اور اللہ تعالیٰ کی مشیت تمام مشیتوں پر غالب ہے اور اللہ تعالیٰ کا فیصلہ تمام حیلوں اور تمام تدبیروں پر غالب ہے وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے وہ قطعاً کسی پر کچھ ظلم اور زیادتی نہیں کرتا، وہ ہر برائی سے پاک ہے اور وہ ہر عیب سے اور ہر اس چیز سے جو اسکو عیب دار کر دے وہ اس سے منزہ ہے کیونکہ اسکی شان یہ ہے

”لَا يَسْتَلُ عَمَّا يَفْعَلُ وَهُمْ يُسْتَلُونَ“ (سورۃ الانبیاء آیت ۲۳ پارہ ۱۶)

جو کچھ وہ کرتا ہے اسکے بارے میں اس سے پوچھا نہیں جاسکتا اور مخلوق سے سوال کیا جائے گا، اسی کو رب العزت فرماتے ہیں ”إِنَّمَا أَمْرُهُ إِذَا أَرَادَ شَيْئًا أَنْ يَقُولَ لَهُ كُنْ فَيَكُونُ فَيَسْبُحُنَ أَلْحَمْدُ بِعِبَادِهِ مَلَكُوتٌ كُلِّ شَيْءٍ وَإِلَيْهِ تُرْجَعُونَ“ (سورۃ یسین آیت ۸۲-۸۳ پارہ ۲۳)

بیشک اسکا حکم یہی ہے کہ جب وہ کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے تو اسکے لیے کہتا ہے ہو جا تو وہ ہو جاتی ہے پس پاک ہے وہ اللہ تعالیٰ جسکے قبضے میں ہر چیز کی بادشاہی ہے اور اسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے۔

قوله: وَفِي دُعَاءِ الْأَحْيَاءِ لِلْأَمْوَاتِ وَصَدَقْتِهِمْ مَنَفَعَةً لِّلْأَمْوَاتِ،

مردوں کو دعا اور صدقات کا ثواب پہنچتا ہے

یہاں سے امام طحاوی فرماتے ہیں کہ زندہ لوگ مردوں کے بارے میں دعا کریں یا ایصالِ ثواب کسی نقلی عبادت کا کریں یا مردوں کے لئے صدقہ وغیرہ کریں تو اس سے مردوں کو فائدہ پہنچتا ہے۔

اہل سنت والجماعت کا مذہب:- اہل سنت والجماعت کا اس پر اتفاق ہے کہ مردوں کو دو صورتوں میں ثواب پہنچتا ہے پہلی صورت یہ ہے اپنے لیے صدقہ جاریہ چھوڑ گی ہو

اس کا ثواب مرنے کے بعد بھی اسکو پہنچتا رہتا ہے۔

دوسری صورت یہ ہے کہ زندہ لوگوں کا مردوں کے لیے دعاء کرنا، استغفار کرنا، صدقہ خیرات کرنا، اور نفل نماز، روزہ وغیرہ کا ایصال ثواب کرنا اور قرآن پاک کی تلاوت کا ایصال ثواب کرنا اس سے مردوں کو ثواب پہنچتا ہے یہ قرآن وحدیث اور اجماع سے ثابت ہے۔

معتزلہ کا مذہب اور دلیل:۔ معتزلہ کا مذہب یہ ہے کہ زندوں کے اعمال سے مردوں کو کوئی فائدہ نہیں پہنچتا اور نفل عبادت سے اور صدقہ خیرات سے اور تلاوت قرآن پاک کرنے سے مردوں کو کوئی ثواب اور فائدہ نہیں پہنچتا انکا استدلال قرآن پاک کی اس آیت سے ہے "وَأَنْتَ لَيْسَ لِلْإِنْسَانِ إِلَّا مَا سَعَى" (سورۃ النجم آیت ۳۹ پارہ ۲۷)

اور یہ کہ آدمی کو وہی ملتا ہے جو اس نے کمایا، کہ ہر شخص اپنے کسب میں مرہون و مقید ہے اور ہر انسان کو اپنے عمل کی جزا ملتی ہے نہ کہ دوسرے کے عمل کی، اور قضاء بدلتی نہیں اگر کسی انسان کے عذاب کا فیصلہ ہوگا تو وہ زندہ کے ایصال ثواب سے قضائے الہی بدل نہیں سکتی۔

اہل سنت والجماعت کے دلائل

پہلی دلیل:۔ رب العزت کا ارشاد ہے "وَالَّذِينَ جَاءُوا مِن بَعْدِهِمْ يَقُولُونَ

رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِأَخْوَانِنَا الَّذِينَ سَبَقُونَا بِالْإِيمَانِ" (سورۃ البقرہ آیت ۱۰ پارہ ۲۸)

اور وہ لوگ جو آئے بعد آئے وہ دعا کرتے ہیں اے ہمارے رب بخش ہم کو اور ہمارے ان بھائیوں کو جو ہم سے پہلے ایمان لائے،

معلوم ہوا زندوں کی دعا اور استغفار سے فائدہ پہنچے گا اسی لئے تو اس دعا کو قرآن پاک میں ذکر کیا گیا ہے،

دوسری دلیل: حضرت سعد بن عبادہ سے روایت ہے جسکا مفہوم یہ ہے

انہوں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول ﷺ سعدی والدہ فوت ہوگئی ہے اگر میں اسکی طرف سے صدقہ کروں تو کونسا صدقہ افضل ہوگا حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا پانی کا صدقہ، تو حضرت سعد بن عبادہ نے ایک کنواں کھودوایا اور فرمایا یہ ام سعد کے لیے وقف ہے (راہہ البخاری)

تیسری دلیل: حضرت عائشہ سے روایت ہے جسکا مفہوم یہ ہے کہ ایک شخص

حضور اقدس ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا اے اللہ کے رسول ﷺ میری والدہ اچانک فوت ہوگئی ہے اس نے کچھ وصیت نہیں کی، میرا خیال ہے اگر وہ کلام کرتی تو صدقہ کی کرتی اگر میں اسکی طرف سے صدقہ کروں تو اسکو ثواب ملے گا
حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا ہاں اسکو ثواب ملے گا (بخاری مسلم)

چوتھی دلیل: حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے

ارشاد فرمایا جسکا مفہوم یہ ہے کہ جب ابن آدم فوت ہو جاتا ہے تو اسکا اپنا عمل منقطع ہو جاتا سوائے تین چیزوں کے ”صَلَاتِهِ جَارِيَةً وَعِلْمٌ يَنْتَفَعُ بِهِ وَوَلَدٌ صَالِحٌ يَدْعُوهُ“ کہ صدقہ جاریہ چھوڑ کر جائے اور علم جس سے نفع اٹھایا جاتا ہو اور نیک اولاد اسکے لئے دعا کرے (راہہ مسلم)

پانچویں دلیل: وہ احادیث صحیحہ ہیں جو میت کے حق میں دعا کے متعلق

دارد ہوئی ہیں خصوصاً نماز جنازہ کی دعائیں اور میت کے لئے دعا کرنا اور سلف صالحین کا معمول چلا آ رہا ہے کہ میت کے لئے دعا کرتے ہیں اور اس پر اجماع ہے اگر اس میں مردوں کا کوئی نفع نہ ہوتا تو پھر دعا کا کوئی فائدہ نہ ہوتا جیسے قبرستان میں جانے کی دعا ”السَّلَامُ عَلَيْكُمْ يَا أَهْلَ الْقُبُورِ يَغْفِرُ اللَّهُ لَنَا وَلَكُمْ أَنْتُمْ سَلَفُنَا وَنَحْنُ بِالْآخِرِ“ (راہہ مسلم)

معتزلہ کی دلیل کا جواب :- معتزلہ نے جو دلیل دی ”وَإِنْ لَيْسَ لِلنَّاسِ إِلَّا مَا سَعَى“ (سورۃ النجم آیت ۳۹ پارہ ۲۷) اور یہ کہ آدمی کو وہی ملتا ہے جو اسے کمایا دوسرے کے اعمال سے مردہ کو فائدہ نہیں پہنچتا، اسکا جواب یہ ہے اس سعی سے مراد سعی ایمانی ہے کہ اگر ایمان کی دولت لیکر نہ مرا بلکہ کفر کی حالت میں مرا ہے تو زندہ کے اعمال سے اس کا فرسان کو کوئی فائدہ نہیں پہنچتا ہوگا باقی حضور اقدس ﷺ نے مردہ کیلئے دعا اور اسکی طرف صدقہ و خیرات کے نفع بخش ہونے کی خبر دی ہے تو اس پر ایمان لانا واجب ہے۔

قوله: وَاللَّهُ تَعَالَى يَسْتَجِيبُ الدَّعَوَاتِ وَيَقْضِي الْحَاجَاتِ

اللہ تعالیٰ بندوں کی دعائیں قبول فرماتا ہے انکی حاجتیں پوری کرتا ہے

فلاسفہ کا رو :- یہاں سے امام طحاویؒ ان فلاسفہ کا رد فرما رہے جو کہتے ہیں کہ دعا میں کچھ فائدہ نہیں اس لئے کہ مشیت الہی اگر مطلوب کے وجود کا تقاضا کرتی ہے تو دعا کی کیا ضرورت، اگر اللہ تعالیٰ کی مشیت ہی تقاضا نہیں کرتی تو پھر کچھ فائدہ نہیں۔

امام طحاویؒ انکے رد میں فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ بندوں کی دعائیں قبول فرماتا ہے اور انکی حاجتیں پوری کرتا ہے جیسے رب العزت کا ارشاد ہے

(۱) ”وَقَالَ رَبُّكُمْ ادْعُونِي أَسْتَجِبْ لَكُمْ“ (سورۃ المؤمن آیت ۶۰ پارہ ۲۳)

اور تمہارے رب نے فرمایا ہے تم مجھ سے دعا کرو میں تمہاری دعا قبول کرونگا

(۲) دوسری جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے ”إِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّي فَإِنِّي قَرِيبٌ أُجِيبُ

دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ“ (سورۃ البقرۃ آیت ۸۶ پارہ ۲)

جب میرے بندے تجھ سے میرے بارے میں پوچھیں سو میں تو قریب ہوں قبول کرتا ہوں

دعا مانگنے والے کی دعا کو جب مجھ سے دعا مانگے

(۳) حدیث میں آیا ہے ”اِنَّ رَبَّكُمْ حَمِيٌّ كَرِيْمٌ يَسْتَعْبِي مِنْ عَبْدِهِ اِذَا رَفَعَ يَدَيْهِ

اِلَيْهِ اَنْ يُرَدَّ هُمَا صَفْرًا“ (رواه الہدود والترمذی)

کہ حضور اقدس ﷺ کا ارشاد ہے تمہارا رب بڑا باحیا ہے کریم ہے جب بندہ اسکی طرف اپنے ہاتھ اٹھاتا ہے تو اسے انگوٹھی والہیں کرتے ہوئے حیا آتی ہے

قوله: وَيَمْلِكُ كُلَّ شَيْءٍ وَلَا يَمْلِكُهُ اِشْ

اللہ تعالیٰ کا کوئی مالک نہیں وہ ہر چیز کے مالک ہیں

یہاں سے امام طحاوی فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز کے مالک ہیں اور اسکا کوئی مالک نہیں اور اللہ تعالیٰ سے ہلک جھپکنے کے برابر بھی کسی طرح کسی قسم کی بھی بے نیازی اور بے پرواہی نہیں کی جاسکتی اور جو شخص آنکھ جھپکنے کے بقدر اللہ تعالیٰ سے استغناء اور بے پرواہی اختیار کرے گا وہ کافر ہے اور ہلاکت والوں میں سے ہوگا اللہ تعالیٰ ناراض ہوتا اور راضی ہوتا ہے لیکن ایسے نہیں جس طرح مخلوق ناراض یا خوش ہوتی ہے۔

جہمیہ کا رد:- یہاں سے امام طحاوی جہمیہ فرقہ کا رد کر رہے ہیں جنکا عقیدہ یہ کہ اللہ تعالیٰ رضا، غضب، محبت اور عداوت وغیرہ کی صفات کے ساتھ جتصف نہیں امام طحاوی انکار کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ناراض بھی ہوتے ہیں اور خوش بھی لیکن مخلوق کی طرح نہیں، اسی کو رب العزت اپنی مقدس کتاب میں بیان فرماتا ہے

(۱) ”لَقَدْ رَضِيَ اللَّهُ عَنِ الْمُؤْمِنِينَ إِذْ يُبَايِعُونَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ“

(سورۃ الفتح آیت ۱۸ پارہ ۲۶)

تحقیق اللہ تعالیٰ ان ایمان والوں سے راضی ہوا جنہوں نے درخت کے نیچے آپ ﷺ سے بیعت کی۔

(۲) دوسری جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے ”وَعَضِبَ اللَّهُ عَلَيْهِ وَلَعَنَهُ وَأَعَدَّ لَهُ

عَدَابًا عَظِيمًا“ (سورة النساء آیت ۹۲ پارہ ۵) •

اللہ تعالیٰ کا اس پر غضب اور لعنت ہے اور اسکے واسطے تیار کیا ہوا عذاب۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا بیان

وَنَحِبُّ أَصْحَابَ النَّبِيِّ ﷺ وَلَا نَفَرِي ط فِي حُبِّ أَحَدِيْنَهُمْ وَلَا تَعْبَرَاءُ مِنْ أَحَدِيْنَهُمْ، وَتُبْضُ مَنْ يُبْضُهُمْ وَبِعَمْرِ الْحَقِّ لَأَنْذَكُرُهُمْ وَنَرَى حُبَّهُمْ دِينًا وَإِيمَانًا وَاحْسَانًا وَ بُغْضُهُمْ كُفْرًا وَحِقَاقًا وَنِفَاقًا وَطُغْيَانًا.

وَتَبِثُ الْخُلَافَةَ بَعْدَ النَّبِيِّ ﷺ أَوْلَادِيْنِي بَكْرٍ الصَّلِيْبِي تَفَضِيْلًا وَتَقْدِيْمًا عَلَي جَمِيْعِ الْأُمَّةِ ثُمَّ لِعُمْرَانَ بْنِ عَفَانَ، ثُمَّ لِعَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ رِضْوَانِ اللَّهِ عَلَيْهِمْ أَجْمَعِيْنَ وَهُمْ الْخُلَفَاءُ الرَّاشِدُونَ وَالْأَيْمَةُ الْمَهْدِيُونَ الَّذِينَ قَضَوْا بِالْحَقِّ وَكَانُوا بِهِ يَعْدِلُونَ.

ترجمہ :- ہم حضور اقدس ﷺ کے تمام صحابہ کرام سے محبت کرتے ہیں اور ان میں سے کسی ایک کی محبت میں غلو اور زیادتی نہیں کرتے اور نہ ان میں سے کسی سے تمہری کرتے ہیں اور ہم ان لوگوں سے بغض رکھتے ہیں جو ان حضرات سے بغض رکھے اور حق اور خیر کے علاوہ ہم انکا ذکر نہیں کرتے اور ان حضرات سے محبت کرنا ہم دین اور ایمان اور احسان سمجھتے ہیں اور ان حضرات سے بغض رکھنا کفر اور بدعتی اور نفاق اور سرکشی سمجھتے ہیں اور ہم حضور اقدس ﷺ کے بعد تمام صحابہ کرام پر فضیلت دیتے ہوئے اور تمام امت پر مقدم سمجھتے ہوئے سب سے پہلے خلافت کا اثبات حضرت ابوبکر صدیق ؓ کے لئے کرتے ہیں پھر انکے بعد حضرت عمر بن خطاب ؓ کیلئے پھر حضرت عثمان بن عفان ؓ کیلئے پھر حضرت علی ؓ بن ابی طالب کے لیے اور یہ چاروں خلفائے راشدین ہیں اور ہدایت یافتہ ہیں جنہوں نے حق کے ساتھ فیصلے کیے اور اسی حق کے ساتھ عدل

کرتے تھے۔

تجزیہ عبارت:۔ مذکورہ عبارت میں امام طحاویؒ نے حضرات صحابہ کرامؓ سے محبت کو ذکر کیا ہے اور اس بات کو واضح کیا ہے کہ ہم ان حضرات میں سے کسی ایک کی محبت میں غلو نہیں کرتے اور ان حضرات سے محبت کرنا دین اور ایمان کی علامت ہے اور ان سے بغض رکھنا کفر و نفاق کی علامت ہے اور ساتھ ساتھ خلفائے اربعہ کی خلافت کو تریب واریمان کیا ہے۔

تشریح

قوله: وَنَحِبُّ اصْحَابَ النَّبِيِّ ﷺ وَلَا نَفِرُ طِيبُ حُبِّ اَحِبِّينَهُمْ وَلَا نَتَبَرَّأُ مِنْ اَحِبِّينَهُمْ،

حُبِّ صحابہؓ علامت ایمان ہے

اور بغض صحابہؓ علامت کفر و نفاق ہے

یہاں سے امام طحاویؒ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ کے تمام صحابہ کرامؓ سے ہم محبت کرتے ہیں اور ان میں سے کسی ایک کی محبت میں غلو اور زیادتی نہیں کرتے جیسا کہ شیعہ اور خارجیوں نے حضرت علیؓ کی محبت میں غلو کیا ہے اور ہم ان صحابہ کرامؓ میں سے کسی سے بھی بیزاری اور تبری نہیں کرتے جیسا کہ شیعہ نے اکثر صحابہ کرامؓ سے تبری ظاہر کی ہے اور ہم ان لوگوں سے بغض رکھتے ہیں جو حضرات صحابہ کرامؓ سے بغض رکھتے ہیں نیز ہم ان صحابہ کرامؓ کا ذکر خیر ہی کرتے ہیں اور حضرات صحابہ کرامؓ سے محبت کرنا ہم دین، ایمان اور احسان (جو اعلیٰ درجہ کی نیکی) سمجھتے ہیں اور ان حضرات سے بغض رکھنا کفر بدعتی، نفاق سمجھتے ہیں اور یہ سرکشی ہے۔

اسی کو اللہ رب العزت نے اپنی مقدس کتاب میں بیان فرمایا ہے

(۱) ”وَالسَّبِقُونَ الْأَوْلُونَ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ وَالَّذِينَ اتَّبَعُوهُمْ بِإِحْسَانٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ وَأَعَدَّ لَهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا ذَلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ“ (سورة التوبة آیت ۱۰۰ پارہ ۱۱)

اور جن لوگوں نے سبقت کی سب سے پہلے (ایمان لائے) مہاجرین اور انصار میں سے اور جنہوں نے اتباع کی نیکی کے ساتھ اللہ تعالیٰ راضی ہو ان سے اور وہ راضی ہوئے اس سے، اللہ تعالیٰ نے انکے لئے باغات تیار کئے ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں اور ہمیشہ رہیں گے ان میں، یہ بہت بڑی کامیابی ہے۔

(۲) دوسری جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے ”لَقَدْ رَضِيَ اللَّهُ عَنِ الْمُؤْمِنِينَ إِذْ بَايَعُوا نَكَ

تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِي قُلُوبِهِمْ فَأَنْزَلَ السَّكِينَةَ عَلَيْهِمْ وَاللَّهُ لَهُمُ فَتْحًا قَرِيبًا“ (سورة التوح آیت ۱۸ پارہ ۲۶) تحقیق اللہ تعالیٰ راضی ہوئے مؤمنین سے جس وقت انہوں نے آپ ﷺ کی بیعت کی درخت کے نیچے پس اللہ تعالیٰ نے جان لیا جو انکے دلوں میں تھا پس اللہ تعالیٰ نے اتارا سکینہ کو ان پر اور انعام دیا انکو ایک فتح نزدیک کا۔

(۳) تیسری جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے ”لَقَدْ تَابَ اللَّهُ عَلَى النَّبِيِّ وَالْمُهَاجِرِينَ

وَالْأَنْصَارِ الَّذِينَ اتَّبَعُوا فِي سَاعَةِ الْمَسْرَةِ مِنْ بَعْدِ مَا كَادَ يَزِيغُ قُلُوبَ فَرِيقٍ مِّنْهُمْ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ إِنَّهُ بِهِمْ رَءُوفٌ رَّحِيمٌ“ (سورة التوبة آیت ۱۱ پارہ ۱۱)

تحقیق اللہ تعالیٰ مہربان ہوا نبی کریم ﷺ پر مہاجرین اور انصار پر جو ساتھ رہے نبی کریم ﷺ کے ساتھ مشکل کی گھڑی میں بعد اسکے کہ قریب تھا دل پھر جائیں ان میں سے بعضوں کے، پھر مہربان ہوا ان پر بیشک وہ ان پر مہربان ہے رحم کرنے والا ہے۔

(۴) حدیث میں ہے کہ ”عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَعْقِلٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ اللَّهُ

اللَّهُ فِي أَصْحَابِي اللَّهُ اللَّهُ فِي أَصْحَابِي لَا تَتَّخِذُوا هُمْ غَرَضًا مِنْ بَعْدِي فَمَنْ أَحَبَّهُمْ

فَبِحَبِيٍّ أَحَبَّهُمْ وَمَنْ أَبْغَضَهُمْ فَبِغَضِيٍّ أَبْغَضَهُمْ وَمَنْ إِذَا هُمْ فَقَدْ إِذَانِي وَمَنْ إِذَا نِي
فَقَدْ آذَى اللَّهَ وَمَنْ آذَى اللَّهَ فَيُوشِكُ أَنْ يَأْخُذَهُ“ (رواه الترمذی)

حضرت عبداللہ بن مقفلؓ سے روایت ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا میرے صحابہ کے بارے میں اللہ سے ڈرو، میرے صحابہ کے بارے میں اللہ سے ڈرو، میرے بعد انکو نشانہ و ملامت نہ بناؤ، جس نے ان سے محبت کی تو اس نے میری محبت کی وجہ سے ان سے محبت کی اور جس نے ان سے بغض رکھا تو اس نے میرے ساتھ بغض رکھنے کے سبب انے بغض رکھا اور جس شخص نے انکو ایذا پہنچائی اس نے مجھے ایذا پہنچائی اور جس نے مجھے ایذا پہنچائی حقیقت اس نے اللہ تعالیٰ کو ایذا پہنچائی اور جس شخص نے اللہ تعالیٰ کو ایذا پہنچائی پس قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ اسکو پکڑے گا۔

(۵) عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ لَا تَسُبُّوا أَصْحَابِي فَلَوْ أَنَّ أَحَدَكُمْ أَنْفَقَ مِثْلَ أُحُدٍ ذَهَبًا مَا بَلَغَ مُذًا أَحَدِهِمْ وَلَا نَصِيفَهُ“ (رواه البخاری، مسلم)

حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم میرے صحابہ کو گالی نہ دو حقیقت یہ ہے کہ اگر تم میں سے کوئی شخص احد پہاڑ کے برابر سونا بھی اللہ کی راہ میں خرچ کر دے تو اسکا ثواب ایک مد (میان: کا نام ہے جس میں ایک سیر کے قریب ہو وغیرہ آتا ہے) یا آدھے مد کے ثواب کے برابر بھی نہیں پہنچ سکتا۔

(۶) عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ بُرَيْدَةَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ مَا مِنْ أَحَدٍ أَصْحَابِي يَمُوتُ بِأَرْضٍ الْأَبْعَثُ قَائِلًا أَوْ نُورًا أَلْهَمَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ“ (رواه الترمذی)

حضرت عبداللہ بن بریدہ اپنے والد موسیٰ اشعریؓ سے نقل کرتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میرے صحابہ میں سے جو جس زمین میں فوت ہوگا تو وہاں اپنی قبر سے اس حال میں اٹھایا جائیگا کہ قیامت کے دن اس علاقے والوں کے لئے جنت کی طرف قائم بن کر جانے والا ہوگا اور انکے لئے نور یعنی راستہ دکھانے والا ہوگا۔

(۷) عَنْ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِذَا رَأَيْتَهُمُ الَّذِينَ يَسُبُّونَ أَصْحَابِي فَقُولُوا الْعَنَةُ اللَّهُ عَلَىٰ شِرْكِكُمْ“ (رواه الترمذی)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب تم ان لوگوں کو دیکھو جو میرے صحابہؓ کو برا کہتے ہیں تو تم کہو تمہاری بری حرکت پر اللہ کی لعنت ہو۔ اسی طرح صحاح ستہ میں بے شمار صحابہؓ کے فضائل میں حضور اقدس ﷺ کے ارشادات ہیں اس لئے حضور اقدس ﷺ کے صحابہؓ سے محبت کرنا ایمان اور اسلام کی علامت ہے اور صحابہؓ کی شان میں گستاخی کرنا کفر و نفاق کی علامت ہے،

محمد اصغر علی اعجاز (اللہ بعنه)

فاضل دارالعلوم فیصل آباد و فاضل عربی،

استاذ الحدیث جامعہ اسلامیہ عربیہ مدنی ٹاؤن غلام محمد آباد فیصل آباد پاکستان

قوله وَثَبَّتِ الْخِلَافَةَ بَعْدَ النَّبِيِّ ﷺ أَوْلَادِيَّ بَكْرٍ الصِّدِّيقِ تَفْصِيلاً وَقَدْ نِمَّا عَلَيَّ
جَمِيعِ الْأُمَّةِ ثُمَّ لِعُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ

خلفائے راشدین کا بیان

یہاں سے امام طحاوی فرماتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ کے بعد ہم اولاً خلافت حضرت ابوبکرؓ کے لئے تسلیم کرتے ہیں انہیں تمام امت پر فضیلت دیتے ہیں اور مقدم سمجھتے ہیں پھر ہم حضرت ابوبکرؓ کے بعد حضرت عمرؓ کے لئے خلافت ثابت کرتے ہیں، پھر حضرت عمرؓ کے بعد حضرت عثمانؓ کے لئے خلافت ثابت کرتے ہیں، پھر حضرت عثمانؓ کے بعد حضرت علیؓ کے لئے خلافت ثابت کرتے ہیں اور یہ چاروں خلفائے راشدین ہیں اور ہدایت یافتہ ائمہ کرام ہیں جنہوں نے اپنے اپنے دور خلافت میں حق کے ساتھ فیصلے کیے اور اسکے ساتھ انصاف کرتے تھے۔

شیعہ پر رد:- یہاں سے امام طحاوی شیعہ پر رد کر رہے ہیں شیعہ یہ کہتے ہیں کہ خلافت میں پہلا نمبر حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ہے امام طحاوی انکار دہکتے ہوئے فرماتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ کے بعد تمام صحابہ پر فضیلت دیتے ہوئے اور تمام امت پر فضیلت دیتے ہوئے اور تمام امت پر مقدم سمجھتے ہوئے سب سے پہلے خلافت کا اثبات ہم حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے لئے کرتے ہیں،

کیونکہ حضور اقدس ﷺ کے وصال کے بعد صحابہ سقیفہ بنی ساعدہ میں جمع ہوئے ہزاع و مشورہ کے بعد سب کی رائے حضرت ابوبکرؓ کی خلافت پر متفق ہو گئی لہذا ابوبکرؓ کی خلافت پر سب کا اجماع ہو گیا اور چند دن توقف کے بعد حضرت علیؓ نے بھی مجمع عام میں حضرت ابوبکرؓ کے ہاتھ پر بیعت کی، اگر حضرت ابوبکرؓ کی خلافت حق نہ ہوتی تو صحابہ اس پر اتفاق نہ کرتے اور حضرت علیؓ حضرت ابوبکرؓ کی خلافت پر نزاع کرتے، نیز اگر حضرت علیؓ کی خلافت کے بارے میں کوئی نص ہوتی جیسا کہ شیعوں کا گمان ہے تو حضرت علیؓ خاموش نہ رہتے اور صحابہ کرامؓ پر حجت قائم کرتے اور صحابہ کے متعلق بھی یہ بات ناقابل تصور ہے کہ انہوں نے باطل پر اتفاق کیا ہو اور حضرت علیؓ کی خلافت کے بارے میں وارد ہونے والی نص پر عمل نہ کیا ہو۔

لہذا ساری بات کا حاصل یہ ہے کہ اگر ابو بکرؓ خلافت کے مستحق نہ ہوتے تو تمام صحابہ کرامؓ اکی خلافت پر اجماع نہ کرتے کیونکہ از روئے حدیث یہ امت کبھی باطل پر اجماع نہیں کرے گی خصوصاً صحابہ کرامؓ جو انبیاء علیہم السلام کے بعد تمام انسانوں سے افضل ہیں۔

اب حضرت ابو بکر صدیقؓ کے افضل اور خلیفہ اول ہونے پر پوری امت مسلمہ کا اجماع ہے اس لئے حضرت امام ابو حنیفہؒ نے شیخین کی فضیلت کو اہل سنت کی علامت قرار دیا ہے جیسا کہ حضرت امام ابو حنیفہؒ کا قول ہے

”أَنَّ تَفْضِيلَ الشَّيْخَيْنِ وَتُحِبُّ الْخَتَمَيْنِ وَتَرَى الْمَسْحَ عَلَى الْخُفَيْنِ“

حضرت ابو بکرؓ کے خلیفہ اول ہونے پر اشاراتِ نبوی ﷺ

(۱) عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ لَا يَنْبَغِي لِقَوْمٍ فِيهِمْ أَبُو بَكْرٍ أَنْ يُؤْتَهُمْ غَيْرُهُ“ (رواه الترمذی)

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا جس قوم میں ابو بکرؓ موجود ہوں ان کیلئے مناسب نہیں کہ انکی امامت ابو بکرؓ کے علاوہ کوئی اور شخص کرے۔

قَالَ سَيِّدِنَا عَلِيُّ الْمُرْتَضَى قَدَّمَكَ رَسُولُ اللَّهِ فِي أَمْرٍ دِينِنَا فَمَنْ أَلْدَى يُؤَخَّرَكَ فِي دُنْيَانَا“ (ماہی شہود)

حضرت علیؓ نے حضرت ابو بکرؓ کو مخاطب کر کے فرمایا تھا کہ جب حضور اقدس ﷺ نے آپ کو یعنی نماز کا امام بنا کر ہمارے دین کا پیشوا بنا دیا ہے تو پھر ہماری دنیا کے معاملہ یعنی خلافت میں کون شخص آپ کو پیچھے کر سکتا ہے۔

(۲) عَنْ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ قَالَ آتَتْ النَّبِيَّ ﷺ امْرَأَةٌ فَكَلَّمَتْهُ فِي شَيْءٍ فَأَمَرَهَا أَنْ تَرْجِعَ إِلَيْهِ قَالَتْ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَرَأَيْتَ إِنْ جُنْتُ وَلَمْ أَجِدْكَ كَأَنَّهَا تَرِيدُ الْمَوْتَ قَالَ فَإِنْ لَمْ تَجِدْنِي فَاثْبُتِي أَبَا بَكْرٍ“ (رواه البخاری سلم)

حضرت جبیر بن مطعم سے روایت ہے کہ ایک دن حضور اقدس ﷺ کی خدمت میں ایک عورت حاضر ہوئی اور اس نے کسی معاملہ میں آپ ﷺ سے گفتگو کی آپ ﷺ نے اسکو حکم دیا کہ وہ کسی اور وقت میں آپ ﷺ کے پاس آئے اس عورت نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ بتائیں اگر میں آئی اور آپکو نہ پایا راوی کہتے ہیں گویا کہ اس عورت کا مقصد آپ کے وصال کی طرف اشارہ کرنا تھا تو حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا اگر تو مجھ کو نہ پائے تو ابوبکرؓ کے پاس چلی جانا (وہ تیری ضرورت پوری کر دیں گے)

(۳) عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ لِي رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فِي مَرَضِهِ إِذْ عِنِي لِي أَبَاهُ بَكْرٌ أَبَاكَ وَأَخَاكَ حَتَّى أَكْتَبَ كِتَابًا لِي أَخَافُ أَنْ يُتَمَنَّى مُتَمَنٍّ وَيَقُولُ قَائِلٌ أَنَا وَلَا يَأْتِي اللَّهَ وَالْمُؤْمِنُونَ إِلَّا أَبَاهُ بَكْرٌ (رواه مسلم)

حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے اپنے مرض وقات میں مجھ سے فرمایا کہ اپنے باپ ابوبکرؓ کو اور اپنے بھائی کو میرے پاس بلاؤ تاکہ میں ایک تحریر لکھوادوں کیونکہ مجھ کو اندیشہ ہے کہ کہیں خلافت کا کوئی اور آرزو مند تمنا نہ کرے اور کوئی کہنے والا یہ نہ کہے کہ میں خلافت کا مستحق ہوں مگر حضرت ابوبکرؓ کے علاوہ کسی کی خلافت سے اللہ تعالیٰ بھی انکار کریں گے اور ہل ایمان بھی۔

(۴) عَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِنِّي لَا أَدْرِي مَا بَقَائِي فِيمَكُمُ فَاتَّقُوا بِالَّذِينَ مِنْ بَعْدِي أَبِي بَكْرٍ وَعُمَرَ (رواه الترمذی)

حضرت حذیفہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا مجھے معلوم نہیں کہ تمہارے درمیان میری زندگی اب کتنی باقی رہ گئی ہے کہ تم میرے بعد ان دونوں شخصوں کی اقتداء کرنا (جو یکے بعد دیگرے میرے جانشین اور خلیفہ ہو گئے) اور وہ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ ہیں۔

عشرہ مبشرہ کا بیان

وَأَنَّ الْعَشْرَةَ الَّذِينَ سَمَّاهُمْ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ نَشَّهَدَهُمْ بِالْحَيَّةِ كَمَا شَهِدَهُمْ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَقَوْلُهُ الْحَقُّ وَهُمْ أَبُو بَكْرٍ، وَعُمَرُ، وَعُثْمَانُ، وَعَلِيٌّ، وَطَلْحَةُ، وَالزُّبَيْرُ، وَسَعْدُ، وَسَعِيدُ، وَعَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَوْفٍ، وَأَبُو عُبَيْدَةَ بْنُ الْجَرَّاحِ، وَهُوَ أَمِينُ هَذِهِ الْأُمَّةِ، رِضْوَانُ اللَّهِ عَلَيْهِمْ أَجْمَعِينَ وَمَنْ أَحْسَنَ الْقَوْلِ فِي أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ وَأَزْوَاجِهِ وَذُرِّيَّاتِهِ فَقَدَبَرَى مِنَ النِّفَاقِ.

وَعُلَمَاءُ السَّلَفِ مِنَ الصَّالِحِينَ وَالتَّابِعِينَ وَمَنْ بَعْدَهُمْ مِنْ أَهْلِ الْخَيْرِ وَالْإِثْرِ وَأَهْلِ الْفِقْهِ وَالنَّظَرِ لَا يُذَكَّرُونَ إِلَّا بِالْجَمِيلِ وَمَنْ ذَكَرَهُمْ بِسُوءٍ فَهُوَ عَلَى غَيْرِ السَّبِيلِ، وَلَا نَفْضِلَ أَحَدًا مِنَ الْأَوْلِيَاءِ عَلَى أَحَدٍ مِنَ الْأَنْبِيَاءِ وَقَوْلُ نَبِيِّ وَاحِدٍ أَفْضَلُ مِنْ جَمِيعِ الْأَوْلِيَاءِ وَتَوْمِنُ بِمَا جَاءَ مِنْ كَرَامَاتِهِمْ وَصَحَّ عَنِ الْبِقَاتِ مِنْ رِوَايَتِهِمْ.

ترجمہ:- اور بے شک وہ دس صحابہ کرام جن کا نام لے کر حضور اقدس ﷺ نے انہیں جنت کی خوشخبری سنائی ہم بھی انکے بارے میں جنت کی گواہی دیتے ہیں جیسا کہ حضور اقدس ﷺ نے انکے لئے گواہی دی اور آپ ﷺ کا فرمان برحق ہے اور وہ یہ ہیں۔

حضرت ابو بکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ، حضرت طلحہؓ، حضرت زبیرؓ، حضرت سعدؓ، حضرت سعیدؓ، حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ، حضرت عبیدہ بن جراحؓ اور وہ تو اس امت کے امین ہیں۔

اور جس شخص نے حضور اقدس ﷺ کے صحابہ کرام اور آپ ﷺ کی ازواج مطہرات اور آپ ﷺ کی اولاد پاک کے بارے میں اچھی بات کہی تو ایسا شخص تحقیق نفاق سے بری ہے، اور علماء سلف صالحین جو پہلے گزر چکے ہیں اور انکی اتباع کرنے والے اور انکے بعد آنے والے اہل

خیر میں سے اور حدیث نقل کرنے والے اور اہل فقہ اور نظر و قیاس والے علماء انکا ذکر کیا جائے مگر اچھے الفاظ میں نیکی کے ساتھ اور جو شخص اگلو برائی سے ذکر کرے گا وہ راہ راست پر نہیں ہوگا، اور ہم اولیاء اللہ میں سے کسی کو انبیاءؑ پر فضیلت نہیں دیتے بلکہ ہم تو کہتے ہیں ایک نبی تمام اولیاء کرام سے افضل ہے جو اولیاء کرام سے کرامات منقول ہیں اور وہ ثقہ راویوں سے ثابت ہیں ان پر ہمارا ایمان ہے۔

تجزیہ عبارت:- مذکورہ عبارت میں امام طحاویؒ نے عشرہ مبشرہ صحابہ کرامؓ کا اور انکے جنتی ہونے کا تذکرہ کیا ہے اور ساتھ اس بات کو واضح کیا ہے کہ علماء حق کا تذکرہ اچھے الفاظ میں کیا جائے ورنہ دوسری صورت میں وہ شخص راہ راست پر نہیں ہوگا اور ساتھ ساتھ اس بات کو واضح کیا کہ انبیاء علیہم السلام اولیاء کرامؓ سے افضل ہیں لیکن اولیاء کرامؓ کی کرامات جو ثقہ راویوں سے ہم تک پہنچی ہیں وہ حق ہیں ہم اس پر ایمان رکھتے ہیں۔

تشریح

قوله: وَإِنَّ الْعَشْرَ قَالِدِينَ سَمَاهُمْ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَشَهِدَتْ لَهُمْ بِالْجَنَّةِ یہاں سے امام طحاویؒ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ کے وہ دس صحابہؓ جنکا آپ ﷺ نے نام لیکر اگلو جنت کی خوشخبری سنائی ہم بھی انکے متعلق حضور اقدس ﷺ کے ارشاد کی گواہی دیتے ہیں اور آپ ﷺ کا فرمان برحق ہے اور جس شخص نے حضور اقدس ﷺ کے صحابہ کرامؓ اور آپ ﷺ کی ازاں مطہرات اور آپ ﷺ کی پاک اولاد کے بارے میں اچھی بات کہی تو وہ نفاق سے بری ہے اور اگر انکے متعلق کسی قسم کی بدگمانی، استہزاء اور بے ادبی کر لیا تو ایسا شخص اہل سنت والجماعت سے خارج ہوگا اور آخرت برباد کرنے والا ہوگا۔

عشرہ مبشرہ کی وجہ تسمیہ:- ان دس صحابہ کرامؓ کو عشرہ مبشرہ اس لئے کہتے ہیں انکے جنتی

ہونے کی بشارت ایک ساتھ ایک ہی حدیث ایک ہی مجلس میں بیان فرمائی گئی اس لئے ان حضرات کو عشرہ مبشرہ کہا جانے لگا ان عشرہ مبشرہ حضرات میں سے پہلے خلفائے اربعہ ہیں جو سب سے افضل ہیں باقی چھ حضرات دوسرے تمام صحابہ سے افضل ہیں۔

باقی یہ جنت کی بشارت صرف انہی دس صحابہؓ کے حق میں منقول نہیں بلکہ اصحابؓ بدر اور اصحابؓ بیعت رضوان اور حضرت فاطمہؓ، حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ اور حضرت بلالؓ حضرت سعد بن معاذؓ اور حضرت سلمان فارسیؓ اور ازواج مطہراتؓ وغیرہم کے بارے میں بھی بشارت احادیث صحیحہ میں وارد ہے، چونکہ ان دس حضرات کے جنتی ہونے کی بشارت مشہور ہو گئی اور عشرہ مبشرہ کہلائے جانے لگے جیسے کہ ان حضرات کے بارے میں حضور اقدس ﷺ کا ارشاد ہے۔

عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ أَبُو بَكْرٍ فِي الْجَنَّةِ وَعُمَرُ فِي الْجَنَّةِ وَعُثْمَانُ فِي الْجَنَّةِ وَعَلِيٌّ فِي الْجَنَّةِ وَطَلْحَةُ فِي الْجَنَّةِ وَالزُّبَيْرُ فِي الْجَنَّةِ وَعَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَوْفٍ فِي الْجَنَّةِ وَسَعْدُ بْنُ أَبِي وَقَّاصٍ فِي الْجَنَّةِ وَسَعِيدُ بْنُ زَيْدٍ فِي الْجَنَّةِ وَأَبُو عُبَيْدَةَ بْنُ جَرَّاحٍ فِي الْجَنَّةِ (راہ الترمذی)

حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ سے روایت ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ حضرت ابوبکرؓ جنت میں ہیں، حضرت عمرؓ جنت میں ہیں، حضرت عثمانؓ جنت میں ہیں، حضرت علیؓ جنت میں ہیں، حضرت طلحہؓ جنت میں ہیں، حضرت زبیرؓ جنت میں ہیں، حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ جنت میں ہیں، حضرت سعد بن ابی وقاصؓ جنت میں ہیں، حضرت سعید بن زیدؓ جنت میں ہیں، (یہ حضرت سعید بن زیدؓ حضرت عمرؓ کے بہنوئی تھے حضرت عمرؓ کی بہن حضرت فاطمہؓ انکے نکاح میں تھیں یہ وہی فاطمہؓ ہیں جو حضرت عمرؓ کے قبول اسلام کا ذریعہ بنی تھیں) اور حضرت ابوعبیدہ بن جراحؓ جنت میں ہیں

فضائل و مناقب عشرہ مبشرہ

(۱) حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے مناقب

(۱) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ مَا لَا أَحَدٌ عِنْدَنَا يَدْرِي إِلَّا وَقَدْ كَافَيْنَاهُ مَا خَلَا أَبَا بَكْرٍ فَإِنَّ لَهُ عِنْدَنَا يَدًا يَكْفِيهِ اللَّهُ بِهَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَمَا نَفَعَنِي مَالٌ أَحَدِي قَطُّ مَا نَفَعَنِي مَالُ أَبِي بَكْرٍ وَلَوْ كُنْتُ مُتَّخِذًا خَلِيلًا لَأَتَّخَذْتُ أَبَا بَكْرٍ خَلِيلًا أَوْ إِنْ صَاحِبِكُمْ خَيْلُ اللَّهِ (رواه الترمذی)

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا ایسا کوئی صحابی نہیں ہے جس نے ہم پر احسان کیا ہو مگر ہم نے اس کو بدلہ نہ دیدیا ہو، سوائے ابو بکرؓ کے، پس بیشک جو انکے ہم پر احسان ہیں قیامت کے دن اللہ تعالیٰ انکا بدلہ انکو عطا کریں گے اور کسی شخص کے مال نے مجھے اتنا نفع نہیں دیا جتنا ابو بکرؓ کے مال نے پہنچایا ہے اور اگر میں کسی کو خلیل یعنی جانی دوست بنا تا تو یقیناً ابو بکرؓ کو اپنا خلیل بنا تا خبردار تمہارے صاحب (یعنی رسول اللہ) اللہ تعالیٰ کے خلیل ہیں۔

(۲) عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ بَيَّنَّارَ أَسْرَسُولِ اللَّهِ ﷺ لِي فِي حَجْرِي فِي لَيْلَةِ ضَاحِيَةٍ إِذْ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ هَلْ يَكُونُ لِأَحَدٍ مِنَ الْحَسَنَاتِ عَدَدُ نَجُومِ السَّمَاءِ قَالَ نَعَمْ عَمْرُ قُلْتُ فَأَيُّنَ حَسَنَاتٍ أَبِي بَكْرٍ قَالَ إِنَّمَا جَمِيعُ حَسَنَاتِ عَمْرٍ كَحَسَنَةِ وَاحِدَةٍ مِنَ الْحَسَنَاتِ أَبِي بَكْرٍ (مشکوٰۃ شریف ج ۲)

ام المومنین سیدہ عائشہؓ سے روایت ہے کہ ایک چاندنی رات میں حضور اقدس ﷺ کا سر مبارک میری گود میں تھا میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ کیا کسی کی نیکیاں آسمان کے ستاروں کے برابر بھی ہیں آپ ﷺ نے فرمایا ہاں وہ عمرؓ ہیں (جنگلی نیکیاں آسمان کے ستاروں کے

برابر ہیں) میں نے عرض کیا پھر ابو بکرؓ کی نیکیاں کہاں ہیں، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا عمرؓ کی پوری زندگی کی تمام نیکیاں ابو بکرؓ کی نیکیوں میں سے ایک سنگی کے برابر ہیں۔

(۲) حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے مناقب

(۱) عَنْ عَقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ لَوْ كَانَ بَعْدِي نَبِيٌّ لَكَانَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ (رواہ الترمذی)

حضرت عقبہ بن عامرؓ سے روایت ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا اگر میرے بعد کسی اور نبی نے آنا ہوتا (لیکن حقیقت یہ ہے کہ نبوت کا دروازہ مجھ پر بند ہو چکا ہے) تو وہ عمرؓ بن خطاب ہوتے،

(۲) عَنْ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِنَّ اللَّهَ جَعَلَ الْحَقَّ عَلَى لِسَانِ عُمَرَ وَقَلْبِهِ (رواہ الترمذی)

وَعَنْ أَبِي ذَرٍّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِنَّ اللَّهَ وَضَعَ الْحَقَّ عَلَى لِسَانِ عُمَرَ يَقُولُ بِهِ (رواہ ابوداؤد)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عمرؓ کی زبان پر ان کے دل میں حق و صداقت جاری فرمادیا ہے،

حضرت ابو ذرؓ سے روایت ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عمرؓ کی زبان پر حق رکھ دیا ہے اس لئے وہ حق بات بولتے ہیں (حق کے علاوہ اور کوئی بات ان کے منہ سے نہیں نکلتی)

(۳) حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے مناقب

(۱) عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ خُبَّابٍ قَالَ شَهِدْتُ النَّبِيَّ ﷺ وَهُوَ يَخُطُّ عَلَى جَيْشِ الْعُسْرِ فَقَامَ عُثْمَانُ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ ﷺ عَلَيَّ مَا لَمْ يَكُنْ بِي إِلاَّ بِمَا خَلَّاسَهَا وَأَقْبَاهَا فِي سَبِيلِ

اللَّهِ ثُمَّ حَضَّ عَلَى الْجَيْشِ لِقَامِ عُفْمَانَ فَقَالَ عَلِيٌّ مَا تَبْعِي بِرِجَالِكُمْ بِأَخْلَابِهَا وَأَقْتَابِهَا فِي سَبِيلِ اللَّهِ ثُمَّ حَضَّ لِقَامِ عُفْمَانَ عَلِيٌّ فَلَمْ يَتَّبِعْ بِرِجَالِكُمْ بِأَخْلَابِهَا وَأَقْتَابِهَا فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَأَنَارَ أَيُّكُمْ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَنْزِلُ عَنِ الْمَنْبَرِ وَهُوَ يَقُولُ مَا عَلَى عُفْمَانَ مَا عَمِلَ بَعْدَ ذَلِكَ مَا عَلَى عُفْمَانَ مَا عَمِلَ بَعْدَ ذَلِكَ (رواه الترمذی)

حضرت عبدالرحمن بن خبابؓ سے روایت ہے فرماتے ہیں اس وقت میں بھی حضور اقدس ﷺ کی مجلس میں حاضر تھا جب آپ ﷺ جیشِ عمرہ (یعنی غزوہ تبوک) کے لئے مالی امداد کی ترغیب دے رہے تھے، حضرت عثمانؓ مجمع میں کھڑے ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ اللہ کے راستے میں میرے ذمے ایک سواونٹ ہیں جمولوں اور پالانوں سمیت (یعنی سواونٹ مع ساز و سامان کے پیش کرتا ہوں)

پھر آپ ﷺ نے جنگ کے لئے مالی امداد کی دوبارہ ترغیب دی تو حضرت عثمانؓ مجمع میں سے کھڑے ہوئے اور عرض کیا (پہلے سواونٹوں کے علاوہ مزید) میرے ذمے دو سواونٹ ہیں اللہ کے راستے میں انکی جمولوں اور پالانوں سمیت،

پھر حضور اقدس ﷺ نے ترغیب دی حضرت عثمانؓ نے مجمع میں کھڑے ہو کر عرض کیا (پہلوں کے علاوہ) میرے ذمے تین سواونٹ ہیں اللہ کے راستے ہیں جمولوں اور پالانوں سمیت، حضرت عبدالرحمن بن خبابؓ فرماتے ہیں میں نے دیکھا کہ حضور اقدس ﷺ منبر سے اترتے جاتے تھے اور فرماتے جا رہے تھے اس عمل کے بعد اب عثمانؓ جو بھی عمل کریں انکو کوئی نقصان نہیں ہوگا اس عمل کے بعد عثمانؓ جو بھی عمل کریں انکو کوئی نقصان نہیں ہوگا (یعنی عثمانؓ کا عمل نہ صرف یہ گذشتہ گناہوں اور لغزشوں کا کفارہ بن گیا بلکہ آئندہ بالفرض اگر ان سے خطا صادر ہوگی تو اس عمل کی برکت سے معاف ہو جائے گی یا یہ مطلب ہے کہ اس عمل کے بعد عثمانؓ اگر کوئی عبادت بھی نہ کریں تو انکا کوئی نقصان نہیں ہوگا انکا یہ عظیم عمل تمام عبادتوں اور نیکیوں کے واسطے کافی ہو گیا ہے،

(۲) عَنْ طَلْحَةَ بْنِ عُبَيْدَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ لِكُلِّ نَبِيٍّ وَرَفِيقِي يُعْنَى فِي الْجَنَّةِ عُمَانٌ (رواه الترمذی)

حضرت طلحہ بن عبیدہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا ہر نبی کا ایک رفیق اور دوست ہوتا ہے اور میرے رفیق یعنی جنت میں عثمان ہیں۔

(۳) حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مناقب

(۱) عَنْ سَعْدِ بْنِ وَقَّاصٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ لِعَلِيِّ أَنْتَ مِنِّي بِمَنْزِلَةِ هَارُونَ مِنْ مُوسَى إِلَّا أَنَّهُ لَا نَبِيَّ بَعْدِي (رواه البخاری و مسلم)

حضرت سعد بن وقاص سے روایت ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے علی سے فرمایا (دنیا و آخرت میں، قرابت و مرتبہ میں اور دینی مددگار ہونے کے اعتبار سے) تم میرے لئے ایسے ہی ہو جیسے موسیٰ علیہ السلام کے لئے ہارون علیہ السلام تھے مگر فرق یہ ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا (یعنی غزوہ تبوک کے موقع پر حضرت علیؑ کو اہل و عیال کی خبر گیری کے لئے، مدینہ منورہ کی حفاظت کے لئے چھوڑا اس وقت آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا تھا کہ تمہارا مجھ سے جو دینی تعلق ہے وہ ایسے ہی ہے جیسے ہارون علیہ السلام کو موسیٰ علیہ السلام سے تھا کہ موسیٰ علیہ السلام جب چالیس دن کے لئے کوہ طور پر گئے تو اپنی قوم میں ہارون علیہ السلام کو اپنا خلیفہ بنا کر گئے تھے اسی طرح تمہیں بھی میں خلیفہ بنا کر غزوہ تبوک پر جا رہا ہوں)

(۲) عَنْ أَنَسِ قَالَ كَانَ عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ طَيْرٌ فَقَالَ اللَّهُمَّ إِنِّي نَبِيٌّ بِأَحَبِّ خَلْقِكَ إِلَيْكَ يَا كُلُّ مَعِي هَذَا الطَّيْرُ فَجَاءَهُ عَلِيٌّ فَأَكَلَ مَعَهُ (رواه الترمذی)

حضرت انس سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ (ایک دن) حضور اقدس ﷺ کے سامنے (بھونایا پکا ہوا) پرندہ رکھا ہوا تھا آپ ﷺ نے دعا مانگی اے اللہ! تیری مخلوق میں جو بہت زیادہ تجھ کو محبوب ہو اسکو میرے پاس بھیج دے تاکہ وہ میرے ساتھ اس پرندے کا گوشت کھائے پس آپ ﷺ کے

پاس حضرت علیؑ آئے اور انہوں نے آپؐ کے ساتھ کہا یا۔

(۵) حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کے مناقب

(۱) عَنْ الزُّبَيْرِ قَالَ كَانَ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ يَوْمَ أُحُدٍ زَعَانٌ فَهَضَّ إِلَى الصُّخْرِ فَلَمَّ بِسَطِيعٍ فَتَعَدَّ طَلْحَةَ نَحْبَهُ حَتَّى اسْتَوَى عَلَى الصُّخْرِ فَلَسِمَتْ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ أَوْجَبَ طَلْحَةَ (رواہ ترمذی)

حضرت زبیرؓ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ جنگ احد کے دن حضور اقدس ﷺ کے جسم مبارک پر دو زہر ہیں تمہیں بس آپ ﷺ نے چٹان پر چڑھنا چاہا پس (دونوں زہروں کے بوجھ کی وجہ سے) آپ ﷺ چڑھ نہ سکے، پس طلحہ آپ ﷺ کے نیچے بیٹھ گئے حتیٰ کہ حضور اقدس ﷺ ان کے اوپر چڑھ کر چٹان پر پہنچ گئے پھر میں نے حضور اقدس ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ طلحہ نے جنت کو واجب کر لیا ہے۔

(۲) عَنْ جَابِرٍ قَالَ نَظَرَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِلَى طَلْحَةَ بْنِ عُبَيْدِ اللَّهِ قَالَ مَنْ أَحَبَّ أَنْ يَنْظُرَ إِلَى رَجُلٍ يَمْشِي عَلَى وَجْهِ الْأَرْضِ وَقَدْ قَضَى نَحْبَهُ فَلْيَنْظُرْ إِلَى هَذَا وَفِي رِوَايَةٍ مِنْ سَرَّةَ أَنْ يَنْظُرَ إِلَى الشَّهِيدِ يَمْشِي عَلَى وَجْهِ الْأَرْضِ فَلْيَنْظُرْ إِلَى طَلْحَةَ بْنِ عُبَيْدِ اللَّهِ (رواہ ترمذی)

حضرت جابرؓ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ ایک دن حضور اقدس ﷺ نے طلحہ بن عبید اللہ کی طرف دیکھا اور ارشاد فرمایا جس شخص پسند ہو کہ دیکھے جو زمین پر چلتا پھرتا ہے اور تحقیق وہ اپنا عہد نفا ہونے کا پورا کر چکا ہے تو اسکو چاہیے وہ اس انسان (طلحہ) کو دیکھے اور ایک روایت میں یوں ہے کہ آپ نے ارشاد فرمایا جو شخص ایسے شہید کا دیدار کرنا چاہے جو زمین پر چلتا پھرتا ہے تو وہ طلحہ بن عبید اللہ کو دیکھے۔

(۶) حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کے مناقب :-

(۱) عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ مَنْ يَأْتِيَنِي بِخَيْرِ الْقَوْمِ يَوْمَ الْأَحْزَابِ قَالَ

الزُّبَيْرُ أَنَا فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ إِنَّ لِكُلِّ نَبِيٍّ حَوَارِيًّا وَحَوَارِيَّ الزُّبَيْرُ (رواه البخاری، مسلم)

حضرت جابر سے روایت ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے غزوہ احزاب (یعنی غزوہ خندق) کے موقع پر ایک دن ارشاد فرمایا کون شخص ہے جو دشمن قوم کی خبر میرے پاس لائے، حضرت زبیر نے عرض کیا میں لاؤنگا اس وقت حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا بیشک ہر نبی کے حواری (یعنی خاص دوست اور مددگار) ہوتے ہیں اور میرے حواری زبیر ہیں

(۲) عَنِ الزُّبَيْرِ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ مَنْ يَأْتِيَنِي بِنَبِيٍّ فَرِيضَةً فَيَأْتِيَنِي بِخَيْرِهِمْ

فَأَنْطَلَقْتُ فَلَمَّا رَجَعْتُ جَمَعْتُ لِي رَسُولُ اللَّهِ ﷺ أَبَوَيْهِ فَقَالَ لِمَا كَانَ أَبِي

وَأُمِّي (رواه البخاری، مسلم)

حضرت زبیر سے روایت ہے فرماتے ہیں حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کون ہے جو نبی قریش میں جائے اسکے بارے میں میرے پاس خبر لائے چنانچہ میں روانہ ہو گیا جب میں اسکے بارے میں معلومات کر کے واپس آیا تو حضور اقدس ﷺ نے اپنے دونوں ماں باپ میرے لئے جمع کر دئے چنانچہ آپ نے ارشاد فرمایا میرے ماں باپ تجھ پر قربان ہوں۔

(۷) حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کے مناقب :-

(۱) عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ لَا زَوْجَ إِذَا الْوَدَى

يَحْشَوْ عَلَيْهِمْ كُنْ بَعْدِي هُوَ الصَّادِقُ الْبَارُ اللَّهُمَّ اسْقِ عَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ مِنْ

سَلْسَبِيلِ الْجَنَّةِ (رواه احمد)

حضرت ام سلمہ فرماتی ہیں کہ میں نے حضور اقدس ﷺ کو اپنی بیویوں سے یوں فرماتے ہوئے

سنا حقیقت یہ ہے کہ میرے وصال کے بعد جو شخص مٹھیاں بھر کر تم پر خرچ کرے گا (یعنی پوری فراخ دلی اور کامل سخاوت کیساتھ تمہارے مصارف میں اپنا مال خرچ کرے گا) وہ صادق الایمان صاحب احسان ہے اے اللہ! تو عبدالرحمن بن عوفؓ کو جنت کی نہر سلیل سے سیراب کر۔

(۲) عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ كَانَ يَقُولُ لَيْسَ بِهِ إِنْ أَمَرَ مَنْ مَعَهَا يُهْمُنِي مِنْ بَعْدِي وَلَنْ يُصْبِرَ عَلَيْكُمْ إِلَّا الصَّابِرُونَ الصَّادِقُونَ قَالَتْ عَائِشَةُ يَعْنِي الْمُتَصَلِّينَ ثُمَّ قَالَتْ عَائِشَةُ لِأَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ سَقَى اللَّهُ أَبَاكَ مِنْ سَلْسَبِيلِ الْجَنَّةِ وَكَانَ ابْنُ عَوْفٍ فَلْتَصَدَّقْ عَلَى أُمَّهَاتِ الْمُؤْمِنِينَ بِحَدِّ يَقَّةٍ بَيْعَتْ بَارِئِينَ أَلْفًا (رواه الترمذی)

سیدہ عائشہؓ فرماتی ہیں کہ حضور اقدس ﷺ نے اپنی بیویوں سے فرمایا تمہارا معاملہ کچھ اس نوعیت کا ہے جو میرے بعد مجھ کو فکر میں ڈالتا ہے اور تمہارے خرچ پر صبر کریں گے جو صابر اور صدیقین ہیں، حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ (صابر اور صدیق سے) آپ ﷺ کو مراد وہ لوگ ہیں جو صدقہ دینے والے اور کار خیر کرنے والے ہیں پھر حضرت عائشہؓ نے حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ کے بیٹے ابوسلمہؓ سے کہا اللہ تعالیٰ تمہارے باپ کو جنت کی سلیل سے سیراب کرے اور عبدالرحمن بن عوفؓ نے امہات المؤمنینؓ کے خرچہ کے لئے ایک باغ دیا تھا جو چالیس ہزار دینار کا بیجا گیا تھا۔

(۸) حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے مناقب :-

(۱) عَنْ عَلِيٍّ قَالَ مَا سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ جَمَعَ أَبَوَيْهِ لِأَحَدٍ إِلَّا لِسَعْدِ بْنِ مَالِكٍ فَإِنِّي سَمِعْتُهُ يَقُولُ يَوْمَ أُحُدٍ يَا سَعْدُ إِزْمِ لِهَذَاكَ أَبِي وَأُمِّي (رواه البخاری و مسلم)
حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور اقدس ﷺ کو کسی کے لئے اپنے ماں باپ کو جمع کرتے

نہیں تاکر سعد بن مالک کیلئے چنانچہ جنگ احد کے دن میں نے حضور اقدس ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا مارو اور تیر مارو میرے ماں باپ تم پر قربان۔

(۲) عَنْ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَاصٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ يَوْمَئِذٍ يَنْبَغِي يَوْمَ أُحُدٍ اللَّهُمَّ اهْلُدْ ذُرِّيَّتَهُ وَأَجِبْ دَعْوَتَهُ (بخبر شریف ص ۲۶)

حضرت سعد بن ابی وقاصؓ سے روایت ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے (اٹکے حق میں) اس دن یعنی غزوہ احد کے دن یوں دعا فرمائی اے اللہ اس سعد کی تیر اندازی میں شدت دتو عطا فرما اور اس کی دعا قبول فرما۔

(۹) حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ کے مناقب

(۱) هُوَ سَعِيدُ بْنُ زَيْدٍ بُكْنَسِيُّ الْهَلَالِيُّ الْعَلَوِيُّ الْقُرَشِيُّ وَهُوَ أَحَدُ الْمُشْرُوقِ الْمُشْرُوقِ بِالْمَعْنَى أَسْلَمَ لَيْسَ يَمُوتُ هُوَ وَلَا مَسْجُودٌ كَمَا يَمُوتُ النَّبِيُّ ﷺ بَلَدٌ فَإِنَّهُ كَانَ مَعَ طَلْحَةَ بْنِ عُمَرَ وَاللَّهُ يَتَلَكَّانَ عَمْرًا هُوَ الْقُرَشِيُّ وَحَزْرَبٌ لَهُ النَّبِيُّ ﷺ عَلَيْهِمُ وَكَانَتْ فَاطِمَةُ تَحْتِ عَمْرٍ وَتَحْتَهُ وَبِسَبِّهَا كَانَ أَسْلَمَ عَمْرٌ كَانَ أَدَمَ طَوَالًا أَسْرَمَاتٍ بِالطَّعْنِ فَجُمِلَ إِلَى الْمَدِينَةِ وَذَلِكَ سَنَةَ إِحْدَى عَشْرِينَ وَلَهُ بَضْعٌ وَسِتُّونَ سَنَةً (۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰)

بخبر شریف ص ۵۱۶

حضرت سعد بن زیدؓ کی کنیت ابو الامر عدوی قریشی ہے اور یہ عشرہ مبشرہ میں سے ایک ہیں شروع ہی میں اسلام لائے اور حضور اقدس ﷺ کے ساتھ تمام جنگوں میں حاضر رہے، مگر غزوہ بدر میں یہ طلحہ بن عبد اللہ کے ساتھ قریش کے قافلہ کے خبر لانے کے لئے گئے تھے جب یہ واپس آئے تو حضور اقدس ﷺ نے بدر کے مال غنیمت میں سے ان کے لئے حصہ مقرر کیا اور حضرت عمرؓ کی بہن حضرت فاطمہؓ کے نکاح میں تھی اور یہی وہی فاطمہؓ ہیں جو حضرت عمرؓ کے قول اسلام کا ذریعہ بنی تھی اور حضرت سعید بن زیدؓ طویل القامت گندم گوں تھے اور ان کے سر پر لمبے اور گھنے تھے

اور کوہِ مدینہ میں میں کے مقام پرانی دفات ہوتی پھر انکا جنازہ میں سے مدینہ لایا گیا اور
میں جمعہ کے دن وقت پائی اور جنف الجمع میں انکو دفن کیا گیا اور ستر سال سے زائد عمر پائی ہے۔

(۲) مشہور تابعی حضرت سعید بن مسیب سے روایت ہے کہ حضرت سعید بن زید ثمان صحابہ
میں سے تھے جو صبحِ ثلث میں حضور اقدس ﷺ کے آگے اور صبحِ نماز میں حضور اقدس ﷺ کے
پچھے یعنی قریب تر رہا کرتے تھے۔

اپنے زہد و تقویٰ اور کثرت عبادت کی وجہ سے حضرت سعید بن زید کو "مستجاب
المصوات" کا درجہ حاصل ہو گیا تھا امام مسلم، حافظ ابن حجر اور حافظ ابن عبد البر نے لکھا ہے کہ
ایک مرتبہ اروئی بنت لویس نامی ایک عورت نے دلی مدینہ مروان بن حکم کے پاس شہادت کی کہ
حضرت سعید بن زید نے اسکی زمین کا کچھ حصہ دیا لیا ہے مروان نے انکو طلب کر کے حقیقت معل
دریافت کی تو حضرت سعید بن زید نے فرمایا

"تم میری بہت گمان کرتے ہو کہ میں نے اس کی زمین کا کچھ حصہ نصیب کر لیا ہے مگر میں
حضور اقدس ﷺ سے سنا ہے کہ جو شخص ایک باغ یا زمین پر تم نے قبضہ کرے گا قیامت کے
دن اسکو (دستی) سات زمینوں کا کالوق پہنایا جائے گا"

مروان نے حضرت سعید بن زید سے قسم کمانے کا کہا تو وہ اس زمین سے دست بردار ہو گئے لیکن
پریشانی کے عالم میں منہ سے یہ الفاظ نکل گئے
"یا اللہ اگر یہ عورت جھوٹی ہے تو اسے اندھا کر دے اور اسکو اس کی زمین میں موت دے اور
مسلمانوں پر میرے حق کو بخوبی واضح کر دے"

خدا کی قدرت کچھ عرصہ بعد اروئی پر پائی زائل ہو گئی اور پھر ایک دن وہ اسی حالت میں اپنے گھر
کے کونوں میں گر کر مر گئی اسکے بعد اہل مدینہ میں یہ ضرب اللیل بن گئی "أَغْمَاكَ اللَّهُ كَمَا أَغْمَى
الْأَزْوي" کہ خدا تجھے اندھا کرے جیسا کہ اروئی کو اندھا کیا (چالیس جانشانہ)

(۱۰) حضرت ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کے مناقب

(۱) عَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ لِكُلِّ أُمَّةٍ أَمِينٌ وَأَمِينُ هَذِهِ الْأُمَّةِ أَبُو عُبَيْدَةَ بْنُ الْجَرَّاحِ ^(رواه البخاری و مسلم)

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا ہر امت کا ایک امین ہوتا ہے اور اس امت کے امین ابو عبیدہ بن جراحؓ ہیں (اگرچہ تمام ہی صحابہ وصف امانت کے حامل تھے لیکن حضرت ابو عبیدہؓ کو اس امت کا امین اس اعتبار سے فرمایا گیا کہ ان میں یہ وصف دوسرے صحابہؓ کی نسبت زیادہ غالب تھا، یا حضرت ابو عبیدہؓ کے اوصاف میں سے یہ وصف ان پر زیادہ غالب تھا)

(۲) عَنْ حَذِيفَةَ قَالَ جَاءَ أَهْلَ نَجْرَانَ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَقَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ ﷺ إِنَّا نَبِئُكَ الْيَنَارَ جُلًّا أَمِينًا فَقَالَ لَا بُدَّ لِي بِكُمْ رَجُلًا أَمِينًا حَقٌّ أَمِينٌ فَاسْتَشْرَفَ لَهَا النَّاسُ قَالَ فَبَعَثَ أَبَا عُبَيْدَةَ بْنَ الْجَرَّاحِ ^(رواه الترمذی)

حضرت حذیفہؓ فرماتے ہیں کہ نجران کے لوگوں نے حضور اقدس ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ ہمارے پاس (حاکم و قاضی) بنا کر ایسے شخص کو بھیجئے جو امانت دار ہو، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا یقیناً میں ایسے شخص کو تمہارے پاس بھیجوں گا جو امین ہے اس لائق ہے کہ اسکو امانت دار کہا جائے، لوگ اس شرف کے حصول کی تمنا اور انتظار کرنے لگے (کہ دیکھیں کون شخص اس منصب کا شرف و امتیاز حاصل کرتا ہے)

حضرت حذیفہؓ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ نے ابو عبیدہ بن جراحؓ کو بھیجا۔

قوله: وَغُلَمَاءَ السَّلَفِ مِنَ الصَّالِحِينَ وَالسَّابِغِينَ وَمَنْ بَعَدَهُمْ مِنْ أَهْلِ الْخَيْرِ وَالْأَنْوَارِ

تابعین و علماء سلف کا بیان

یہاں سے امام طحاوی فرماتے ہیں علماء سلف صالحین جو پہلے گزر چکے ہیں اور انکا اتباع کرنے اور ان کے بعد آنے والے علم فضل والے اور محدثین اور اہل فقہ اور نظر و قیاس والے علماء سب کا ذکر سوائے نیکی کے درست نہیں ہے اور جو شخص ان برگزیدہ ہستیوں کو برا بھلا کہتا ہے وہ راہ راست پر نہیں ہے،

یہ علماء سلف صالحین انبیاء علیہم السلام کے وارث ہیں جیسے حدیث پاک میں ہے ”العلماء ورثة الانبیاء“ اور یہ حضور اقدس ﷺ کے خلیفہ ہیں اور ان کی وجہ سے کتاب اللہ کا عام چرچا ہے اور سنت مطہرہ کی شمعیں پورے عالم میں ان ہی کی محنتوں سے روشن ہیں انہوں نے ہم تک حضور اقدس ﷺ کے پیغامات پہنچائے ہیں اور جو چیز ہماری نظروں سے اوجھل تھی انہوں نے اسکو واضح کیا اس لیے یہ امت کے بڑے محسن ہیں، انکا تذکرہ اچھے الفاظ میں کیا جائے جیسے موجودہ دور میں بعض لوگ ائمہ محدثین اور فقہاء کی گستاخیاں کرتے رہتے ہیں یہ لوگ اعتدال سے برگشتہ ہیں اور راہ راست سے ہٹے ہوئے ہیں انہیں سلف صالحین فقہاء کرام کا احترام کرنا چاہیے ورنہ آخرت برباد ہو جائے گی۔

قوله: وَلَا تَفْضِلْ أَحَدًا مِنَ الْأَوْلِيَاءِ عَلَىٰ أَحَدٍ مِنَ الْأَنْبِيَاءِ الْخ

کوئی ولی نبی سے افضل نہیں ہو سکتا

یہاں سے امام طحاوی فرماتے ہیں ہم کسی نبی پر فضیلت نہیں دیتے بلکہ ہم تو کہتے ہیں ایک نبی تمام اولیاء اللہ سے افضل ہے ولی خواہ کتنی ہی عبادت اور ریاضت کر لے لیکن وہ نبی کے درجہ کو نہیں پہنچ

سکا اس لئے کہ اولیاء جن کمالات کے ساتھ متصف ہوتے ہیں انبیاء ان کمالات کے ساتھ بدرجہ اتم متصف ہونے کو علاوہ مزید ایسے کمالات اور اوصاف کے حامل ہوتے ہیں جن سے اولیاء اللہ محروم ہوتے ہیں چنانچہ انبیاء علیہم السلام محصوم اور بے خاتمہ سے ماحون، وحی اور مشاہدہ ملائکہ سے معزز اور احکام کی تبلیغ اور مخلوق کی رہنمائی پر مامور ہوتے ہیں،

ہمارے دارالعلوم فیصل آباد کے بانی رئیس اہل سنت حضرت اقدس مولانا مفتی زین العابدین قدس سرہ اکر فرمایا کرتے تھے اگر تمام روئے زمین کو حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ اور حضرت شیخ حسن بھریؒ جیسے اولیاء سے بھر دیا جائے پھر بھی اس صحابی کی شان کو نہیں پہنچ سکتے جس نے تھوڑی دیر ایمان کی حالت میں حضور اقدس ﷺ کی محبت میں گزاری ہو یا اگر تمام روئے زمین کو صحابہ کرامؓ سے بھر دیا جائے تو ایک نبی کی شان کو نہیں پہنچ سکتے اور اگر تمام انبیاء کی تمام نمازیں ایک طرف ہوں تو حضور اقدس ﷺ کے ایک سجدہ کا مقابلہ نہیں کر سکتیں۔

آگے امام طاہر فرماتے ہیں کہ اولیاء اللہ کی کرامات برحق ہیں اور ان پر ہمارا ایمان ہے بشرطیکہ وہ ثقہ راویوں سے منقول ہوں، من گھڑت اور جموئی نہ ہوں جموئی اور من گھڑت کرامتوں کے ہم قائل نہیں ہیں۔

علامات قیامت کا بیان

وَنُومِنُ بِأَشْرَاطِ السَّاعَةِ مِمَّا عُرِجَ الدَّجَالِ وَنَزُولِ عِيسَى مِنَ السَّمَاءِ وَيَطْلُوعِ الشَّمْسِ مِنْ مَغْرِبِهَا وَخُرُوجِ ذَابِلَةَ الْأَرْضِ مِنْ مَوْضِعِهَا.

وَلَا نَصَدِّقُ كَاهِنًا وَلَا عَرَفًا وَلَا مَنْ يَدْعِي شَيْئًا بِخِلَافِ الْكِتَابِ وَالسُّنَنِ وَالْإِجْمَاعِ الْأُمَّةِ. وَنَرَى الْجَمَاعَةَ حَقًّا وَصَوَابًا وَالْفِرْقَانَ بَعْدَ عَدَابَاتِهَا.

وَدِينُ اللَّهِ فِي السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ وَاحِدٌ وَهُوَ دِينُ الْإِسْلَامِ كَمَا قَالَ اللَّهُ تَعَالَى "إِنَّ الدِّينَ عِنْدَ اللَّهِ الْإِسْلَامُ" وَقَالَ اللَّهُ تَعَالَى: وَمَنْ يَتَّبِعْ غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِينًا فَلَنْ يُقْبَلَ مِنْهُ

وَقَالَ اللَّهُ تَعَالَى: "وَرَجِئْتُ لَكُمْ الْإِسْلَامَ دِينًا" وَهُوَ مِنَ الْعُلُوِّ وَالْقَصْرِ، وَالتَّشْبِيهِ
وَالْتَعَطُّلِ، وَالْجَبْرِ وَالْقَدْرِ، وَالْأَمْنِ وَالْيَأْسِ "

ترجمہ: ہم قیامت کی علامتوں پر ایمان رکھتے ہیں ان علامتوں میں سے دجال
کا خروج اور عیسیٰ علیہ السلام کا آسمان سے نزول اور مغرب کی جانب سے سورج کا طلوع ہونا
اور ربیۃ الارض کا اپنی جگہ سے نکلنا۔

ہم کسی کا بن اور عزت کی تصدیق نہیں کرتے اور نہ ہی اس شخص کی تصدیق کرتے ہیں جو کتاب
وحی اور اجماع امت کے خلاف کسی بات کا دعویٰ کرتا ہو اور ہم اہل سنت والجماعت کو بدعت
اور ٹھیک سمجھتے ہیں اور فرقہ بندی کو بڑی اور شراب سمجھتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا دین آسمان اور زمین میں ایک ہی ہے اور وہ دین اسلام ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا
ہے "وَلَا يَدِينُ اللَّهُ شَيْئًا سِوَا الْإِسْلَامِ" اور اللہ تعالیٰ نے یہ بھی فرمایا ہے "اور جو شخص
اسلام کے علاوہ دین تلاش کرے اس سے بجز قبول نہ ہوگا" اور اللہ تعالیٰ نے یہ بھی
فرمایا "اور میں نے تمہارے لیے اسلام کو اور دین پسند کیا ہے" اور یہ وہی اسلام افراط
اور تفریط، عصبیت اور تعطل، جبر اور قدر، بے عقلی اور ناامیدی کے درمیان ہے۔

تجزیہ عبارت: مذکورہ عبارت میں امام طحاوی نے قیامت کی علامتوں پر ایمان
لانے اور کابن اور نجی اور بدعتی کی تصدیق نہ کرنے کو بیان کیا ہے اور ساتھ ساتھ اہل سنت
والجماعت کے حق ہونے کو اور دین اسلام خدا کا پسندیدہ مذہب ہونے کو بیان کیا ہے کیونکہ یہ
افراط و تفریط سے خالی ہے۔

تشریح

قوله وَتُؤْمِنُ بِأَشْرَاطِ السَّاعَةِ مِمَّا عُرِجَ إِلَيْكَ

علامات قیامت برحق ہیں

یہاں سے امام طحاویؒ علامات قیامت کا ذکر کرتے ہیں کہ دجال کا خروج اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا آسمان سے نزول اور سورج کا مغرب کی جانب سے طلوع ہونا اور دلیہ الارض کا اپنے مقام سے خروج، ان ساری علامتوں کی حضور اقدس ﷺ نے خبر دی ہے اور یہ حق ہیں کیونکہ یہ سب ایسی ممکن باتیں ہیں جنکی تخیر صادق ﷺ نے خبر دی ہے اور جس ممکن چیز کی تخیر صادق ﷺ نے خبر دی اسکو ماننا واجب ہوتا ہے اس لئے ان علامات قیامت پر ایمان لانا واجب ہے۔

قیامت کی علامتیں

(۱) دجال کا خروج :- قیامت کی علامتوں میں سے ایک علامت خروج دجال ہے دجال کا لفظ دجل سے نکلا ہے جسکے معنی خلط ملط اور تلبیس کے ہیں چنانچہ جب کوئی شخص صحیح بات کو خلط بات کے ساتھ خلط ملط کرتا ہے اور فریب دیتا ہے تو کہا جاتا ہے ”ذَجَلَ الْحَقُّ بِالْبَاطِلِ“ اس نے حق کو باطل کے ساتھ گڈ گڈ کر دیا اور دجل کے معنی جھوٹ کے بھی آتے ہیں اور دجال میں ان دونوں معنوں کا پایا جانا بالکل ظاہر ہے کہ حق کو باطل کیساتھ خلط ملط کریگا اور جھوٹا بھی ہوگا،

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ ایک دن حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا جسکا مفہوم ہے خبردار! میں تمہیں دجال کے بارے میں ایسی بات بتاتا ہوں جو کسی اور نبی نے اپنی قوم کو نہیں بتائی اور وہ یہ بات ہے کہ دجال کا نا ہوگا اور وہ اپنے ساتھ جنت اور دوزخ کی طرح دو چیزیں لائے گا پس وہ جس چیز کو جنت کہے گا حقیقت میں وہ دوزخ ہوگی لہذا میں تمہیں اس دجال سے ڈراتا ہوں جیسا کہ نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کو اس سے ڈرایا تھا (بخاری، مسلم)

دوسری حدیث میں ہے کہ حضرت عمران بن حصینؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور اقدس ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ آدم علیہ السلام کی پیدائش سے لیکر قیامت کے دن تک دجال سے بڑا کوئی

فتنہ ہوگا۔ (سلفیوں)

(۲) سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کا آسمان سے نزول:۔ قیامت کی علامتوں میں سے ایک علامت نزول عیسیٰ ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام قیامت کے قریب آسمان سے دمشق کی جامع مسجد کے شرقی منارہ پر اتریں گے وہاں سے اتر کر زمین میں تشریف لائیں گے اور حضور اقدس ﷺ کے دین کا اتباع کریں گے اور اپنے تمام احکام و فرامین شریفہ محمدی کے مطابق نافذ کریں گے اور عدل و انصاف سے زمین کو بھر دیں گے پھر انکی وفات ہوگی اور روضہ اقدس میں مدفون ہوئے جیسا کہ حدیث مبارکہ میں اسکو بیان کیا گیا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا جسکا مفہوم یہ ہے کہ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے یقیناً عیسیٰ علیہ السلام تمہارے درمیان اتریں گے جو ایک عادل حاکم ہوں گے اور خنزیر کو قتل کر ڈالیں گے اور جزیہ کو ختم کر دیں گے (صرف اسلام قبول ہوگا) اور مال و دولت کی اتنی فراوانی ہوگی یہاں تک کہ کوئی شخص (اس مال و دولت کا) خواہشمند نہ رہے اور اس وقت ایک سجدہ دنیا اور دنیا کی تمام چیزوں سے بہتر ہوگا پھر حضرت ابو ہریرہ فرمایا کرتے تھے (اگر تمہیں کوئی شک و شبہ ہو اور دلیل حاصل کرنا چاہتے ہو) تو یہ آیت پڑھو "وَأَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَاءِ مَاءً مُّبَارَكًا فَسَاءَ لِمَنْ شَاءَ عَذَابًا مُّهِينًا" (بخاری مسلم)

سورج کا مغرب سے طلوع ہونا:۔ قیامت کی علامتوں میں سے ایک علامت قیامت کے قیام سے قبل سورج مغرب کی طرف سے طلوع ہوگا جب لوگ اسکو دیکھیں گے تو ایمان لے آئیں گے لیکن اس وقت کسی نفس کا ایمان لانا قبول نہ ہوگا اسی کو ایک حدیث پاک میں بیان کیا گیا ہے،

حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے جسکا مفہوم یہ ہے کہ ایک دن جب سورج غروب ہو رہا تھا تو حضور اقدس ﷺ مجھ سے فرمانے لگے کیا تم جانتے ہو کہ یہ سورج کہاں جا رہا ہے میں نے عرض کیا اللہ

اور اس کا رسول ﷺ ہی بہتر جانتے ہیں، تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا یہ سورج چلتا ہے یہاں تک کہ عرش کے نیچے پہنچ کر سجدہ کرتا ہے پس وہ اجازت مانگتا ہے تو اسکو اجازت دی جاتی ہے کہ مشرق کی طرف سے طلوع ہو جا، اور وہ وقت جلد آنے والا ہے جب سورج سجدہ کریگا لیکن اسکا سجدہ قبول نہ ہوگا اور وہ اجازت چاہے گا لیکن اسکو اجازت نہیں ملے گی اور حکم ہوگا جس طرف سے آیا ہے اسی طرف لوٹ جا چنانچہ سورج مغرب کی جانب طلوع ہوگا اور یہی مراد ہے اللہ تعالیٰ کے اس قول سے "وَالشَّمْسُ تَجْرِي لِمُسْتَقَرٍّ لَهَا" اور حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ سورج کا مستقر یعنی ٹھہرنے کی جگہ عرش کے نیچے ہے (بخاری و مسلم)

(۴) دلایۃ الارض کا ظاہر ہونا:۔ قیامت کی علامتوں میں سے ایک علامت

دلایۃ الارض کا اپنی جگہ سے نکلنا ہے ایک عجیب الحقت اور نادر شکل کا جانور ہوگا اور کوو مضاد مردہ کے درمیان سے نکلے گا جکا ذکر قرآن پاک میں بھی ہے "وَإِذْ وَقَعَتِ الْفُتُورُ عَلَىٰ رُءُوسِهِمْ أَنُورٌ مِّنَ الْأَرْضِ مُنِيرًا" (سورۃ اہل آء ۸۲، ۸۳)

جب واقع ہو جائے گی ان پر بات (یعنی عذاب کا وعدہ پورا ہوگا) تو ہم انکے لئے زمین سے ایک جانور نکالیں گے جو ان سے باتیں کریگا اس واسطے کہ یہ لوگ ہماری نشانوں پر یقین نہیں رکھتے تھے۔

یہ جانور چوپایہ کی صورت میں ہوگا جسکی لمبائی ستر ذراع ہوگی یہ تمام شہروں اور علاقوں میں اس تیزی کے ساتھ چکر لگائے گا کہ کوئی اسکا چھپانہ کر سکے گا اور کوئی دوڑ کر اس سے چھٹکارا حاصل نہ کر سکے گا اور جو صاحب ایمان ہوگا اسکی پیشانی پر مومن لکھ دے گا اور جو کافر ہوگا اسکے منہ پر کافر لکھ دے گا، اسی کو ایک حدیث پاک میں بیان کیا گیا ہے،

کہ حضرت عبداللہ بن عمر فرماتے ہیں کہ میں نے حضور اقدس ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ قیامت کی نشانوں میں پہلی نشانی سورج کا مغرب کی طرف سے طلوع ہونا اور چاشت کے وقت لوگوں پر دلایۃ الارض کا نکلنا اور ان نشانوں میں جو بھی پہلے ظاہر ہوگی دوسری اسکے بعد جلد ہی ظاہر

ہو جائے گی (سلفیہ)

قوله: وَلَا تُصَدِّقْ كَاهِنًا وَلَا عَرَّافًا

کاهنین کا بیان

یہاں سے امام طحاوی فرماتے ہیں کہ ہم مسلمان، کاهن اور عراف کی تصدیق نہیں کرتے اور کاهن کی تصدیق کرنا کفر ہے جیسے حضور اقدس ﷺ کا ارشاد ہے ”مَنْ اتَى كَاهِنًا فَصَلَفَهُ بِمَا يَقُولُ فَلْيَبْرِيْ بِمَا أَنْزَلَ عَلَيَّ مُحَمَّدٌ ﷺ“ (رواہ احمد و ابوداؤد)

کہ جو شخص کاهن کے پاس آیا اور اسکی کئی ہوئی بات کی تصدیق کی تو بری ہوگا اس کتاب سے جو اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد ﷺ پر نازل کی،

کاهن کون ہے؟۔ کاهن وہ شخص ہے جو مستقبل میں ہونے والی چیزوں کی خبر دیتا ہے اور اسرار کی معرفت اور علم غیب پر مطلع ہونے کا دعویٰ کرتا ہے عرب میں چند ایسے کاهن تھے جن میں سے بعض کا دعویٰ تھا کہ جنوں میں سے کوئی انکا جاسوس اور تابع ہے جو اسے خبریں بتلاتا ہے اور بعض کہتے تھے وہ اپنے فطری فہم سے غیب کا ادراک کر لیتے ہیں، بہر حال غیب کا علم ایسی چیز ہے جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے،

عراف کون ہے؟۔ عراف وہ ہے جو سروسروس چیز کے بتانے کا دعویٰ کرتا ہے اور گمشدہ چیز کی جگہ بتانے کا دعویٰ کرتا ہے بعض نے کہا عراف اور نجومی دونوں مترادف ہیں، کہانت کی تکذیب کی طرح شریعت نے اسکی بھی تکذیب کی ہے جیسے حدیث میں ہے

”عَنْ حَفْصَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ مَنْ اتَى عَرَّافًا فَسَأَلَهُ عَنْ شَيْءٍ لَمْ يَقْبَلْ لَهُ صَلَوةً أَوْ بَعِيْنَ لَيْلَةً“ (رواہ مسلم)

کہ حضور اقدس ﷺ کا ارشاد ہے کہ جو شخص عراف کے پاس آیا اور کسی چیز کے بارے میں اس

سے پوچھا تو اس کی چالیس راتوں کی نمازیں قبول نہیں ہوگی،

قوله: وَلَا مَنْ يَدْعِي شَيْئًا بِخِلَافِ الْكِتَابِ وَالسُّنَنِ وَأَجْمَاعِ الْأُمَّةِ رِخ

اہلسنت والجماعت سے الگ راستہ اختیار کرنا کج روی اور عذاب ہے

یہاں سے امام طحاوی فرماتے ہیں کہ نہ ہم کسی ایسے شخص کی تصدیق کرتے ہیں جو کتاب اللہ اور سنت رسول ﷺ اور اجماع امت کے خلاف کسی چیز کا دعویٰ کرتا ہو اور ہم اہل سنت والجماعت کو حق اور ٹھیک سمجھتے ہیں اور تفرقہ بندی اور اہل سنت والجماعت سے جدا ہونے کو

کج روی اور عذاب سمجھتے ہیں، اسی کو حدیث شریک کے اندر بھی بیان فرمایا کہ عبد اللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ بنی اسرائیل بہتر (۷۲) فرقوں میں بٹ گئے تھے میری امت بہتر (۷۳) فرقوں میں بٹے گی یہ سب جہنم میں ہو گئے سوائے ایک جماعت کے، صحابہ کرامؓ نے عرض کیا، یہ (نجات پانے والی جماعت) کونسی جماعت ہوگی آپؐ نے ارشاد فرمایا ”مَا أَنَا عَلَيْهِ وَأَصْحَابِي“ جس پر میں اور میرے صحابہ ہیں (ترمذی شریف)

اسلئے تفرقہ بندی اور الگ راستہ اختیار کرنا کج روی ہے اور جس سے رب العزت نے منع فرمایا

”وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللَّهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا“ (سورۃ آل عمران آیت ۱۰۳ پارہ ۴)

اور تم اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑ لو اور پھوٹ نہ ڈالو، دوسری جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے

”وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ تَفَرَّقُوا وَاخْتَلَفُوا مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَهُمْ بِآيَاتٍ عَظِيمَةٍ“ (سورۃ آل عمران آیت ۱۰۵ پارہ ۴)

اور تم ان لوگوں کی طرح نہ ہو جانا جو متفرق ہو گئے اور احکامِ بڑے آنے کے بعد ایک دوسرے سے اختلاف کرنے لگے یہ وہ لوگ ہیں کہ انکے لئے بڑا عذاب ہے۔

قوله: وَدِينُ اللَّهِ فِي السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ وَاجِدُوا هُدًى فِي الْإِسْلَامِ رِخ

آسمان اور زمین میں دین صرف اسلام ہے

یہاں سے امام طحاوی فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا دین آسمان اور زمین میں صرف ایک ہی ہے اور وہ دین اسلام ہے جسکو اللہ تعالیٰ نے حضور اقدس ﷺ کی وساطت سے اس امت کو دیا ہے اسی کو اللہ رب العزت نے اپنی مقدس کتاب میں فرمایا ہے۔

(۱) "إِنَّ الدِّينَ عِنْدَ اللَّهِ الْإِسْلَامُ" (سورۃ آل عمران آیت ۱۹ پارہ ۳)

بے شک دین اللہ تعالیٰ کے نزدیک اسلام ہی ہے۔

(۲) دوسری جگہ رب العزت کا ارشاد ہے "وَمَنْ يَتَّبِعْ غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِينًا فَلَنْ يُقْبَلَ مِنْهُ

وَهُوَ مِنَ الْأَعْوَجَاءِ مِنَ الْغَضِبِ لَنْ" (سورۃ آل عمران آیت ۸۵ پارہ ۳)

اور جو شخص اسلام کے علاوہ دین تلاش کرتا ہے اس سے ہرگز قبول نہ ہوگا اور وہ آخرت

میں خسارہ پانے والوں میں سے ہوگا

(۳) تیسری جگہ رب العزت کا ارشاد ہے "وَأَتَمَّمْتُ عَلَيْكُمْ دِينَكُمْ وَرَضِيْتُ لَكُمْ

الْإِسْلَامَ دِينًا" (سورۃ آل عمران آیت ۳ پارہ ۶)

آج میں پورا کر چکا تمہارے لیے تمہارا دین اور میں نے پورا کیا تم پر احسان اور میں نے تمہارے

لیے پسند کیا اسلام کو دین۔

دین اسلام افراط اور تفریط کے درمیان ہے

یہاں سے آگے امام طحاوی فرماتے ہیں کہ اسلام افراط اور تفریط کے درمیان ہے جیسے

یہود و نصاریٰ نے دین میں افراط اور تفریط کیا اور بعض یہود و نصاریٰ اور مشرکین نے دین

میں خلو کیا اور حد سے زیادہ بڑھ گئے کہ خدائی منصب کو انسانوں کے لئے ثابت کیا اور انسانی

صفات اللہ تعالیٰ کے لئے ثابت کیں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت عزیر علیہ السلام

کو خدا کا بیٹا کہا اور بعض یہود نے تفریط سے کام لیا کہ انبیاء علیہم السلام کو قل کیا۔

دین اسلام تشبیہ اور تعطیل کے درمیان ہے

مشبہ فرقہ نے اللہ تعالیٰ کو مخلوق کے ساتھ تشبیہ دی اور فرقہ مصلحہ نے اللہ تعالیٰ کو صفات سے خالی سمجھ لیا کہ اللہ تعالیٰ کی ذات تو ہے لیکن اسکے لئے کوئی صفت نہیں ہے لیکن دین اسلام تشبیہ اور تعطیل کے درمیان ہے۔

دین اسلام جبر اور قدر کے درمیان ہے

جبر یہ فرقہ کا یہ عقیدہ ہے کہ انسان کو کوئی اختیار حاصل نہیں یہ مجبور محض ہے اور ہر کام مجبور ہو کر کرتا ہے اسی لئے اسکے گناہوں پر مواخذہ نہیں ہوگا اور قدر یہ فرقہ کا یہ عقیدہ ہے کہ انسان جو کچھ کرتا ہے اپنے ارادہ اور اختیار سے کرتا ہے اللہ تعالیٰ کا اس میں کوئی دخل نہیں یہ فرقے خدا تعالیٰ کی تقدیر کا انکار کرتے ہیں لیکن دین اسلام جبر اور قدر کے درمیان ہے۔

یہ دین اسلام اُمید اور یأس کے درمیان ہے

اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ناامید ہو جانا کفر ہے جیسے ”لَا يَتُوبُ مَنْ زُوِجَ اللَّهُ إِلَّا الْقَوْمُ الْكَافِرُونَ“ (سورۃ یوسف آیت ۸۷ پارہ ۱۳)

کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ناامید نہیں ہوتے مگر صرف کافر لوگ، اسی طرح اللہ تعالیٰ کے عذاب اور گرفت سے بے خوف ہو جانا یہ بھی کفر ہے، جیسے اللہ رب العزت کا ارشاد ہے

”فَلَا يَمُنُّ مَعَكَرَ اللَّهُ إِلَّا الْقَوْمُ الْغَافِرُونَ“ (سورۃ الاعراف آیت ۹۹ پارہ ۹)

کہ اللہ کی تدبیر سے وہی لوگ بے خوف ہوتے ہیں جو خسارہ پانے والے ہیں اور یہ دین اسلام امید اور خوف کے درمیان ہے، اسی کو حدیث پاک کے اندر بھی بیان کیا گیا ہے

”الْإِيمَانُ بَيْنَ الْخَوْفِ وَالرَّجَاءِ“ کہ اپنے رب کے عذاب سے ڈرتا بھی رہے اور اسکی رحمت کا امیدوار بھی رہے کہ امید اور خوف انسان کے لئے بمنزلہ دو پروں کے ہے کہ اگلے ذریعے

انسان اللہ تعالیٰ اور آخرت کی طرف پرواز کرتا ہے، جیسے حضرت عمر فاروق فرماتے ہیں کہ اگر قیامت کے دن یہ اعلان ہو کہ تمام لوگ جہنم میں جائیں گے اور صرف ایک آدمی جنت میں جائے گا تو میں اللہ تعالیٰ کی رحمت کا امیدوار ہوں کہ وہ میں ہوگا، اور اگر قیامت کے دن یہ اعلان ہو کہ تمام لوگ جنت میں جائیں گے اور صرف ایک آدمی جہنم میں جائے گا مجھے تو خوف اور ڈر ہے کہ کہیں وہ میں نہ ہوں،

اہل سنت والجماعت اور فرقہ باطلہ کا بیان

فَهَذَا دِينُنَا وَاعْتِقَادُنَا ظَاهِرًا وَبَاطِنًا، وَنَحْنُ نَبْرُهُ إِلَى اللَّهِ تَعَالَى مِمَّنْ خَالَفَ الدِّينَ ذَكَرْنَاهُ وَبَيَّنَّاهُ وَنَسَأَلُ اللَّهَ تَعَالَى أَنْ يُفْتِنَنَا عَلَيْهِ وَيَحْمِلَ لَنَا بِهِ، وَيَقْصِمَنَا مِنَ الْاَهْوَاءِ الْمُخْتَلِطِ قَوْلِ الْاَرَاءِ الْمُتَعَارِفِ قَوْلِ الْمَذَاهِبِ الرَّؤْيِيَةِ كَالْمَشْبَهَةِ بِالْجَهْمِيَّةِ وَالنَّجْرِيَّةِ وَالْقَلْبَرِيَّةِ، وَغَيْرِهِمْ مِمَّنْ خَالَفَ السُّنَّةَ وَالْجَمَاعَةَ، وَاتَّبَعَ الْبِدْعَةَ وَالضَّلَالَةَ وَنَحْنُ مِنْهُمْ بُرَاءٌ وَهُمْ عِنْدَنَا ضَلَالٌ وَاَزْدِيَاءٌ وَاللَّهُ اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ وَاللَّيْلِ الْمَرْجِعُ وَالْمَغَابِ.

ترجمہ :- پس ظاہر اور باطنیہ ہمارا دین اور اعتقاد ہے اور ہم ہر اس شخص سے اللہ تعالیٰ کی طرف برأت کا اظہار کرتے ہیں جو اس عقیدے کا مخالف ہے جسکو ہم نے ذکر کیا اور بیان کیا ہے اور ہم اللہ تعالیٰ سے سوال کرتے ہیں کہ وہ ہمیں ایمان پر ثابت قدم رکھے اور اسی پر ہمارا خاتمہ فرمائے مخلوط خواہشات اور مختلف آراء اور ردی مذاہب سے مثلاً مشبہ، جہمیہ، جہریہ، قدریہ اور انکے علاوہ جنہوں نے سنت اور جماعت کی مخالفت کی ہے اور بدعت اور گمراہی کی اتباع کی ہے اور ہم ان سب سے برأت کا اظہار کرتے ہیں یہ تمام فرتے ہمارے نزدیک گمراہ اور بدعتی قسم کے ہیں اور اللہ تعالیٰ زیادہ درست جاننے والے ہیں اور اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے اسی کی طرف جائے پناہ ہے۔

تجزیہ عبارت :- مذکورہ عبارت میں امام طحاویؒ اپنے دین اور عقائد کا اظہار اور باطل مذاہب سے برأت کا اظہار کر رہے ہیں اور ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ سے دین اسلام اور ایمان پر ثابت قدمی اور خاتمہ بالخیر کی دعا اور باطل فرقوں کی نشاندہی اور ان سے تحفظ کی اللہ تعالیٰ کے دربار میں التجا کر رہے ہیں۔

تشریح

قوله: فَهَذَا دِينُنَا وَاعْتِقَادُنَا ظَاهِرًا وَبَاطِنًا

اہل سنت والجماعت کی اتباع اور فرقہ باطلہ سے بیزاری

شروع کتاب سے لیکر اختتام تک امام طحاویؒ نے ایمان اور دین اور اعتقاد پر ارشادات فرمائے اب یہاں نتیجہ کے طور پر فرما رہے ہیں جو ہم بیان کر چکے ہیں یہ ہمارا ظاہر کا باطن اور اعتقاد ہے، اور جو شخص اس دین اور عقائد کا مخالف ہے جسکو ہم نے بیان کیا ہے تو ہم اللہ تعالیٰ کے سامنے برأت اور بیزاری کا اظہار کرتے ہیں کہ ہم ایسے شخص سے بری ہیں کیونکہ ہم نے اسکے سامنے عقائد بیان کر دیے ہیں لیکن اس نے ہٹ دھرمی اور کج روی کی بناء پر مخالفت کی ہے اور ہم اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ وہ ہمیں ایمان پر ثابت قدم رکھے اور اسی پر ہمارا خاتمہ فرمائے۔

قوله: وَبَعْضِ مَنَامِنَ الْاَهْوَاءِ الْمُخْطِطِ قَبْلَ الْاِرْءِ الْمُتَّفَقِ قَبْلَ الْمَذَاهِبِ الرَّدِّيَةِ

گمراہ فرقوں کی نشاندہی اور ان سے حفاظت کی دعا

فرقہ مشبہ :- یہ فرقہ ہے جنہوں نے اللہ تعالیٰ کو مخلوق کے ساتھ تشبیہ دی ہے اور اللہ تعالیٰ کی صفات کو مخلوق کے مشابہ قرار دیا ہے خالق کو مخلوق کے مشابہ کیا ہے لیکن انکے برعکس عیسائیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کے ساتھ تشبیہ دی اور خدا کا بیٹا کہا ہے تو عیسائیوں نے مخلوق کو خالق

کے مشابہ قرار دیا اور مشتبہ فرقہ نے خالق کو مخلوق کے مشابہ قرار دیا۔

فرقہ جمہیہ :- یہ لوگ جم بن معوان کی طرف منسوب ہیں یہ وہ شخص ہے جس نے اللہ تعالیٰ کی صفات کی نفی کر کے خدا تعالیٰ کو مصل قرار دیا ہے اس فرقہ کا نظریہ یہ بھی ہے کہ جنت اور جہنم نفا ہو جائیں گی اور ایمان صرف معرفت کا نام ہے اور کفر صرف جہالت کا نام ہے اور حقیقت میں کسی انسان کا کوئی فعل نہیں سب افعال اللہ تعالیٰ کے ہیں انسانوں کی طرف افعال کی نسبت مجازی ہے۔

فرقہ جبریہ :- ان کا یہ عقیدہ ہے کہ جو افعال بظاہر انسان کی طرف منسوب ہیں ان میں یہ مجبور محض ہے انسان کا اپنا ارادہ اور اختیار بالکل نہیں اور نہ انسان کا اپنے افعال میں کوئی دخل ہے اور ہر کام مجبور ہو کر کرتا ہے۔

فرقہ قدریہ :- اس فرقہ کا نظریہ یہ ہے کہ انسان میں قدرت تامہ اور اختیار تامہ موجود ہے کہ انسان جبہ کچھ کرتا ہے اپنے ارادہ اور اختیار سے کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی قدرت کا اس میں کوئی دخل نہیں اور یہ انسان اپنے افعال اختیار یہ کا خود خالق ہے،

حضرت امام طحاویؒ کی دعاء :- اے اللہ! ہم کو دین سے اختلاف رکھنے والی خواہشات اور غلو اور مختلف خواہشات سے بچائیں اور متفرق آراء سے ہماری حفاظت فرمائیں فضول اور رومی مذاہب فرقہ مشتبہ، فرقہ جمہیہ، فرقہ جبریہ، فرقہ قدریہ کی طرح اور ان کے علاوہ دوسرے گمراہ فرقوں سے ہمیں محفوظ فرمائیں، جنہوں نے سنت اور جماعت کی مخالفت کی اور بدعت اور گمراہی کی اتباع کی اور بدعت و ضلالت کے حلیف اور دوست بنے ہیں اے اللہ! ہم ان سب سے بیزار ہیں اور ہم ان سے برأت کا اظہار کرتے ہیں اور یہ تمام فرقے

ہمارے نزدیک بدترین گمراہ اور دوی قسم کے ہیں۔

وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِالصُّوَابِ وَالْيَهِّ الْمَرْجِعُ وَالْمَأْتِ

تست بالخیر

اللہ تعالیٰ کی نصرت و مدد اور خصوصی رحمت سے ۲۷ شعبان ۱۳۲۵ھ بمطابق ۱۳ اکتوبر ۲۰۰۳ء بروز بدھ اس کتاب سے فراغت ہوئی، یا ارحم الراحمین! اسے مقبول و نافع بنا دیجئے اور قیامت تک آنے والی انسانیت کے لئے ایمان اور دین اسلام میں سچائی اور عقائد کی اصلاح کا ذریعہ بنا دیجئے اور قارئین سے استدعاء ہے کہ اپنے مبارک اوقات میں اس بندہ گنہگار کو بھی خصوصی دعاؤں میں یاد فرمائیں۔

فَالْحَمْدُ لِلّٰهِ اَوْلَا وَاٰخِرًا وَاُظَاهِرًا وَاُبَاطِنًا وَاَلِ الصَّلٰوةِ وَالسَّلَامِ عَلٰی

سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِهِ وَاَصْحَابِهِ اَجْمَعِينَ بِرَحْمَتِكَ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِينَ

امین ثم امین

سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ اَسْتَغْفِرُكَ وَاَتُوْبُ اِلَيْكَ

محمد اصغر علی عفی عنہ

فاضل دارالعلوم فیصل آباد، فاضل عربی، خادم الحدیث

جامعہ اسلامیہ عربیہ مدنی ٹاؤن و جامعہ اسلامیہ عربیہ للذہنات رحمانیہ چوک غلام محمد آباد فیصل آباد

پاکستان

مؤلف کی دیگر کتابیات

(۱) تہذیب الکافیہ شرح کافہ

صفحات ۳۳۶ جس میں (۱) اعراب عبارت (۲) ترجمہ سادہ عام فہم (۳) نحو کے مسائل تجزیہ عبارت کے عنوان سے، مشکل مقامات کا حل تشریح کے عنوان سے اعتراض و جوابات مع بیان کیے گئے ہیں۔

(۲) ضیاء النور شرح حدیث النور

صفحات ۳۳۲ جس میں (۱) اعراب عبارت (۲) ترجمہ سادہ اور عام فہم کیا گیا ہے (۳) نحو کے مسائل کا خلاصہ تجزیہ عبارت کے عنوان سے بیان کیا گیا ہے (۴) تشریح کے عنوان سے کتاب کا مکمل حل اور اعتراض و جوابات مع فوائد بیان کیے گئے ہیں (۵) اشعار کی تشریح، محل استشہاد اور ترکیب پیش کی گئی ہے۔

(۳) تہذیب الایمان شرح حدیث الایمان

صفحات ۳۴۰ (۱) جس میں اعراب عبارت (۲) ترجمہ سادہ عام فہم کیا گیا ہے (۳) علم معانی کے مسائل کا خلاصہ تجزیہ عبارت کے عنوان سے پیش کیا گیا ہے (۴) تشریح عبارت کے تحت کتاب کا مکمل حل اور فوائد نافعہ بیان کیے گئے ہیں (۵) اشعار کی تشریح، مطلب اور محل استشہاد پیش کیا گیا ہے (۶) ضمیمہ کے تحت پانچ سالہ وفاق المدارس کے سوالیہ پرچوں کو حل کیا گیا ہے۔

مؤلف کی دیگر کتابیات

صفحات ۱۲۷ جس میں امام الانبیاء علیہ السلام کے چالیس معجزات کا تذکرہ جو احادیث کی معتبر کتابوں سے نقل کیا گیا ہے، جس کے مطالعہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بے پناہ عظمت و محبت اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی

صداقت کا یقین قلب میں جاگزیں ہوتا ہے اور ساتھ کنز الحسنات کے عنوان سے مختلف مواقع اور احوال کی دعائیں جو آنحضرت ﷺ سے منقول ہیں، جن کا معمول بنانا دنیا و آخرت کی سعادت میں حاصل کرنے کا موثر ترین ذریعہ ہے۔

(۵) الوضاحت الکااملة اور شرح العقيدة الطحاوية

صفحات ۲۳۰ جس میں درج ذیل خصوصیات کو مد نظر رکھا گیا ہے
(۱) اعراب عبارت (۲) ترجمہ سادہ اور عام فہم (۳) مقصود مصنف تجزیہ عبارت کے عنوان سے پیش کیا گیا ہے۔

(۴) تشریح عبارت کے تحت عقائد اہل سنت والجماعت کا اثبات اور مذہب باطلہ کے دلائل اور انکی تردید اور فوائد نافعہ بیان کیے گئے ہیں۔

(۶) کنز الحسنات (کیلنڈر سائز)

کنز الحسنات کیلنڈر کی شکل میں بھی دستیاب ہیں جو مفت حاصل کئے جاسکتے ہیں۔

(۷) اجود الحواشی اور شرح اصول الشاشی

علم اصول فقہ کی مشہور کتاب اصول الشاشی کی شرح زیر ترتیب ہے